حصہ دوم

مؤلف

محمد سراج الدین طالب

سلطنتِ آصفیہ کے مشہور تاجدار

نظام علی خان

نظام الملک آصف جاہ ثانی

(کے)

سوانح زندگی کا دوسرا حصہ

(مؤلف)

محمد سراج الدین طالب

۱۳۵۳ھ
۱۹۳۴ء

محمد سراج الدین طالب

انتساب

نظام علی خان

کے
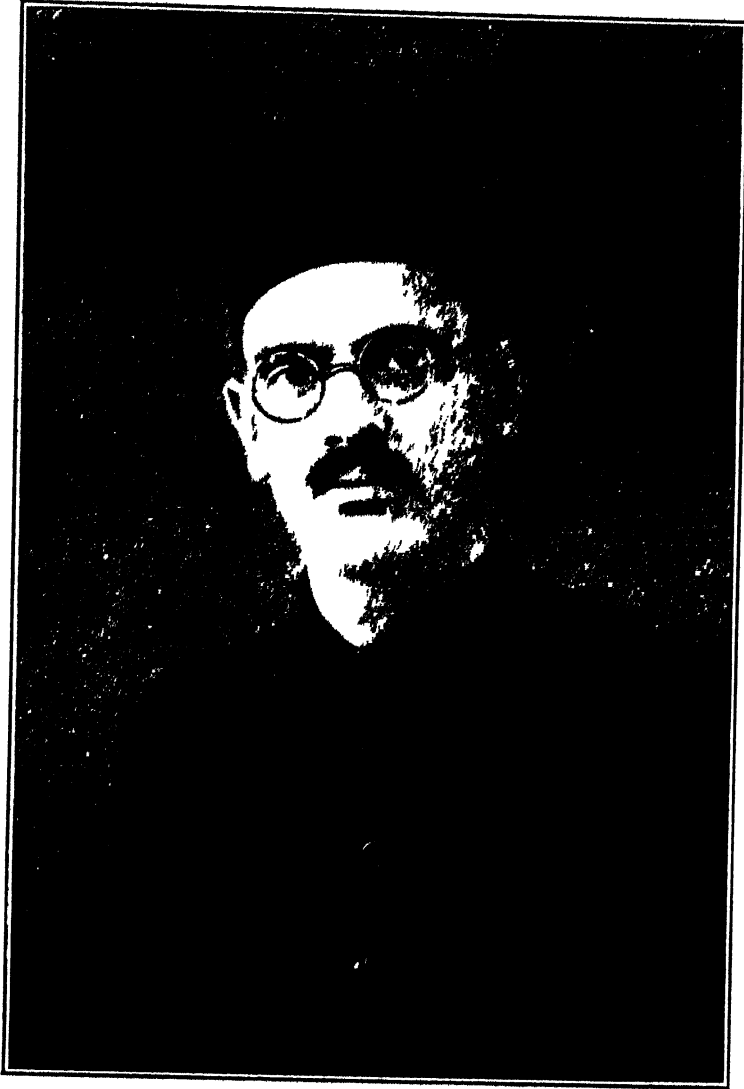
حصہ دوم کو

میں اپنے والد مرحوم مولوی کمال الدین صاحب کی یاد و محبت میں

ان کے نام سے منسوب کرکے دُعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو جوارِ رحمت نصیب کرے

اور میری اس تالیف کو قبول عام

محمد سراج الدین طالب

تعریف کتاب

سوانح حیات نظام علیخاں کی ترتیب دو حصوں میں کی گئی ہے پہلا حصہ تو اُن واقعات پر مشتمل ہے جن کے تحت نظام علیخاں تخت سلطنت پر متمکن ہوئے اور اس کے بعد سے ان کی وفات تک کے واقعات دوسرے حصہ میں رکھے گئے ہیں پہلا حصہ قبل ازیں شائع ہو چکا ہے اسی کا دوسرا حصہ ہے جو قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش ہے تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ دوران سلطنت میں نظام علیخاں کی طرز حکومت نے دو نمایاں صورتیں اختیار کی ہیں ایک تو وہ جو رکن الدولہ کی دیوانی کے زمانہ میں تھی دوسری وہ جو ارسطوجاہ کی مدار المہامی کے عہد میں رہی۔ اس طرح سیاسی نقطۂ نظر سے اس عہد کے دو دَور ہو جاتے ہیں اسی امتیاز کے لئے اس حصہ کو علیحدہ علیحدہ دو ادوار میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس کی تدوین میں علاوہ مطبوعہ و شائع شدہ کتب کے مخطوطات و اسناد سے استفادہ کیا گیا ہے جن تک بہت کم اصحاب کو دسترس ہوا ہے۔

اس حصہ کے لئے بھی تصاویر فراہم کرنے کی کوشش کی گئی جنکی تفصیل فہرست تصاویر کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی ان میں قلعہ اودگیر کی ایک تصویر ہے جو حصہ اول میں جنگ اودگیر کے سلسلہ میں دیجانی چاہئے تھی چونکہ وہ بعد از وقت دستیاب ہوئی اس لئے اس کو اس حصہ میں داخل کردیا گیا ہے۔

پرانی حویلی حیدرآباد دکن
۱۱ محرم سنہ ۱۳۵۲ھ

مؤلف کمترین
محمد سراج الدین طالب

اظہارِ امتنان

بڑی ناانصافی اور احسان فراموشی ہوگی اگر اُن اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کی وجہ سے کتاب کو حتی الامکان بہمہ وجوہ مکمل پیش کرنے میں خاطر خواہ مدد ملی۔

۱۔ سب سے پہلے قابلِ ذکر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر ہیں جنہوں نے اپنی علم دوستی سے فراخ حوصلگی کے ساتھ اپنے بیش بہا کتب خانہ مخطوطات سے استفادہ کی اجازت فرمائی اور اپنے نگار خانہ سے بعض قلمی تصاویر کے عکس مرحمت فرمائے۔

۲۔ جناب مولوی سید خورشید علی صاحب اپنی خاص عنایت و کرم سے دفتر دیوانی و مال کے بعض اسناد و نقشہ جات اور دفتر مذکور کے کتب خانہ کے بعض خاص کتب سے استفادہ کی اجازت دیکر میرے ماخذات و معلومات میں ایک معقول اضافہ کا باعث ہوئے۔

آخر میں مَیں اپنے عزیز برادر عمزاد نور اللہ محمد صاحب نوری کی اس محنت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو دَورانِ طباعت انھوں نے کاپیوں کی تصحیح اور پروف خوانی میں اٹھائی ہے۔

محمد سراج الدین طالب

علیہیات

انگریزی

۱ اَوَرفیت فل الائی دی نظام
۲ دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء
۳ دی نظام (برگس)
۴ ڈسپاچس آف ویلزلی (آریم مارٹن)
۵ فارسٹس سلک شنس (مرہٹا سیریز)
۶ میموار اینڈ کرس پانڈنس آف مارکویس ویلزلی (آر۔ آر۔ پیرس)
۷ نظام علیس ریلیشنس ود مرہٹاس (قاسم علی سجن لال)
۸ ہسٹری آف دی مرہٹاس
۹ ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل
۱۰ ہسٹری آف حیدر شاہ
۱۱ ہسٹری آف ملٹری ٹرانزیکشنس آف دی برٹش نیشن ان اندوستان
۱۲ ہسٹری آف دی مدراس آرمی
۱۳ ہسٹری آف دی بنگال آرٹلری
۱۴ ہسٹری آف دی برٹش انڈیا (جیمس مل)
۱۵ ہسٹری آف انڈیا (مارشمن)

فارسی و اردو

۱ تاریخ طفرہ
۲ تذکرۂ نزہتی
۳ تزک آصفیہ
۴ حدیقۃ العالم
۵ خزانۂ عامرہ
۶ سلطنت خداداد (اردو)
۷ سوانح دکن
۸ فتوحات سحاقی
۹ گلزار آصفیہ
۱۰ مآثر آصفی
۱۱ مہر عالم (اردو)
۱۲ نشان حیدری

فہرستِ مضامین نظام علی خان

حصۂ دوم

دورِ اول

فہرست تصاویر

نظام علی خاں

حصّۂ دوم

دورِ اوّل

قلعہ اودگیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام علی خان

حصہ دوم

پیشوا پر فوج کشی

مادھو راؤ پیشوا اور اس کے چچا کے مابین خانہ جنگی اور اس کے اسباب

صلابت جنگ کے معزول ہونے کے بعد نظام علیخان مستقل طور سے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ابھی انتظامات ریاست کی طرف متوجہ ہونے نہیں پائے تھے کہ ان کو مرہٹوں کی خانہ جنگی میں شریک ہونا پڑا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نظام علیخاں اور مادھو راؤ پیشوا کے مابین صلح ہوگئی اور نوجوان پیشوا پونہ کو روانہ ہوا تو اس نے اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ انتظام ریاست میں اپنا حصہ بھی رہے کیونکہ ابتک کمسن ہونے کے باعث اُس کی طرف سے اُس کا چچا ریاست کے کاروبار انجام دیتا تھا۔ بھتیجے کا یہ مطالبہ چچا کو ناگوار ہوا۔ یہی جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ٹیلر[1] نے اس جھگڑے کی بناء یہ بتائی ہے کہ مادھو راؤ کی والدہ گوپیکا بائی کا طرز عمل مناسب نہیں تھا جس پر رگھناتھ راؤ شوہر کا بھائی ہونے کی حیثیت سے تہدید کرتا تھا جو اُس کو ناگوار ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اُس نے اپنے لڑکے کو چچا کے خلاف بھڑکا دیا جس پر مادھو راؤ نے رگھناتھ راؤ کو

۱؎ مارسٹس ٹلکشس، مرہٹا سریز، جلد اول حصہ دوم ۱۲

قید کر لینے کا منصوبہ باندھا اس سے مطلع ہو کر رگھناتھ راؤ ۳ صفر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴ اگست ۱۷۶۲ء) کو صرف چند سواروں کے ساتھ پونہ سے نکل کر ناسک چلا گیا۔ محمد مراد خاں[1] اورنگ آبادی نے اس طرح اس کے بے سروسامان آنے کی خبر پائی تو ۱۴ صفر سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نکل کر ناسک پہنچا اور رگھناتھ راؤ سے ملا۔ مراد خاں کے آملنے سے مادھو راؤ کے طرفداروں میں سے اکثر مرہٹہ سردار یہ خیال کر کے کہ نظام علیخاں رگھناتھ راؤ کی حمایت پر ہیں اس کے ساتھ متفق ہو گئے یہ ہے بیان[2] آزاد بلگرامی کا لیکن گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ اس موقع پر رگھناتھ راؤ نے مرہٹہ ریاست کے اکثر عہدہ داروں کو اپنا شریک کر لیا اور وہ یہ خیال کر کے کہ ریاست کے کاروبار اپنے بغیر چل نہیں سکینگے۔ اپنی اپنی خدمات سے دست بردار ہو گئے جس کے بعد مادھو راؤ نے سداشیو چمناجی بھاؤ کے ماموں ترمبک راؤ ماما کو اپنی وزارت پر نامزد کیا۔ جب ترمبک راؤ نے اس خدمت کو قبول کر لیا تو رگھناتھ راؤ کو نہ صرف اس کے بلکہ ہر شخص کے خلاف جو اس موقع پر اس کا شریک تھا ایک سخت غصہ اور انتقامی جوش پیدا ہو گیا۔

مرہٹوں کی خانہ جنگی میں نظام علیخاں کی شرکت کے اسباب اور اس کا نتیجہ۔

جب مراد خاں رگھناتھ راؤ سے متحد ہو گیا تو اس نے نیکنامی سے اس کی امداد کرنے کے لئے معروضہ کیا جس پر خود بدولت نے

---

[1] یہ ابتدا میں لشکر خاں کی سرکار میں ایک بارگیر تھا اور پھر چند سواروں کا جمعدار ہو گیا اور اس کے بعد راجہ پرتاب ونت کی مدار المہامی کے زمانے میں امارت کے رتبہ کو پہنچ گیا تھا گرانٹ ڈف نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں وہ اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا لیکن ہمیں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے یہ یقین کیا جا سکتا کہ وہ اس وقت یا اس سے پیشتر یا بعد اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا صاحب خزانہ عامرہ نے اس کے متعلق صرف یہ تعریفی الفاظ لکھے ہیں "محمد مراد خاں بہادر اورنگ آبادی کہ از عمدۂ نوکران آصفجاہ ثانی است و بر اسمالت عنیم ارادات ماثور بود در اورنگ آباد اقامت داشت" اس سے بھی اس کا صوبہ دار ہونا ثابت نہیں ہے۔

[2] خزانہ عامرہ صفحہ ۱۰۲۔

احکام اعانت صادر فرمائے اور خود بھی اس کی مدد پر نکلنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس امداد سے نظام علیخاں کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ اس نقصان کی تلافی کریں جو سابقہ مرہٹہ لڑائیوں میں انھوں نے برداشت کیا تھا۔

رگھناتھ راؤ اپنی اس طرح جمع کی ہوی کثیر فوج کے ساتھ اورنگ آباد سے پُونا روانہ ہوا۔ گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ احمد نگر[1] اور پونہ کے مابین رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے پر حملہ کر دیا۔ مادھوراؤ نے دور اندیشی کر کے اپنے آپ کو چچا کے حوالے کر دیا۔ لیکن صاحب توزک آصفیہ[2] کہتا ہے کہ بندگانعالی اور رگھناتھ راؤ کی متفقہ فوجیں دریائے بھیمرا کے کنارے تک پہنچیں مادھوراؤ اپنی فوجوں کے ساتھ اس دریا کے دوسرے کنارے پر ٹھیر گیا طغیانی کی وجہ سے عرصہ تک عبور ممکن نہ ہوا اور جنگ میں تعویق ہوگئی اس دوران میں مُراد خان ایک رات اپنے چند سپاہیوں کے ہمراہ دریا کو عبُور کر کے خفیہ طور پر مادھوراؤ کے ڈیرے میں داخل ہوگیا اور اس کو دستگیر کر کے اپنی قیام گاہ پر لایا اور دوسرے روز رگھناتھ راؤ کو اپنے ڈیرے میں بلا کر دونوں چچا بھتیجے کو عہد و پیمان کے ساتھ ملا دیا۔ خدا جانے صاحب توزک آصفیہ کو یہ واقعہ کس ذریعہ سے معلوم ہوا۔ غلام علی آزاد بلگرامی جو اس عہد کے بڑے مورخ ہیں اور تقریباً اس زمانہ کی ہر جنگ میں شریک بھی رہے ہیں اس جنگ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ادھر[3] رگھناتھ راؤ اورنگ آباد سے نکل کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ادھر مادھوراؤ نے پونہ سے احمد نگر کا رخ کیا

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۳۶۔ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۳۰۔

[3] خزانۂ عامرہ صفحہ ۷۶۔

حتیٰ کہ ۵ ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴۔ اکتوبر ۱۷۶۲ء) کو احمد نگر سے بارہ کوس پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مادھو راؤ شکست کھا کر میدان جنگ سے علحدہ ہو گیا اور امان چاہی دوسرے روز اپنے آپ کو اپنے چچا کے پاس پہنچا یا۔ یہ مسلم ہے کہ نظام علیخاں نے اس جنگ میں رگھناتھ راؤ کو مدد دی اور دونوں فریقوں میں باہم صلح ہو گئی۔ ممکن ہے کہ نظام علیخاں کے امراء نے اپنے طور پر مادھو راؤ کو نشیب و فراز سے آگاہ کر کے رگھناتھ راؤ سے مصالحت کرا دی ہو۔ اس موقع پر نظام علیخاں خود رگھناتھ راؤ کی مدد کرنے کے لئے بیدر سے احمد نگر روانہ ہوئے تھے جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ صلح ہو گئی ہے یہ اطلاع پا کر بندگانعالی نے پیرگاؤں ہی میں قیام فرمایا۔ رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ یہاں آ کر اعلیٰحضرت سے ملاقات کی اور ماہ جمادی الاول کے اوائل میں کئی ضیافتیں جانبین سے ہوئیں اور یہیں اُس نے اس اعانت کے معاوضہ میں بندگانعالی کی خدمت میں پچاس لاکھ محاصل کا علاقہ اور قلعۂ دولت آباد گزرانا اور کاغذات گزاشت عہدہ داران بندگانعالی کے تفویض کئے گرانٹ ڈف یہ کہتا ہے کہ جنگ میں مدد دینے کے معاوضہ میں رگھناتھ راؤ نے وعدہ کیا کہ قلعۂ دولت آباد، سیونی، اسیر گڈھ اور احمد نگر کے علاوہ اکاون لاکھ سالانہ محاصل کا علاقہ (جو ۱۷۶۰ء کے صلح نامہ میں دیا جانا طے پایا تھا) نظام علیخاں کو دیگا اور خزانۂ عامرہ کے حوالے سے یہ لکھتا ہے کہ سوائے قلعۂ دولت آباد کے نہ کسی اور قلعہ پر قبضہ ہوا اور نہ کسی حصۂ ملک پر اس عہدنامہ کی روسے نظام علیخاں کو عمل دخل ملا۔ حالانکہ خزانۂ عامرہ کی عبارت سے کبھی یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا جو اس نے نکالا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"رگھناتھ راؤ ملک پنجاہ لک روپیہ و قلعۂ دولت آباد در جلدوے[1] این اعانت بنواب آصف جاہ گرا رسید و اسناد مرتب کردہ بوکلاء سرکار حوالہ نمود۔"

نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ میں جنگ اور اس کا سبب۔

اس جنگ اور مصالحت سے فارغ ہو کر رگھناتھ راؤ اپنے ملک کے انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یہ تہیہ کیا کہ گزشتہ موقع پر جن لوگوں نے اس سے مخالفت کی تھی ان کا معقول تدارک کرے چنانچہ اسی غرض سے وہ مرج کی طرف بڑھا تا گوپال راؤ پٹ وردھن کی تنبیہ کرے۔ نظام علیخاں کے دیوان پرتاب ونت کو مراد خاں پر بڑا رشک تھا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مراد خاں کے ذریعے رگھناتھ راؤ کے ساتھ اتحاد قایم ہوا ہے اور حالیہ مہم میں کامیابی کی وجہ سے مراد خاں کو سُرخ روئی بھی ہوی تو ان کو اس کا حسد ہوا اور اس کی ریس میں راجہ پرتاب ونت نے گوپال راؤ سے مراسلت شروع کی کہ رگھناتھ راؤ سے مقابلہ کی ٹھیرے تو نظام علیخاں سے مدد حاصل کرلے۔ اِدھر نظام علیخاں کو اُکسایا کہ مرہٹہ ریاست میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئیے یہ موقع بہتر ہے ساتھ ہی ایک تدبیر اور کی وہ یہ کہ راجہ ستارہ[2] (جو اس زمانے میں نابالغ تھا) کی ولیہ تارابائی کا انتقال ہوگیا تو خدمت ولایت تقرر طلب قرار پائی جس پر پرتاب ونت نے

---

[1] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۷۔ [2] سیواجی اور اس کے بیٹے کے بعد جب مرہٹہ ریاست میں برہمن وزراء کی قوت زیادہ ہوی تو وہ سیواجی کی اولاد کو برائے نام راجہ بناکر ستارہ میں گدی نشین کرتے تھے اور حکومت خود آپ کرتے تھے ۱۲

ایک طرف جانوجی بھونسلہ (راجۂ ناگپور) کو اس خدمت کا مدعی بنا دیا اور دوسری جانب نظام علیخاں کی طرف سے خفیہ طور پر کولاپور سے مراسلت[1] کی تا اس خدمت کا ایک اور دعویدار پیدا ہو جائے اس طرح پیشوا مادھو راؤ اور اس کے چچا رگھناتھ راؤ کے خلاف نظام علیخاں کے دیوان نے گوپال راؤ پٹ وردھن کے علاوہ جانوجی بھونسلہ اور کولاپور کے راجہ کی بیوہ کو بھی اکسا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تائید میں چند مرہٹہ سردار (مثلاً مورابہ پھڑنویس، سداشیو رامچندر فرزند رامچندر شیونی، بھون راؤ معزول پرتی ندھی) بندگانعالی سے آملے جس سے اس موقع پر ان کی فوج اور قوت بہت زیادہ ہو گئی۔ صرف ملہار راؤ ہولکر اور دتاجی گیکواڑ رگھناتھ راؤ کے ساتھ رہے اپنی کمزوری کو محسوس کر کے اس نے مقابلہ کو مناسب تصوّر نہ کیا اور نظام علیخاں کی فوج کے بازو بازو سے آگے نکل گیا اور اورنگ آباد پہنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بندگانعالی اس کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچے تو وہ محاصرہ چھوڑ کے بھاگ نکلا اور جانوجی بھونسلہ کے علاقہ میں داخل ہو کر دیہات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ جب وہاں بھی نظام علیخاں اس کے تعاقب میں پہنچے تو وہ مونگی پٹن چلا گیا اور پھر جنوب مشرقی سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں داخل ہو کر لوٹ مار مچادی۔ نظام علیخاں نے کچھ دور اس کا تعاقب کیا لیکن جب اس نے حیدرآباد کا رُخ کیا تو انھوں نے خیال کیا کہ اس کے تعاقب سے بہتر ہو گا کہ مرہٹوں کے مرکزی شہر پر حملہ کر دیا جائے اور اسی غرض سے وہ سیدھا پونا روانہ ہوئے۔

---

[1] گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ یہ خطوط مرہٹہ مخطوطات میں ہیں اور راجہ کولاپور سے حاصل ہوئے ہیں یہ سنبھاجی کی بیوہ جی جی بائی کے موسومہ ہیں جو اپنے متبنیٰ لڑکے سواجی ماجی کی نابالغی کے زمانے میں اُس کی ولیہ تھی۔

نظام علی خاں آصف جاہ ثانی

ٮٮورٮل حیدرآباد

پونہ کی تباہی

گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ جب[1] پونہ میں یہ خبر پہنچی کہ مغل فوج آرہی ہے تو اکثر اشخاص نے اپنے مال و دولت کو تا حد امکان منتقل کردیا اور خود آپ کانکن کی پہاڑیوں میں جا چھپے پیشوا کا خاندان اور دفتر سنگڈھ بھیجدیا گیا بریں ہم جانوجی کا ایک عہدہ دار مسمی باپو کرونڈیہ اتنا جلد پہنچ گیا کہ بھاگنے والوں کو اس نے لوٹ لیا اور سنگڈھ کے دامن کا موضع جلا ڈالا بندگانعالی شہر پونہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام فرما ہوے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ شہر لوٹ لے وہ گھر جس سے کوئی رقم نہیں ملی مسمار کر دیا گیا اس تباہی پونہ کی وجہ دراصل راجہ پرتاپ ونت اور جانوجی بھونسلہ تھے اور یہ سبق نظام علیخاں نے مرہٹوں ہی سے حاصل کیا تھا اولاد محمد خان ذکا نے اس واقعہ کی تاریخ اس مصرع سے نکالی ہے ع آتش زد پونہ را سپاہِ اسلام (۱۱۷۶ھ)، رگھناتھ راؤ حیدرآباد کی جانب پلٹا تو وہاں کے ناظم بہادر دل خان نے شہر کے دروازے بند کرکے ایسا معقول انتظام کیا کہ اس کو شہر میں داخل ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا اور باہر باہر ہی سے حملے کرکے رہ گیا بیرون شہر پناہ کے محلہ جات سے البتہ ایک لاکھ اسی ہزار روپئے بعنوان نعلبہا اس نے حاصل کرلئے اور وہاں سے پونہ کی طرف لوٹا راستہ میں یہ کوشش شروع کی کہ اُن مرہٹہ سرداروں کو جو نظام علیخاں کے ساتھ تھے ہموار کرلے چنانچہ ایک حصہ ملک کے لالچ پر خفیہ طور سے جانوجی بھونسلہ کو اپنا طرفدار کر لینے میں اس کو کامیابی ہوگئی گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ رگھناتھ[2] راؤ نے جانوجی کو یہ توقع دلائی کہ اس کو اُس علاقہ سے جو بیر گاؤں کے صلحنامہ کی رُو سے نظام علیخاں کو دیا جانے والا تھا بتیس لاکھ محاصل کا ملک دیا جائیگا بشرطیکہ اُن سے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس حصہ اول صفحہ ۵۴ ۔ [2] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۳۸ ۔

علیحدہ ہو جائے چونکہ راجہ پرتاب ونت کے دوروپہ پن سے اس کے توقعات تقریباً منقطع
ہو گئے تھے اس لئے وہ رگھناتھ راؤ کی طرفداری پر رضامند و آمادہ ہو گیا۔

جنگ راکس بھون

شہر پونہ کی تباہی کے بعد نیند گانعالی پورندھر روانہ ہوے اور دریائے بھیما کے
کنارے تک تمام ملک روند ڈالا۔ اس حصہ ملک میں پہنچنے تک موسم بارش آغاز ہو گیا تھا اس لئے
خود بدولت نے یہ ارادہ فرمایا کہ برسات بیدر میں گزاریں لیکن جانوجی نے یہ معروضہ کیا کہ
اگر اورنگ آباد میں اقامت فرمائی جائے تو مناسب ہوگا کہ وہ مرکزی مقام ہے جہاں سے
بیدر بھی قریب ہے پونہ بھی اور برار بھی۔ چونکہ اس توجیہ میں ایک معقولیت تھی اور اعلحضرت
کو اس کی خفیہ ساز باز کا علم بھی نہیں تھا اس لئے اس کے معروضہ کو منظور فرمایا اور عنان عزیمت
اورنگ آباد کی جانب منعطف فرمائی۔ رگھناتھ راؤ نیند گانعالی کے لشکر کے پیچھے پیچھے آ گئے
حتیٰ کہ نظام علیخاں دریائے گوداوری کے کنارے پہنچ گئے اور اپنے کارخانہ جات اور
ایک حصۂ فوج کے ہمراہ راکس بھون کے گھاٹ سے دریا کو عبور کیا اور بقیہ حصہ فوج راجہ پرتاب ونت
کی نگرانی میں دریا کے ادھر ہی کے کنارے پر رکا رہا عین اس موقع پر جانوجی بھونسلہ اپنی
فوج کی تنخواہ نہ پانے کے عذر پر راجہ پرتاب ونت سے علیحدہ ہو گیا اس تفرقہ سے خبردار
ہو کر رگھناتھ راؤ نے ۲۸ محرم ۱۱۷۷ھ (م ۸۔ اگست ۱۷۶۳ء) کو راجہ بہادر (پرتاب ونت) پر

اچانک حملہ کر دیا۔ جانبین کی فوجیں آپس میں گتھ گئیں معرکۂ جدال و قتال گرم ہوا نظام علیخاں کو اس حملہ کی خبر ہوی تو اُنھوں نے دریا کے دوسرے کنارے ہی سے توپوں کے ذریعہ راجہ بہادر کی امداد کی کوشش کی لیکن فاصلہ بہت بڑا تھا اس لئے اس کا کوئی اثر مترتب نہو سکا اور جب دیکھا کہ مدد کی کوئی صورت نہیں ہے تو خود بدولت اورنگ آباد کی سمت روانہ ہو گئے اثناء جنگ میں راجہ بہادر کی فوج کے ایک حصّہ نے رگھناتھ راؤ کے ہاتھی کو گھیر لیا اور قریب تھا کہ اس کو قید کر لیا جاتا لیکن اس موقع پر خود وہ اور تکارام ہری جوانمردی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مادھو راؤ نے اپنی فوج کے ساتھ بڑے زور کا حملہ کیا اور اپنے چچا کو چھڑا لیا ایسی نوبت پر مراد خان نے (جس کو راجہ پرتاب ونت سے دلی عناد تھا) اپنے ایک قراول (آرڈرلی) کو حکم دیا کہ راجہ بہادر کے گولی مار دے اس واسطے کہ اس منصوبہ کو جو اس نے رگھناتھ راؤ سے مصالحت قایم کر کے باندھا تھا راجہ بہادر کے طرز عمل سے نقصان پہنچا تھا اس کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اپنے حلیف رگھناتھ راؤ کے مقابلہ میں راجہ پرتاب ونت کو کامیابی ہو۔ مراد خاں کے آرڈرلی نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی گولی برابر نشانے پر بیٹھی۔ پرتاب ونت کی روح پرواز کر گئی[1] ہولکر کے پٹھان سپاہیوں نے اُن کا سر جسم پر سے اُتار کر نیزے[2] پر چڑھا دیا جس کو دیکھ کر راجہ بہادر کی فوج کے قدم اکھڑ گئے مآثر آصفی راجہ بہادر کے سر کو جسم سے علٰحدہ کرنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ بمجرد[3] گولی لگنے کے راجہ بہادر تختہ عماری پر گر پڑے جس سے فوج کے قدم اکھڑ گئے۔

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۳۴۴۔ [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴۔

موسیٰ خاں رکن الدولہ کا میدان جنگ سے فرار ہونا۔

مرہٹہ مراسلتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کی طرف کے دس ہزار آدمی مارے گئے بعض دریا میں کود کر ڈوب مرے بعض قید اور اکثر فرار ہو گئے۔ اسی موخر الذکر گروہ میں موسیٰ خاں (رکن الدولہ) بھی تھے جنھوں نے اس بھگدڑ میں بیک جامہ و دستار پونہ کی راہ لی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میدان جنگ سے نکل کر پونہ کیوں گئے۔ اس واسطے کہ یہ جنگ نظام علی خاں اور پیشوا کے مابین ہوی تھی وہ اگر مرہٹہ فوج کے خوف سے فرار ہوے تھے تو یہ قرین قیاس نہیں ہو سکتا کہ جس کے خوف سے بھاگیں اسی کے حدود حکومت بلکہ اسی کی راجدھانی میں پناہ لیں۔ درآنحالیکہ میدان جنگ کے مضافات ہی میں اپنے مالک کے علاقہ کے بہت سارے مواضع اور قلعے ایسے موجود تھے جہاں وہ بآسانی پناہ گزیں ہو سکتے تھے اس موقع پر اپنے آقائے ولی نعمت کے دشمن کے شہر میں پناہ لینے سے اس سوء ظن کی گنجایش پیدا ہو جاتی ہے کہ نظام علیخاں سے منحرف ہو کر ان کے مخالفین سے مل لینے کی خاطر انھوں نے پونہ کی راہ لی تا اس طریقہ سے کوئی مفید صورت پیدا ہو آئندہ کے واقعات سے اس قیاس کی تائید بھی ہوتی ہے جن میں نظام علیخاں نے مرہٹوں کے معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لی ہے اور اسی بے موقع دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوت میں انحطاط پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ان کو سات دریا پار کی اجنبی قوم سے مدد لینی پڑی۔ اکثر مورخین نے ان کے اس عمل کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن لچھمی نارائن شفیق ابن لالہ منسا رام خانی نے اپنی تصنیف مآثر آصفی میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے ہم اس کتاب کی اصل عبارت کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جس سے اس جنگ اور اس کی بھگڈر کے

علاوہ ہونے والے دیوان موسیٰ خان (احتشام جنگ رکن الدولہ) کے پکڑے جانے کی حالت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے :-

"مراد خاں[1] کہ با راجہ بہادر عناد دلی داشت رنگ جنگ دگرگوں دیدہ یقین دانست کہ اگر راجہ بہادر ازیں محاربہ زندہ ماند نخل ہستی او بہ تیشۂ ناکامی قطع خواہد کرد در عین دار و گیر قراول خود را اشارہ کرد کہ بلا تحاشا بضرب تیر تفنگ کار راجہ بہادر تمام شد و بمجرد رسیدن تیر تفنگ سر راجہ بہادر بر تختہ عماری رسید لشکریاں را از ملاحظہ ایں حال قدم ثبات از جا رفت و فتح مبدل بشکست شد فوج ہراس خوردہ تاب نائرۂ توپ و تیغ نیاوردہ بے اختیار خود را در گنگ انداختہ غریق بحر فنا شدند و گروہے از تیغ و تیر شربت مرگ چشیدند غرض عالمے تلف شد و اکثر ہا بہ اسیری آمدند و بعضی مال و متاع بدست غارتیاں دادہ آوارۂ دشت ادبار شدہ جان خود بسلامت بردند میر موسیٰ خان رکن الدولہ با یک جامہ و دستار از دست تاراج گراں پیادہ پا خود را نزد حیدر یار خاں شیر جنگ رسانید و ایں شیر جنگ پیش ازیں بدیوانی دکن سرفراز شدہ و مہر صلابت جنگ مجدد اً کندہ کنانیدہ بہ اتفاق رائے رایان و منجملہ

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴

وحمید اللہ خاں دیوان سرکار و لچھمن راؤ کھنڈ اکلہ مختار جمیع امور شدہ
بود و بعد آمدن بندگانعالی از ایلگندل کنارہ از حضور نمودہ در پونہ بسر
می برد آمدن میر موسیٰ خاں بادو گوش و بینی غنیمت پنداشتہ تواضع
تمام پیش آمدہ بہ اتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت۔"

اس موقع پر لچھمی نارائن شفیق نے جان بچاکر جانے والوں میں صرف اُن اصحاب کا ذکر
کیا ہے جنھوں نے اپنا مال و دولت غارتگروں کو دے دلا کر اپنی جان بچائی اور اسی تذکرے کے
بعد وہ موسیٰ خاں رکن الدولہ کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ انھوں نے بیک جامہ و دستار تاراج گروں
کے ہاتھ سے نکل کر اپنے آپ کو شیر جنگ کے پاس پہنچایا۔ اس سے صراحتاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ
مخالفین کے ہاتھ میں گرفتار ہوے اور اس کے بعد انھوں نے اپنا تمام اثاثہ بطور مخاصی بہا دیکر
رہائی پائی اور اگر شرائط رہائی کے تحت ہی وہ پونہ پہنچے یا پہنچائے گئے ہوں تو بعید از قیاس بھی
نہیں۔ گردھاری لال احقر نے تقریباً اسی زمانے میں اپنی تاریخ 'ظفرہ' لکھی ہے اور اس جنگ کے
واقعات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر ایک قطعہ بھی نظم کیا ہے لیکن سخت افسوس
ہے کہ اس میں اس نے موسیٰ خاں کے اس واقعہ سے قطعاً گریز کردی ہے جس سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یا تو اس واقعہ کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا یا اس لئے کہ اس نے اپنی تاریخ ان کے
عہد دیوانی میں لکھی ہے ان کے اثر کے تحت اس پر پردہ ڈالنے پر مجبور تھا۔ ورنہ ایسا اہم واقعہ
جس کی بنا پر ایک داروغہ ہرکارگان کو یک بیک اہم خدمت دیوانی ملی ہو اسی عہد کا ایک
مورخ کو (جو تقریباً اس واقعہ جنگ میں شریک بھی تھا) معلوم نہ ہونا قابل تسلیم نہیں ہوسکتا۔

بہر حال اس جنگ کی اطلاع کے بعد ہی نظام علیخاں اورنگ آباد روانہ ہوئے جہاں وہ غرہ صفر ۱۱۷۷ھ م ۱۱ اگست ۱۷۶۳ء کو پہنچے۔ بقول گرانٹ ڈف یہ جنگ دو روز تک ہوتی رہی اس کے بعد رگھناتھ راؤ بھی دریا کو عبور کرکے نظام علیخاں کے پیچھے ہی اورنگ آباد پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا وہاں کے صوبہ دار درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے شہر کا انتظام معقول کیا تھا۔ حملہ میں اس کو کامیابی ہونے نہ پائی اور وہ پسپا کردیا گیا اور صلح ہوگئی۔ جس میں رگھناتھ راؤ نے نظام علیخاں کی اس ہمدردی اور امداد کے نظر کرتے جو انھوں نے اس کے بھتیجے مادھوراؤ کے مقابلہ کے وقت اس کے ساتھ کی تھی اپنے عہدہ داروں میں مشورۃً یہ تحریک کی کہ اس علاقہ میں سے جو پیرگاوں کے صلح نامہ کی رو سے نظام علیخاں کو دیا جانا چاہئے تھا۔ بتیس لاکھ کا ملک جانوجی کو دیا جائے اور باقی نظام علیخاں کو۔ لیکن اس کے عہدہ داروں نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اس کو اس امر پر راضی کرلیا کہ بعوض انیس لاکھ کے صرف دس لاکھ محاصل کا علاقہ بندگانعالی کو دیا جائے چنانچہ صلح نامہ میں یہی طے پایا۔ اسی صلح نامہ کی رو سے یہ بھی طے پایا کہ گوپال راؤ پٹ وردھن کو حسب سابق قلعہ مرج تفویض کردیا جائے اس کی تکمیل کے بعد بندگانعالی اور رگھناتھ راؤ کی باہمی ملاقات ہوی دوران گفتگو میں انھوں نے جنگ راکس بھون کی ناکامی کا الزام راجہ پرتاب ونت کی سوء عملی پر رکھا اسی ملاقات میں رگھناتھ راؤ نے یہ اعتراف کیا کہ پیرگاؤں کی مہم میں جو کچھ مدد نظام علیخاں کی جانب سے اس کو دی گئی تھی وہ قابل امتنان تھی اور صلح نامہ کے موجب کاغذات گزاشت پیش کیئے اور جب جانوجی بھونسلہ کو اس کے کاغذات گزاشت دئیے جانے لگے تو مہادیو راؤ نے جانوجی کو اس کی دغابازی پر

بڑی لعنت ملامت کی اور اس پر یہ الزام لگایا کہ ایسے نامعقول طریقے سے اُس نے ایک ایسی سلطنت کی تباہی کا ارادہ کیا تھا جس کے ایک رئیس نے اس کے باپ کو سرفراز کیا اور ہندوؤں کو اس بلند مرتبہ پر پہنچایا۔

خدمت دیوانی پر رکن الدولہ کی سرفرازی اور اس کا سبب

راجہ پرتاب ونت دیوان کے جنگ میں کام آجانے سے خدمت دیوانی تقرر طلب تھی مگر فی الحال کوئی موزوں شخص بندگانعالی کو نظر نہیں آتا تھا اور مناسب نہیں تصور کرتے تھے کہ یہ خدمت عرصہ تک تقرر طلب رہے اس لئے انھوں نے متوفیٰ دیوان کے کمسن پوتے جمنا راجہ کو اس پر نامزد فرمایا جو صاحب تاریخ ظفرہ[1] کے بیان کے بموجب دو مہینے اس خدمت پر مامور رہے شیر جنگ نظام علیخاں کی آزردگی کی وجہ سے پونہ میں مقیم ہوگئے تھے جب موسیٰ خاں میدان جنگ سے نکل کر پونہ میں ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے تجویز یہ نکالی کہ موسیٰ خاں کو نظام علیخاں سے اپنی صفائی کا ذریعہ بنائیں اس غرض کے لئے انھوں نے مراد خاں کو اپنا ہم خیال بنایا اور چونکہ وہ اور رگھناتھ راؤ پہلے ہی سے راجہ پرتاب ونت کے مخالف تھے اس لئے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ راجہ پرتاب ونت کا پوتا نظام علیخاں کا دیوان بنے کیونکہ اس صورت میں اس امر کا امکان تھا کہ جمنا راجہ اپنے دادا کا بدلہ لینے کی خاطر رگھناتھ راؤ اور مراد خاں کے خلاف کارروائی شروع کردے اس لئے شیر جنگ اور مراد خاں نے موسیٰ خان کو دیوان بنانے کی کوشش کی اور متذکرۂ صدر صلح نامہ کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی قرار دی گئی کہ خدمت دیوانی پر

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۵۰۔

رکن الدولہ احتشام جنگ بہادر موسیٰ خاں

موسیٰ خاں مامور کئے جائیں اور اُدھر شیر جنگ نے موسیٰ خاں کو دیوان بنانے کی کوشش کر کے خود ان کے ساتھ یہ قرارداد کی کہ دیوان ہو جائیں تو وہ نظام علیخاں کی اُس غلط فہمی یا سوءظنی کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت ان کو پیدا ہو گئی تھی اور پھر انھیں حضوری میں طلب کر کے باریاب کرادیں چنانچہ اس شرط صلح اور باہمی مفاہمت کو صاحب مآثر آصفی نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

"(شیر جنگ) آمدن میر موسیٰ خان بادوگوش و بینی غنیمت پنداشتہ بتواضع تمام پیش آمدہ باتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت و از شروط صلح این ہم قرارداد کہ بجائے راجہ پرتاب ونت از انتقالش میر موسیٰ خاں مدار کار شود و از میر موسیٰ خاں کہ ناآزمودہ کار و سید صاف طینت و مقرب الحضرت بندگان عالی بود عہود و مواثیق مضبوط کرد کہ ہرگاہ ازیں جا مخلصی یافتہ بحضور رود و بر مدار المہامی مامور شود عفو تقصیرات شیر جنگ کنانیدہ از جانب مرہٹہ طلب داشتہ دخیل امور جزو کل سازد میر موسیٰ خاں از آں حالت کہ زندگانی خود دشوار می دانست منصب جلیل القدر مدار المہامی زیادہ از حوصلۂ خود تصور کردہ باشیر جنگ عہد کرد کہ ما بجائے پسر نمائیم و زندگی ما محض بتوجہ شما می شود چہ جائے کہ بر ایں مرتبۂ بلند سرفرازی فرمائید ما را بجز نام و فرماں بری دیگر نخواہد بود۔"[1]

[1] مآثر آصفی حصۂ دوم ورق ۶۴۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس وقت موسیٰ خاں شیر جنگ کے پاس بے سروسامانی کے
عالم میں پہنچے ہیں ان کی زندگی دشوار تھی چہ جائے کہ ان کو عہدۂ مدار المہامی کا خیال ہو
اسی بناء پر انھوں نے اس خدمت کو اپنے حوصلہ سے زیادہ تصور کرکے شیر جنگ سے یہ
اقرار کیا کہ "میں آپ کے فرزند کے مانند ہوں میری زندگی محض آپ کی توجہ سے ہو رہی ہے
اگر اس بلند مرتبہ پر مجھے سرفراز فرمائیں تو اس صورت میں آپ کی اطاعت و فرماں برداری کے
سوائے مجھ سے اور کیا ہو سکتا ہے" یعنے انھوں نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ خدمت دیوانی
سے گویا خود شیر جنگ ان کو سرفراز کر رہے ہیں اور تا زندگی انھوں نے کبھی اس احسان کو
فراموش بھی نہیں کیا اور آخر تک اپنا بزرگ سمجھتے رہے۔ بہرحال اس مفاہمت کے بعد
بندگانعالی نے حسب قرارداد موسیٰ خاں اقتشام جنگ کو خطاب رکن الدولہ اور سرپیچ مرصع
اور کنٹھہ مروارید مرحمت فرما کر خدمت دیوانی سے سرفراز فرمایا اس خدمت پر مامور ہو کر رکن الدولہ
نے بہ اظہار احسان و تعمیل اقرار سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ نظام علیخاں کے دل سے اس سوئے ظنی
کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت پیدا ہو گئی تھی۔ آخر اس میں ان کو کامیابی ہوی چنانچہ انھوں
نے شیر جنگ کو پونہ سے طلب کیا اور اپنے توسط سے باریاب کیا اور چونکہ شیر جنگ صلابت جنگ
کے عہد میں دیوان دکن رہ چکے تھے اور اس وجہ سے ریاست کے جزو کل امور سے واقف
اور لشکر کے عہدہ داروں اور سپاہیوں سے شناسائی رکھتے تھے وہ خود امور ریاست و
کاروبار سلطنت میں حصہ لینے لگے رکن الدولہ بظاہر مدار المہام تھے لیکن جمیع مہمات ریاست کی
اجرا انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا صاحب حدیقۃ العالم اسی واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

درعہد[1] نواب آصف جاہ ثانی در اوائل مدارالمہامی رکن الدولہ امور

ریاست بصوابدید آں امیر روشن تدبیر (شیر جنگ) تمشیت می یافت

بعد از آں کہ بنا بر کبر سن اگرچہ دست از آں کشید اما زمام وصول

ریاست در قبضہ اختیار آں والا اقتدار بود "

نظام علیخاں کا بہ ارادہ دھونی کی جانب

رگھناتھ راؤ سے صلح ہونے کے بعد نظام علیخاں غرۂ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ م ۹ ستمبر ۱۷۶۳ء کو اورنگ آباد سے نکلے اور ارادہ یہ کیا کہ سیر و شکار کرتے اور بیدر ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچیں اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہو کر ادھونی کی جانب متوجہ ہوں کہ بسالت جنگ تقریباً اس زمانہ سے جب سے کہ صلابت جنگ مچھلی بندر سے واپس ہوئے تھے ریاست کے لئے خیالات خام پکا رہے تھے اور اس دوران میں جب کہ نظام علیخاں زمام ریاست کو ہاتھ میں لینے اور اس کے بعد مرہٹوں کے مقابلے میں لگے ہوئے تھے اُن کے اس خیال میں ترقی ہوتی رہی ان کے طرز عمل پر معلومات حاصل کرنے کے بعد (جو اوراق مابعد میں مذکور ہے) ان کے ساتھ نظام علیخاں کے سلوک کا صحیح اندازہ کیا جا سکیگا۔

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۹۔

بسالت جنگ کی جدوجہد
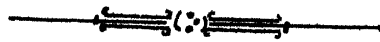
حصول امداد و ریاست کیلئے بسالت جنگ کی مساعی

حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علیخاں برار، صلابت جنگ حیدرآباد اور موسیٰ بُوسی پانڈیچری روانہ ہوگئے اور جب سرکاران شمالی میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے مابین جنگ ہونے لگی تو صلابت جنگ فرانسیسیوں کو مدد دینے کی خاطر حیدرآباد سے مچھلی بندر روانہ ہوئے لیکن وہ بعد از وقت موقع پر پہنچے اور انگریزوں کی کامیابی سے مطلع ہوکر ان سے مصالحت کی کوشش کرنے لگے اس دوران میں ان کو اطلاع ملی کہ نظام علیخاں برار سے حیدرآباد آرہے ہیں یہ سنتے ہی انھوں نے اپنی فوج کے ساتھ حیدرآباد کی راہ لی بسالت جنگ (جو اتبک بہ حیثیت وکیل صلابت جنگ کے ساتھ تھے) اُن سے علٰحدہ ہوکر اپنی جاگیر (ادھونی) کو چلے گئے اور ایک دستہ فرانسیسی فوج کا حیدر جنگ مقتول کے بھائی ذوالفقار جنگ کے تحت نوکر رکھ لیا اور اپنے علاقہ سے نجیب اللہ قلعدار نیلور اور اُن بڑے بڑے پالیگاروں کو جو دریائے پنار کے کنارے رہتے تھے شاہی پیشکش کی ادائی کی نسبت تاکیدی خطوط لکھے اور یہ ظاہر کیا کہ منجانب شہنشاہ وہ اس غرض کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

فرانسیسیوں کے تعلقات بسالت جنگ کے ساتھ

اسی عرصہ میں موسیٰ بُوسی کو یہ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ وہ صلابت جنگ سے مکرر اتحاد قایم کریگا اور یہ منصوبہ باندھ رہا تھا کہ صلابت جنگ سے

عرض معروض کر کے کرناٹک کی قیادت بسالت جنگ کے نام پر منظور کرا دے تاکہ وہ (بسالت جنگ) وقتاً فوقتاً انگریزوں کے مقابلے میں فرانسیسیوں کی مدد کرتے رہیں اور یہ تہیہ کیا کہ وہ ایک دستہ فوج کے ساتھ بسالت جنگ کے پاس جا کر یہ معاہدہ طے کر لے کہ کرناٹک کی قیادت ملنے پر وہ اس کی مدد کرتے رہیں۔ اسی دوران میں اُس کو وندواسی (وانڈیواش) کی فتح کی اطلاع ملی جس کی وجہ سے وہ مقبوضات جدیدہ کے نئے انتظامات کی خاطر اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے سے ایک عرصہ تک باز رہا۔ اس دوران میں بسالت جنگ نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی چنانچہ انھوں نے پولور پہنچ کر یہ اعلان کر دیا کہ اب نیلور پر حملہ کر دیں گے۔ لیکن جب وہ پنار کے قریب پہنچے تو انہوں نے جنوب کی سمت جانے کے عوض مغربی رُخ اختیار کیا اور ۱۰۔ ستمبر (م ۱۷۔ محرم) کو سانگام کے میدان میں اُترے جو نیلور سے سولہ میل پر ایک ندی کے کنارے واقع ہے یہاں پہنچکر انھوں نے نجیب اللہ اور تین اور زمینداروں کو طلب کیا کہ وہ بذات خود حاضر ہو کر نذر و پیشکش داخل کریں۔ لیکن ان سب نے بہ لطائف الحیل ٹال دیا۔ آخر وہ اپنی تمام فوج کے ساتھ دریا عبور کر کے یکم اکتوبر (م ۸۔ صفر) کو سیداپورم میں قیام پذیر ہوے اور موسیٰ بوسی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ بوسی ۱۸۔ اکتوبر (م ۲۵۔ صفر) کو آرکاٹ سے نکل چکا تھا کہ وندواسی کی فرانسیسی فوج تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بغاوت پر آمادہ ہوگئی اُس کا کچھ اثر خود اس کی رکاب کی فوج میں بھی پیدا ہونے لگا تو اس نے فوج کے تمام سپاہیوں کو اُنکی اپنی تنخواہوں کا ایک ایک حصہ دیکر سمجھا دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے راستہ کا رُخ بدلا۔ انگریز وندواسی

شکست کھا کر کنجیورم پر آ ٹھیرے جہاں سے گورنمنٹ مدراس نے کیپٹن مور کے تحت تو سو سپاہیوں[1]
کی فوج بسالت جنگ کی طرف روانہ کی۔ وہ اس زمانہ میں سیداپورم ہی میں مقیم تھے یہ فوج اس
غرض سے بھیجی گئی تھی کہ بسالت جنگ کو بوسی کی فوج سے ملنے نہ دے۔ بنگر پا چیم اور وا مرلہ
وینکٹ پیٹھ کے پالیگار ابتک انگریزوں کے طرف دار تھے لیکن جب وہ انگریزی فوج کی
امداد سے مایوس ہوگئے تو سمپت راؤ[2] کے توسل سے بسالت جنگ کے پاس چلے گئے
محفوظ خاں[3] اور سمپت راؤ نے اپنے ایک وکیل کے ذریعہ بسالت جنگ کے ساتھ مفاہمت
کرلی۔ سمپت راؤ نے یہ خیال کیا کہ اگر بسالت جنگ نواب کرناٹک ہوجائیں تو وہ اس کو
اپنا دیوان بنالیں گے اور جب وہ اپنے کاروبار کے تحت اپنے مرکز (ادھونی) کو لوٹ جائینگے
تو کرناٹک میں محفوظ خاں کو اپنا نائب مقرر کردیں گے اور (محفوظ خاں، سمپت راؤ اور
بسالت جنگ میں) یہ مشورہ ہونے لگا کہ فرانسیسیوں سے کیا معاہدہ طے کیا جائے۔ اس نوبت
پر آرمی کا بیان ہے کہ صلابت[3] جنگ کے دربار کا ایک امیر جو نظام علی خاں کا ایک معتبر
طرفدار تھا۔ بسالت جنگ کے پاس پہنچا تا اُن کو انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کی مدد حاصل

---

[1] یہ پہلے انورالدین خاں نواب کرناٹک کا دیوان تھا ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے محمد علی کے پاس بھی رہا مگر انھوں نے اس کا اعتبار نہ کیا تو وہ مدراس کے محاصرے کے کچھ ہی عرصہ قبل اپنی تمام دولت لیکر کالستری میں جا رہا اور موجودہ نواب کرناٹک سے برسر خاطر ہو کر محفوظ خاں سے مل کر مٹنے والی اس ملک فساد مچا رکھا تھا۔

[2] یہ انورالدین خاں، نواب کرناٹک کے دوسرے بیٹے اور محمد علیخاں کے بڑے علاتی بھائی تھے اور محمد علیخاں سے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ریاست کرناٹک کا احق قرار دیتے تھے اور حصول ریاست کے لئے ہمیشہ اپنے بھائی کے مقابلے میں ساعی رہے تھے۔ [3] آرمی جلد ۲ صفحہ ۵۳۱۔

کرنے سے باز رکھے اور اس کے صلے میں ان کو مزید جاگیر و عطیہ کی توقع دلائی گئی افسوس ہے کہ اُن امیر کا نام و نشان نہ آرمی کو معلوم ہو سکا نہ ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ بسالت جنگ آخر سمپت راؤ کے مشورے پر مائل ہوئے اور اگر انگریزی فوج کالستری میں نہ پہنچی ہوتی تو وہ (بسالت جنگ) کرناٹک کے علاقہ میں داخل ہو گئے ہوتے انگریزوں کے کالستری میں آجانے کے علاوہ وہ اس وجہ سے بھی پست ہمت ہو گئے کہ موسیٰ لوسی اپنی معینہ تاریخ کے بعد بھی سیدا پورم نہ آیا۔ جہاں اُن سے ملنے کی قرار داد ہوئی تھی۔ جب اُن (بسالت جنگ) کو وندواسی کی فرانسیسی سپاہیوں کی بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ پنار کو عبور کر کے شمال مغربی سمت میں کڈپہ چلے گئے اُن کی فرانسیسی فوج ان کے ساتھ رہی اور فرانسیسی عہدہ دار اُن کو یقین دلاتے رہے کہ بوسی اُن سے کڈپہ میں آملیگا بوسی کو یہ اطلاع ۲۴ ر اکتوبر (م ۲ ربیع الاول) کو ملی اور وہ فوج کی صرف تین کمپنیوں کے ساتھ اُسی دن نکلا اور ۱۰ ر نومبر ۱۷۵۸ء (م ۱۹ ربیع الاول) کو بسالت جنگ کے کیمپ میں پہنچا جو کڈپہ سے چھ میل پر ایک میدان میں قایم ہوا تھا بسالت جنگ کے رکاب کی فرانسیسی فوج کو تنخواہ کے علاوہ سامان رسد کی بھی سخت تکلیف تھی اور ان کی ضروریات کی بابجائی میں عہدہ داروں نے اپنی ایک ایک چیز فروخت کر دی تھی انہیں تکالیف کی وجہ سے یہ فوج بھی باغی ہونے پر آمادہ تھی۔ بوسی سے مل کر بسالت جنگ نے اپنے یہ شرائط پیش کئے :-

بسالت جنگ کے شرائط اتحاد فرانسیسیوں کے ساتھ

(۱) فرانسیسی اُن (بسالت جنگ) کو آرکاٹ کا خود مختار مالک تصور کریں۔

(۲) فرانسیسی اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کو اُن کے تفویض کردیں۔

(۳) اُن ممالک کی آمدنی کا صرف ایک ثلث حصہ بسالت جنگ ان کے حق میں چھوڑدیں گے۔

(۴) اس کے بعد جو حصۂ ملک فتح ہو وہ بلا شرکت غیرے خود اُن کی ملک ہوگا

(۵) ریاست کے کاروبار دیوان چلائیگا جس کو وہ خود مامور کریں گے۔

(۶) فرانسیسی اس امر پر حلف اٹھالیں کہ اگر نظام علیخاں کرناٹک میں داخل ہو تو بسالت جنگ کی مدد کریں گے اور اگر فرانسیسی انگریزوں سے صلح کرلیں یا اُن کو فتح کرلیں تو نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کا ایک حصہ وہ اُن (بسالت جنگ) کو دیں

(۷) صلح ہوجانے کے بعد کرناٹک اور اس کے محالات پر بسالت جنگ قابض رہیں گے اور فرانسیسی کسی حصۂ آمدنی کے مستوجب نہیں ہونگے۔

(۸) بسالت جنگ کو اختیار رہوگا کہ وہ جب چاہیں دکن میں داخل ہوں۔

(۹) جب کبھی وہ اپنے مرکزی مقام سے نکلیں تو فرانسیسیوں کو چاہئے کہ وہاں کی حفاظت تین سو یورپین اور دو ہزار دیسی سپاہیوں اور توپ خانہ اور آلات حرب و ضرب کے ساتھ کریں اور اس کے اخراجات کرناٹک کی آمدنی سے بسالت جنگ ادا کردینگے

(۱۰) ایک عرصہ سے بسالت جنگ کی فوج کی تنخواہ تقسیم نہیں ہوی تھی اور ناصر جنگ کی شہادت کے بعد سے وہ کرناٹک میں خدمات بجالانے سے پہلو تہی کرتی تھی اس لئے موسیٰ بوسی کو چاہئے کہ چار لاکھ روپیہ قرض دے تاکہ اس رقم سے فوج کی تنخواہ ادا کرکے

اس کو پیش قدمی پر رضامند و آمادہ کیا جا سکے۔

(۱۱) موسیٰ بُوسی کو اگر اس معاہدے پر عمل کرنا منظور نہ ہو تو بسالت جنگ کے آرکاٹ پہنچنے کے بعد اس کی فوج پُرامن طریقہ سے ان کے علاقہ سے باہر ہو جائے۔

ان شرائط کا مسودہ ہمپت رائے نے مرتب کیا تھا ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کا کوئی رکن جس کا مطمح نظر جلب منفعت اور ملک گیری ہو ان شرائط کو کس طرح منظور کر سکتا تھا بُوسی نے ان کو پسند نہ کیا اور دوسرے شرائط پیش کئے جن کو بسالت جنگ نے منظور کیا اور اُس کی صلاح سے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کی رُو سے صوبۂ آرکاٹ فرانسیسیوں کو دیدیا گیا اور یہ احکام نافذ کر دئے گئے کہ اس علاقہ کے تمام زمیندار پالیگار فرانسیسی گورنمنٹ کو مقررہ نذرانہ و پیشکش ادا کیا کریں۔ اس تصفیہ کے بعد بُوسی نے بسالت جنگ ہی کی رقم سے ضروریات فوج کی تکمیل کر لی اور چھٹے دن ۱۶ نومبر (م ۲۵ ربیع الاول) کو واپس ہوا اور ۱۰ دسمبر ۱۷۵۹ء (م ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ) کو آرکاٹ پہنچا۔

بسالت جنگ کا وکیل مطلق کی حیثیت سے معاملات ریاست میں دخیل ہونا

اس واقعہ کے مہینہ دو مہینہ کے اندر اندر اودگیر کی جنگ ہوی جس کے بعد نظام علیخاں راجمندری گئے تو بسالت جنگ صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور ان کے وکیل مطلق کی حیثیت سے کاروبار ریاست میں دخیل ہو گئے صاحب سوانح دکن کا بیان ہے کہ اس دفعہ[1] ان کے انتظام سے خرچ بڑھ گیا اور آمدنی گھٹ گئی۔ جس کی وجہ سے فوج قابو سے باہر ہو گئی اور ہر ایک امیر اپنے فدح کی خبر

---

[1] سوانح دکن صفحہ (۱۷)۔

منانے لگا ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ اس وہلہ میں بسالت جنگ نے کاروبار ریاست زیادہ عرصہ تک انجام نہیں دئے سال چھ مہینے میں کسی ریاست کے مداخل و مخارج کی کمی یا اضافہ کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس نوبت پہ آمدنی کی کمی کا الزام ان پہ عائد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جنگ اودگیر میں جو صلح ہوی تھی اس کی رُو سے تقریبًا ساٹھ لاکھ محاصل کا نقصان ہو گیا تھا اور یہ انصاف سے بعید ہے کہ اس کمی کا الزام بسالت جنگ کے ذمہ عائد کیا جائے بہر حال اس دوران میں بسالت جنگ کو یہ سوجھی کہ اپنی جاگیر کے اطراف کے علاقے[1] کو ریاست کی فوج کے ذریعہ اپنے زیر اثر لائیں چنانچہ وہ صلابت جنگ کو لیکر بیجا پور کی طرف روانہ ہوے ابھی بلاری تک ہی پہنچے تھے کہ بندگانعالی کو بسالت جنگ کے طرز عمل کی خبر ملی اور وہ بہ منازل طولانی بھائی کے پیچھے روانہ ہوے جب ان کی آمد کی خبر ملی تو بسالت جنگ صلابت جنگ کو چھوڑ کر ادھونی چلے گئے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے ریاست کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ یا تو اپنے جلب منفعت کی غرض سے کر رہے تھے یا نظام علیخاں کے منصوبوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جب اُن کو اِن کے آنے کی خبر ملی تو وہ اسی وجہ سے سب چھوڑ چھاڑ اپنی جاگیر کو چلے گئے رحمت خاں فوجدار کرنول ان کی طرفداری پر آمادہ ہو گئے اور یہ دونوں متحد ہو کر بڑے منصوبے باندھنے لگے۔ اس دوران میں نظام علیخاں مرہٹوں کے معاملات میں گتھے رہے جسکی وجہ سے ان کو موقع نہیں ملا کہ بسالت جنگ کی

---

[1] یہ علاقہ یا تو مرہٹوں کی دست برد سے یا حیدر علیخاں کی مداخلت کے باعث انکی دسترس سے باہر ہو رہا تھا۔

تہدید و تنبیہ کرتے یہاں تک کہ راکس بھون کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے جنوبی معاملات میں دلچسپی لینے کا تہیہ کیا۔

صلابت جنگ کا انتقال اور اس کے متعلق مورخین کا بیان

جب نظام علیخاں حیدرآباد کے ارادے سے اورنگ آباد سے نکلے تو ان کو اطلاع ملی کہ ۸ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ (م ۱۶ ستمبر ۱۷۶۳ء) کو بیدر میں صلابت جنگ کا انتقال ہو گیا ان کی وجہ مرگ کے متعلق گرانٹ ڈف[1] کہتا ہے کہ نظام علیخاں نے ان کو ہلاک کروا دیا۔ صاحب مآثر آصفی[2] کا بیان بھی یہی ہے صاحب حدیقۃ العالم[3] کہتا ہے کہ ان کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ اور صاحب اندازہ واقعات دکن کا بیان ہے کہ صلابت جنگ نے قید خانہ سے نکل جانے کی چند بار ناکام کوششیں کیں جس پر وہ ہلاک کئے گئے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ صلابت جنگ کی یکایک موت کی اطلاع پر مورخین نے اپنا اپنا قیاس لگایا ہے لیکن کسی مورخ نے اپنا ذریعہ معلومات نہیں بتایا ہے جس سے حقیقت واقعہ پر کوئی تنقیدی نظر ڈالی جا سکتی تاہم ہمارے خیال میں ایسا کوئی قیاس قائم کرنے سے پیشتر یہ امر غور طلب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہلاک کرنے کے لئے یہ محل یا موقع تھا بھی یا نہیں۔ ہم ایسی کوئی کافی وجہ نہیں پاتے جس پر سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ نظام علیخاں اپنے بھائی کی موت کا باعث ہوئے جب انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کر دیا اور وہ ہر طرح سلطنت پر قابض ہو چکے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اُن کی جان کے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۲۶۔

[2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۷۔

[3] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۴۔

درپے ہوتے اس کا امکان اسی وقت تھا جب کہ انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کیا تھا نہ کہ اس کے تیرہ مہینے بعد اگر یہ تصور کیا جائے کہ رگھنا تھ راؤ کے غلبہ پانے کی وجہ سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ بجائے نظام علیخاں کے صلابت جنگ کو پھر تخت پر بٹھا دے گا جیسا کہ حدیقۃ العالم میں بتایا گیا ہے تو یہ اس وجہ سے باور نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ کے ساتھ ہی رگھناتھ راؤ نظام علیخاں کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچ گیا جہاں اس سے صلح ہو گئی اگر وہ صلابت جنگ ہی کی طرفداری پر مائل ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ دریائے گوداوری کے اسی کنارے سے جہاں جنگ ہوئی تھی وہ بیدر کی طرف روانہ ہو جاتا اور صلابت جنگ کو قلعہ سے نکالکر تخت نشین کر دیتا۔

بسالت جنگ کو صلابت جنگ کے رحلت کی اطلاع پر بدگمانی

صلابت جنگ خواہ اپنی مرگ طبعی سے مرے ہوں خواہ کسی نے ان کو قتل کیا ہو مگر ان کی موت کی اچانک اطلاع جب بسالت جنگ کو پہنچی تو ان کو نظام علیخاں سے اور سوءظنی پیدا ہو گئی اور ان کو ان کے حاشیہ برداروں نے یقین دلا دیا کہ نظام علیخاں ہی نے ان کو ہلاک کرا دیا ہے اب اگر بسالت جنگ ان کے ہاتھ لگ جائیں تو ان کی بھی خیر نہیں اس کے بعد وہ نظام علیخاں کے اور زیادہ مخالف اور فوجدار کرنول کے ساتھ متحد ہو کر آمادۂ پیکار ہو گئے۔

نظام علیخاں کو اپنے بھائی (صلابت جنگ) کے انتقال کی اطلاع ملی تو انھوں نے بہت کچھ اظہار ملال کیا اور حسب دستور تین دن تک ڈیوڑھی کی نوبت نوازی موقوف کرا دی اور تین دن تک خود بدولت برآمد نہیں ہوئے فاتحہ زیارت کے بعد دربار منعقد ہوا

اور حیدرآباد کی طرف روانگی عمل میں آئی۔

شوراپور کے زمیندار نے عرصہ سے پیشکش ادا نہیں کی تھی اس لئے دوران سفر ہی میں بندگان عالی نے ظفر الدولہ کو اس کے وصول کرنے کے لئے مامور کیا اور آپ حیدرآباد رونق افروز ہوے یہاں پہنچکر اعلحضرت نے مراد خاں اور اس کے خلیرے بھائی ہمت خاں کو قلعۂ گولکنڈہ میں قید کر دیا کہ انھوں نے برگشتہ رگھناتھ راؤ سے سازباز کر لی تھی اور راکس بھون کی جنگ میں افواج بندگانعالی کی شکست کا باعث در اصل یہی مراد خان نامراد تھا۔

بسالت جنگ پر نظام علیخاں کی فوج کشی

اس کے بعد نظام علیخاں حیدرآباد سے ادھونی روانہ ہوے جب اُن کا لشکر دریائے تنگبھدرا کے قریب پہنچ گیا اور بسالت جنگ نے اپنے آپ میں ان کے مقابلے کی طاقت نہ پائی تو کرنول کے قلعہ میں متحصن ہو گئے۔ نظام علیخاں نے رسل و رسائل اور قاصد و ایلچی کے ذریعے فہمایش کی اور اُن کی گذشتہ فروگزاشتوں کی معافی اور ان کی جاگیر ادھونی اُن پر حسب سابق بحال رکھنے کا وعدہ کیا جس کے بعد بسالت جنگ نے رسمت خاں فوجدار کرنول کے ہمراہ ۱۵ صفر ۱۱۷۸ھ (م ۱۴ اگست ۱۷۶۴ء) کو بندگانعالی کی خدمت میں حاضر اور قدمبوسی سے مشرف ہوے اور حسب قرارداد ان کی جاگیر اُن پر بحال کر دی گئی۔

نظام علیخاں کرناٹک میں

چندربدن اور مہیار کا قصۂ عشق اور اُن دونوں کی قبر کی زیارت

اُدھونی کی مہم سے فراغت پاکر خود بدولت ترپتی روانہ ہوئے موقع پر صاحبِ توزک آصفیہ نے ذکر کیا ہے کہ موضع کدری کوٹہ میں ایک قبر پائی گئی جس کے دو تعویذ تھے بندگانعالی نے اس کو ملاحظہ کرکے دریافت فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور یہ قبر کس کی ہے معلوم ہوا کہ اس میں مہیار[1] نامی عاشق اور اس کی معشوقہ چندر بدن دفن ہیں۔ بندگانعالی کا قیام اس موضع میں تین روز رہا لشکر کے اکثر لوگ اس قبر کی زیارت کرتے رہے چوتھے روز وہاں سے کوچ ہوا اور سواری کوہستان

---

[1] مورخ موصوف کا بیان ہے کہ اُن دونوں کے معاشقہ کا واقعہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں گزرا ہے لیکن اس تاریخ کے نسائع کنندہ میر احمد علی صاحب موسوی کہتے ہیں کہ انھوں نے بعض نسخوں میں اس واقعہ کو محمد عادل شاہ کے عہد میں لکھا پایا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ میں نہیں کیا ہے جو ابراہیم عادل شاہ ہی کے زمانہ کا مورخ ہے البتہ اس کا ذکر تاریخ عادل شاہیہ کے مصنّف نے کیا ہے جو اس واقعہ کو محمد عادل شاہ کے عہد سے متعلق کرتا ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ شاہ تجلی مصنف توزک آصفیہ نے اس واقعہ کو بہ شکل مثنوی مفصلاً لکھا ہے کیونکہ اپنی تاریخ میں جہاں انھوں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہیں اپنے چند اشعار بھی لکھے ہیں جن سے اس قصہ کا ذرا سا خاکہ ذہن میں آجاتا ہے ممکن ہے کہ ان کا ماخذ چندر بدن و مہیار کی وہ اُردو مثنوی ہو جس کو مرزا محمد مقیم مقیمی نے [illegible] اور [illegible] کے مابین لکھا ہے۔

ترپتی میں داخل ہوی اطراف کے چھوٹے چھوٹے زمیندار اور پالیگاروں نے خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے پیشکش داخل کئے۔

نظام علیخاں کے آنے کی اطلاع پر نواب کرناٹک کا مدراس چلا جانا

نواب کرناٹک کو جب بندگانعالی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ آرکاٹ چھوڑ مدراس چلے گئے اس چڑھائی کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کا علاقہ صوبہ دکن میں شامل تھا جس پر نظام علیخاں منجانب شہنشاہ مغلیہ صوبہ دار مقرر ہوے تھے اور نواب کرناٹک صوبہ دار دکن کے زیر اثر و اقتدار ہوتا تھا۔ لیکن موجود الوقت نواب ان کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور سالانہ واجب الادا رقم عطا نہیں کر رہے تھے نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کی غرض یہی تھی کہ ان کو راہ راست پر لائیں لیکن جب محمد علیخاں نواب کرناٹک کو اُن کے آنے کی اطلاع ہوی تو اُن سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑی اور وہ سیدھے انگریزی کمپنی کی حمایت میں چلے گئے جس پر بندگانعالی نے یہ مناسب خیال کیا کہ اپنے پاس سے کسی دیرینہ کار امیر کو بہ حیثیت سفیر مدراس بھیجیں تا کہ وہ خود نواب کرناٹک کو حکمت عملی سے راہ راست پر لگا لائے اور اس غرض کے لئے منیر الملک میر ابو حیدر یار خاں شیر جنگ کا انتخاب فرمایا امتثال امر میں وہ مدراس گئے اور نشیب و فراز سے نواب کرناٹک کو آگاہ کر کے ہموار کر لیا لیکن اُن پر نظام علیخاں کا رعب ایسا مستولی ہو گیا تھا کہ وہ بذات خود بندگانعالی کے حضور میں نہ آسکے البتہ اپنا ذمگی پیشکش اور اپنی نذریں شیر جنگ ہی کے ذریعے داخل کر دیں اور آئندہ اطاعت کا اقرار کر لیا۔

نظام علیخاں کا کرناٹک پر حملہ کرنا اور اس کے متعلق انگریزی مورخین کا بیان

اس موقع پر نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کے متعلق ایچیسن نے

بیان کیا ہے کہ انھوں[۱] نے ۱۷۶۵ء (م ۱۱۷۹ھ) میں کرناٹک پر حملہ کیا لیکن وہ پسپا کردئے گئے خدا جانے اس پسپائی کا داخلہ اس کو کہاں سے مِلا۔ برگس نے بھی اپنی کتاب دی نظام میں لکھا ہے کہ کرنل کیمبل[۲] نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کا یہ بیان بھی ہماری نظر میں قابل تحقیق ہے اس واسطے کہ[۳] ۱۷۶۴ء کے اختتام سے جون ۱۷۶۶ء تک مدراس گورنمنٹ سے مختلف رسالے اور پلاٹن مرکزی اور جنوبی کرناٹک کے پالیگاروں کے مقابلے کے لئے مامور ہوئے تھے اور ترچنا پلی کے شمالی علاقہ کے پالیگاروں کے مقابلے میں کرنل چارلس کیمبل کے تحت ایک مختصر سی فوج بھیجی گئی تھی جو کہیں نظام علیخاں کی فوج سے مقابل نہیں ہوی اور خود کرنل مذکور کی رپورٹ کے شائع شدہ حصہ میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کرنل کیمبل نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت پر مجبور کردیا۔ یہ ممکن ہے کہ کیمبل نے بندگا نعالی کے طرفدار پالیگاروں پر حملہ کرکے ان کو پسپا کیا ہو اور اہالیان کمپنی نے اس کی اس کارگزاری کو نظام علیخاں کے مقابلے میں تصور کیا ہو لیکن ہم کو اس کا بھی کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا اور تاوقتیکہ ایسا کوئی مواد یا رپورٹس یا اور حالات شائع نہوں جن سے اس کا ثبوت ملے۔ ہم یہی یقین رکھتے ہیں کہ نظام علیخاں اور انگریزی فوج کا اس عرصہ میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔

---

[۱] ٹری ٹیز طبع ۱۹۲۹ء جلد صفحہ ۲۔ [۲] دی نظام جلد اول صفحہ ۶۹۔ [۳] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ (۱۹۶)۔

کرناٹک سے نظام علیخاں کی واپسی

کرناٹک سے واپسی کا راستہ

بہرحال جب شیر جنگ محمد علیخاں نواب کرناٹک کے پاس سے تحفہ تحائف اور نذر و پیشکش لیکر حاضر ہوے تو بندگانعالی نے راجمندری کی طرف کوچ کے احکام صادر فرمائے کہ وہاں کے معاملات کو اپنے قابو میں لانا ضروری تھا اس واسطے کہ اودگیر کی جنگ کے بعد نظام علیخاں ادھر کے انتظام کی غرض سے نکلے تھے مگر چونکہ راستہ ہی میں انکو صلابت جنگ کے انحراف کی اطلاع ملی تھی اس لئے کسی انتظام کے بغیر وہ حیدرآباد لوٹ گئے تھے اور یہاں کے انتظامات کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھا تھا جس کا موقع اُن کو اب ملا۔ اس سفر میں ایسے راستہ سے گزر ہوا جس میں کوہستانی سلسلہ کی وجہ سے اور پانی نہ ملنے کے باعث فوج کو بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب تزک آصفیہ نے یہ بیان کی ہے کہ اس علاقہ والوں نے یہ خیال کیا کہ اگر آباد حصۂ اراضی سے گزر ہوگا تو اراضی پامال اور زمینداروں کو نقصان پہنچے گا اور بندگانعالی بہت جلد راجمندری پہنچکر وہاں کے صوبہ دار قطب الدولہ حسن علیخاں کو قابو میں لانا چاہتے تھے اس لئے زمینداروں نے عرض کیا کہ یہی غیر آباد کوہستانی راستہ قریب تر ہے لیکن یہ توجیہ کچھ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ راجمندری کے انتظام کی ایسی کوئی جلدی نہیں تھی جہاں پر دو چار سال کا توقف ہوا وہاں اور ایک دو مہینہ کی تاخیر ہو سکتی تھی اور کرنول اور اس کا جنوبی حصۂ اس خطہ

سے زیادہ آباد تھا جہاں کے گزرنے میں اس قسم کا کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا تھا تو پامالی
اراضی کی نسبت یہاں کے زمینداروں کا معروضہ کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا تھا۔
لیکن ہم کو اس قیاس کی بھی کوئی گنجایش نہیں معلوم ہوتی کہ کسی بیرونی یا مخالف قوت کے تصادم
کے اندیشے سے انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا اس واسطے کہ کرناٹک کے علاقہ کے اکثر و بیشتر
زمیندار و پالیگار اُن کے مطیع ہو چکے تھے اور نواب کرناٹک بھی اُن سے متحد ہو گئے تھے
بہرحال صورت حالات کے نظر کرتے ممکن ہے کہ نظام علیخاں نے اسی کڈھب
راستہ کو ترجیح دی ہو۔ بندگانعالی دریائے کرشنا پار ہوئے نور احمدندری کے صوبہ دار نے
قدمبوسی کا شرف حاصل کیا وہ قبل ازیں خدمت سے معطل کر دئے گئے تھے لیکن جب
بندگانعالی بجوارہ پہنچے تو وہ بحال کر دئے گئے۔

نظام علیخاں کا حیدرآباد واپس آکر انتظام ریاست میں منہمک ہونا

یہاں سے بندگانعالی حیدرآباد روانہ ہوئے جہاں پہنچکر اعلیحضرت نے برار اور اورنگ آباد کی صوبہ داری کا انتظام
فرمایا چنانچہ اورنگ آباد کی صوبہ داری سے درگاہ قلی خاں سالار جنگ کو علیحدہ
کر کے ان کی جگہ غلام سید خاں معین الدولہ کو اور غلام سید خاں کی جگہ برار کی صوبہ داری
پر اسمٰعیل خاں پنی کو مامور کیا۔ اس انتظام سے شیر جنگ اور ان کے طرفداروں کا
اثر کم ہو گیا اور غلام سید خاں (ارسطو جاہ) اور ان کے جانب داروں کو ترقی ہوئی
اور شیر جنگ نے دیوانی کے معاملات میں دلچسپی لینی کم کر دی ممکن ہے کہ اُن کے
نزدیک اس انتظام کے بانی مبانی دیوان وقت موسیٰ خاں رکن الدولہ ہی ثابت

ہوسے ہوں ۔

محکم سنگھ پیشکار کا طرز عمل اور اس کا اثر رکن الدولہ پر۔

موسیٰ خان رکن الدولہ نے دیوان ہونے کے بعد محکم سنگھ کو اپنا پیشکار بنایا تھا ان کی طبیعت بہت جز رس واقع ہوئی تھی جس کا اثر رکن الدولہ پر بھی آہستہ آہستہ ہوتا رہا لیکن جب تک وہ شیر جنگ کے مشوروں پر کاربند رہے ان سے ایسی کوئی فروگذاشت ہونے نہیں پائی جو عام بددلی کا سبب ہوتی جب دربار کے رنگ کو شیر جنگ نے بدلتا ہوا پایا تو وہ آہستہ آہستہ معاملات دیوانی سے اپنا تعلق کم کرتے گئے اور رکن الدولہ اپنے پیشکار کے مشورے پر کام کرنے لگے مہم جنوبی کی زیر باری کے باعث فراہمی زر کی ضرورت محسوس ہونے لگی جس کے لئے محکم سنگھ نے یہ تدبیر پیش کی کہ تمام جاگیرداروں اور انعامداروں پر ان کے جاگیرات اور انعامات کا ایک سالہ محاصل بطور مصادرہ عاید کر دیا جائے اس پر رکن الدولہ نے ذرا بھی دور اندیشی سے کام نہ لیا اور صرف یہ معلوم کر کے کہ اس طریقہ سے آمدنی معقول ہو جائیگی اس تجویز پر صاد کر دی اور احکام حسبہ جاری ہو گئے اور رقمیں اسی بنا پر بجبر و تعدی وصول کی گئیں جس کی وجہ سے تمام جاگیردار و انعامدار موسیٰ خاں رکن الدولہ سے ناراض ہو گئے اور اس کے بعد سے واقعات ایسے پیش آتے گئے جس سے ان کے خلاف عام ناراضی بڑھتی گئی حتیٰ کہ خود محلات مبارک میں بھی ان کی نسبت شکایت پیدا ہو گئی جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی

راجہ ناگپور پر حملہ

سنہ ۱۱۸۰ھ میں نبدگانعالی جانوجی بھونسلہ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلے اس حملہ کی وجہ کسی فارسی مورخ نے نہیں لکھی ہے گرانٹ ڈف البتہ یہ کہتا ہے کہ رگھناتھ[1] راؤ نے حال ہی میں حیدر علیخاں سے جو صلح کی تھی اس سے مادھوراؤ پیشوا ناراض تھا اور اپنی ماں کی تعلیم پر اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے علحدہ بھی ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں رگھناتھ راؤ اس سے علحدہ ہو کر جانوجی بھونسلہ یا نظام علیخاں سے متفق نہ ہو جائے۔ اسی لئے اس نے مناسب یہ خیال کیا کہ پہلے جانوجی بھونسلہ اور نظام علیخاں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتفاق کر کے دوسرے کو اپنے زیر اثر کرلے چونکہ اس زمانے میں حیدر علیخاں کے مقابلہ میں نظام علیخاں کو مادھوراؤ پیشوا سے مدد حاصل کرنے کی توقع تھی اس لئے پیشوا نے یہ تجویز نکالی کہ پہلے نظام علیخاں کو جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں اپنا شریک بنالے ان دونوں میں کوئی خفیہ سمجھوتہ ہو گیا اور ادھر سے پیشوا اور ادھر سے نظام علیخاں اپنی اپنی فوج لیکر جانوجی کے علاقہ کی طرف بڑھے اور دونوں فوجیں برار میں داخل ہوئیں۔

جانوجی کا صلح کے لئے درخواست کرنا

جانوجی بھونسلہ تاب مقاومت نہ لاکر صلح کی درخواست

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ (۵۴۷)۔

کرنے پر مجبور ہوا اور راکس بھون کی جنگ میں نظام علیخاں کا ساتھ چھوڑنے کے صلہ میں جو علاقہ[1] اس کو ملا تھا اس کا سہ ربع حصہ ۴ر فروری ۱۷۶۶ء (م ۲۳ر شعبان ۱۱۷۹ھ) کو متحدین کے حق میں واگذاشت کیا جس میں سے پندرہ لاکھ روپے سالانہ محاصل کا علاقہ پیشوا نے قیام اتحاد و استحکام دوستی کی غرض سے ۱۶ر فروری ۱۷۶۶ء (م ۶ر رمضان ۱۱۷۹ھ) کو نظام علیخاں کے سپرد کر دیا۔ صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ رگھناتھ[2] راؤ اس موقع پر عہد و پیمان کا معاملہ مادھو راؤ پیشوا پر چھوڑ کر آپ ہندوستان روانہ ہو گیا اس سے رگھناتھ راؤ کا یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ جنوب میں حیدر علیخاں کے ساتھ جو صلح اُس نے کی تھی اس کے شرائط سے مادھو راؤ کو اتفاق نہیں تھا اس لئے رگھناتھ راؤ نے شاید یہ سوچا کہ اس موقع پر خود اس کو (مادھو راؤ) اس بات کا موقع دیا جائے کہ شرائط وہ خود طے کرے تاکہ صلح کی ذمہ داریوں کا اس کو تجربہ ہو اور اگر اُس سے کوئی غلطی ہو جائے تو رگھناتھ راؤ کو بھی اس کی حرف گیری کا موقع مل جائے۔

صلح کے بعد پیشوا کی ملاقات بندگانعالی اور ضیافات کے بعد واپسی

صلح کے بعد نظام علیخاں دریائے کاٹھی پورنا پر اقامت گزیں ہوئے یہاں مادھو راؤ رکن الدولہ کے توسل سے حاضر خدمت ہوا۔ مجرئی کے وقت پیشواؤں کا دستور تھا کہ دوتا ہو کر تسلیم بجا لاتے تھے اُس عادت کے خلاف مادھو راؤ نے سیدھے کھڑے ہو کر سلام کیا جو بندگانعالی کو ناگوار ہوا اس لئے آپ نے اس کا سلام نہ لیا لیکن جانبین کے امراء نے اس کو رفع دفع کر کے صفائی کرا دی

---

[1] اس کا محاصل حسب کاغذات دفتر اوپر پچیس لاکھ پچاس ہزار دو سو بہتر روپیہ دس آنے ایک پائی ہوتا ہے [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۰۷

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے نظام علیخاں نے مادھوراؤ کو خلعت
وجواہر عطا فرمائے وہیں دریا کے کنارے ایک مہتم بالشان جشن ترتیب دیا گیا رقص و سرود
کی محفلیں جمائی گئیں تمام امراء عظام کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے ڈیرے کا رخ دریا کی طرف رکھیں
اور ڈیرے کے سامنے اور آس پاس روشنی کریں اس جشن میں مادھوراؤ کی ضیافت کی گئی
خود بدولت اس کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے کنارے چراغوں کا ملاحظہ کرتے اور رقص و سرود
سنتے گئے اس جشن و ضیافت کے بعد پیشوا کو رخصت فرما کر بندگانعالی جانب شوراپور نہضت
فرما ہوے۔

صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ بندگانعالی یہاں سے حیدرآباد روانہ ہوے اور
صاحب توزک آصفیہ اور حدیقۃ العالم دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا
سے شوراپور روانہ ہوے اور وہاں سے پیشکش حاصل کرکے گلبرگہ تشریف لے گئے
صاحب ظفرہ چونکہ اسی عہد کا مورخ ہے اس لئے اس کے بیان کو غلط بھی تصور نہیں کیا جا سکتا
یہ البتہ ممکن ہے کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا سے حیدرآباد آئے ہوں اور حیدرآباد سے شوراپور
اور پھر شوراپور سے گلبرگہ میں اقامت کی ہو۔ اعلیحضرت نے درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز
کی زیارت اور سجادۂ درگاہ سے ملاقات فرمائی۔

گلبرگہ کے قیام کے دوران میں رکن الدولہ کے پیشکار محکم سنگھ کا قتل واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی خود سری کی وجہ سے	گلبرگہ کے قیام کے دوران میں محکم سنگھ پیشکار کا قتل۔

لہ تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۰۱۔

طبقہ امرا میں پہلے ہی بدنام ہو چکا تھا رفتہ رفتہ طبقہ عوام میں بھی اس کی سخت گیری اور بدزبانی کے باعث ناراضی پیدا ہوگئی تھی چنانچہ گلبرگہ کے سجادے صاحب کے مریدین میں سے ایک شخص کا ہاتھ بے قصور اس نے کٹوا دیا اسی وجہ سے اس کے خلاف دبے ہوئے جذبات بھڑک اُٹھے اور شیر جنگ کے ایک افغان ملازم عزیز خاں نامی نے ایک روز موقع پاکر اس کو قتل کردیا صاحب حدیقۃ العالم کہتا ہے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے ایماء سے ہوا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"درآں[1] او آں محکم سنگھ پیشکار مدار المہام کہ از دست تعدیش عالمے بفغان آمدہ و علاوہ بریں دست شخصے از مریدان سلسلۂ حضرت خواجہ بندہ نواز بے تقصیر بریدہ بود بر دست عزیز خاں افغان کشتہ گردید و قاتلش بدرگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز پناہ بردہ محفوظ ماند گویند ایں امر باشارۂ رکن الدولہ بوقوع آمد"

صاحب حدیقۃ العالم کے ذریعہ معلومات کی جب تک تحقیق نہ ہو ہم یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے اشارہ پر ہوا عزیز خاں قاتل چونکہ شیر جنگ کا ملازم تھا اس لئے ان کی طرف البتہ اس سوء ظن کی گنجایش نکلتی ہے جیسا کہ صاحب مآثر آصفی نے بیان کیا ہے کہ مقتول کے ورثاء نے اس قتل کے متعلق شیر جنگ پر بدگمانی کی اس کی عبارت یہ ہے۔

"وچوں آں کس[2] (عزیز خاں) نوکر شیر جنگ بود ورثاء محکم سنگھ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۰۔ [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۸۔

را باعث بدگمانی جانب شیر جنگ شد۔"

لیکن محض اس وجہ سے کہ ان کے ملازم نے قتل کیا یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ شیر جنگ ہی نے درپردہ اس قتل میں حصہ لیا۔ بہر حال نظام علیخاں کی یہ دور اندیشی تھی کہ مقتول کی جگہ اس کے بھائی مرار داسس کو خطاب راجہ جگدیو کے ساتھ مامور کرکے اس کے پسماندوں کے جوش انتقام کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہاں سے بندگانعالی بلدہ حیدرآباد واپس آئے۔
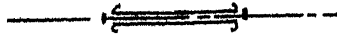
ریاست میں انگریزوں کی مداخلت

اس زمانہ میں نظام علیخاں کی توجہ حیدر علیخاں کی طرف منعطف کرائی گئی جو اپنے آس پاس کے علاقوں پر متصرف ہو کر روز بروز ترقی کر رہے تھے اور اس وجہ سے ان کے اطراف کی ہمسایہ ریاستوں کو ان سے مخالفت پیدا ہو رہی تھی۔ لیکن حیدر علیخاں بذات خود فرماں روایان آصفیہ یا کسی رکن خاندان سے منحرف نہیں ہوے انھوں نے نظام علیخاں کے بھائی بسالت جنگ سے کوئی اختلاف نہیں کیا حالانکہ دونوں کے حدود ایک دوسرے سے ملحق تھے اور حیدر علیخاں کو بہت کچھ موقع تھا کہ ان کے خلاف منشا ان کے علاقے میں مداخلت کر کے جھگڑا قایم کر دیتے۔ بخلاف اس کے وہ بسالت جنگ کی مدد کرتے رہے چنانچہ ایک دفعہ جب انھوں نے قلعہ کوپل کنڈہ کا محاصرہ کیا تو حیدر علیخاں[1] نے اس کے فتح کرنے میں ان کی مدد کی۔ جس کے صلے میں بسالت جنگ نے ان کو خانی بہادری[2] کا خطاب اور ہسکوٹہ اور سرا کی صوبہ داری عطا کی۔ اس موقع پر حیدر علیخاں کی چالبازی کو ثابت کرنے کے لئے جیمس مل نے یہ بتایا ہے کہ انھوں (حیدر علیخاں) نے بسالت جنگ سے ایسے علاقے کی صوبہ داری کی درخواست کی جو فی الحقیقت ان کے قبضہ[3] میں نہیں تھا۔

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۶۱ - [2] و [3] ہسٹری آف دی برٹش انڈیا جیمس مل طبع دوم جلد سوم صفحہ ۳۱۵۔

حیدر علیخاں کی ہمسایہ ریاستوں میں ایک طرف مرہٹے دوسری طرف سرکار نظام تیسری طرف نواب کرناٹک تھے اور نواب کرناٹک کے پردے میں دراصل انگریز کرناٹک پر حکمراں تھے جن کی نظر میں حیدر علیخاں کی روزافزوں طاقت کھٹک رہی تھی اور انہیں خطرہ تھا تو انھیں حیدر علیخاں سے تھا اور حیدر علیخاں کا مطمح نظر بھی یہی تھا کہ اس اجنبی قوم کو علاقۂ دکن سے نکال باہر کردیں لیکن نواب کرناٹک کی سادہ مزاجی کی وجہ سے اس قوم کے قدم علاقۂ کرناٹک میں مستحکم طور پر جم گئے تھے ایک حد تک انہیں کے ذریعے اس قوم نے نظام علیخاں کے پاس بھی اچھا رسوخ پیدا کرلیا اور اپنی حکمت عملی سے اس نے شہنشاہ دہلی کے فرامین حاصل کئے جن میں سے ایک عطائے سرکاران شمالی کی نسبت تھا اور دوسرا صوبہ دکن سے کرناٹک کی علیحدگی سے متعلق۔ ان فرامین کا اثر یہ ہوا کہ نظام علیخاں فی الحقیقت اپنے مقبوضات کے منجملہ تقریباً ایک ثلث حصہ سے محروم ہوگئے اور استمساک فرمان کے باعث انگریزوں کو نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مقابلے میں بزعم خود ایک حقیت پیدا ہوگئی اور خود نواب کرناٹک کو بذریعۂ فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے علیحدہ کرکے زیر بار احسان کرلیا گیا اور اس کے بعد بعنوان انتظام ملک کرناٹک پر اپنا قبضہ قایم کرکے نواب کو صرف ایک وظیفہ خوار بنا دیا گیا۔

سرکاران شمالی پر انگریزوں کا تصرف اور نظام علیخاں کے ساتھ سب سے پہلا معاہدہ

جب انگریزی کمپنی کو سرکاران شمالی کی نسبت شاہی فرمان مل گیا تو اس پر عمل دخل حاصل کرنے کے لئے بریگیڈیر جنرل کیلاڈ کو اوائل ۱۱۷۶ھ (م اواخر ۱۷۶۵ء) میں روانہ کیا گیا جو وہاں پہنچکر یکے بعد دیگرے تمام

مقامات پر قابض ہوگیا اس مداخلت سے آگاہ ہوکر نظام علیخاں نے حیدرآباد میں
بڑی فوج فراہم کی اور اس کا بدلہ لینے کی خاطر کرناٹک پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے اس
زمانے میں حکومت مدراس کی مالی حالت اچھی نہ تھی وہ اس وقت نظام علیخاں سے
جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اس لئے کمپنی نے کیلاڈ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ صلح
کرنے کی غرض سے فوراً حیدرآباد چلا جائے چنانچہ وہ حیدرآباد آیا اور ۱۲ نومبر ۱۷۶۶ء
(مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۱۸۰ھ) کو ایک عہدنامہ طے کیا جس کی رُو سے راجمندری،
ایلور، مصطفیٰ نگر پر قبضہ پانے کے معاوضہ میں سالانہ پانچ لاکھ روپیہ خراج اور سیکاکول اور
مرتضیٰ نگر پر قبضہ پانے کے بعد ہر ایک کے لئے دو دو لاکھ سالانہ نظام کو ادا کرنے پر انگریزی
کمپنی رضامند ہوی۔ اور کمپنی نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ نظام علیخاں کی سلطنت کے صحیح
اور واجبی معاملات کے تصفیہ کے لئے ایک دستہ فوج مہیا رکھیگی اور جس سال انگریزی کمپنی
کے فوجی خدمات کی ضرورت ہوگی اس سال کے خراج کی رقم میں سے اس فوج کے اخراجات
منہا ہو جائیں گے اور جس سال فوجی خدمات نہیں لی جائینگی اس سال کا خراج یا پیشکش
تین اقساط میں ادا ہوگا۔ اس صلح نامہ کے ضمن میں یہ بھی طے پایا کہ نواب کرناٹک کا
بر بناء فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے خارج کیا جانا نظام علیخاں بھی تسلیم کرلیں
چنانچہ پانچ لاکھ روپے کے نذرانہ کے معاوضہ میں بندگانعالی نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔

۱۷۶۶ء کے معاہدہ کے اثرات و نتائج

اس صلح نامہ کی رو سے نقصان تقریباً بندگانعالی کا ہوا لیکن
باوجود اس کے جیمس مِل کہتا ہے کہ اس کا نہایت ناعاقبت اندیش فقرہ وہ تھا جس کی رُو سے

کمپنی پر فوجی امداد لازم تھی کیونکہ نظام کی تائید میں انگریزی کمپنی کو دکن کی دوسری توتوں سے متصادم ہونا پڑتا تھا۔ لیکن ہماری دانست میں صرف یہی نہیں بلکہ اس صلح نامہ کی ہر ایک دفعہ نہایت دوراندیشی کے ساتھ مرتب کی گئی تھی اور تقریباً اُس کا ہر ایک فقرہ فی الحقیقت انگریزی کمپنی کی منفعت پر مبنی تھا۔ کمپنی سرکاران شمالی پر قبضہ کرنا چاہتی تھی جس کی مخالفت نظام علیخاں کر رہے تھے اس صلح نامہ کی رو سے کسی جنگ وجدل کے بغیر آخر کمپنی نے ان پر قبضہ کر ہی لیا اور اس کے معاوضہ میں ایک رقم کی ادائی اپنے اوپر مشروط کر لی لیکن اس شرط کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے یہ قرارداد کی کہ نظام علیخاں کو فوجی مدد دیجائیگی اور اس فوج کی تنخواہ اِس مشروط رقم میں مجرا کر لی جائیگی اور فوجی امداد کی ابتدا ایک ایسی جنگ (میسور) سے کی گئی جو اس زمانہ میں نہ بھی ہوتی تو نظام علیخاں کے حق میں زیادہ مضر ثابت نہ ہوتی۔
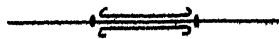
جنگ میسور

۱۱۸۰ھ کی جنگ میسور کی ابتداء اور اس میں نظام علیخاں کی شرکت کا سبب

اجمال مذکورہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی پر سرکاران شمالی کی بابت پیشکش کی ادائی لازم آگئی، اس سے سبکدوشی انگریزی کمپنی کو اسی صورت میں حاصل ہو سکتی تھی جب کہ بندگانعالی اس سے فوجی خدمات حاصل کرتے اور چونکہ اس زمانے میں کمپنی کو حیدرعلیخاں کی روزافزوں قوت سے اندیشہ تھا اور وہ آئے دن کرناٹک اور انگریزی کمپنی کے علاقے پر حملے کرتے رہتے تھے اس واسطے کمپنی کو یہ لازم تھا کہ اس کا کوئی معقول بندوبست کرتی اور ساتھ ساتھ اس امر کا انتظام بھی ضروری تھا کہ دکن کے اُن رئیسوں کو فراہم کرلے جن کے ساتھ متفق ہو کر حیدرعلیخاں اپنی قوت میں اضافہ کرسکتے تھے ان امور کے نظر کرتے کمپنی نے بندگانعالی کو حیدرعلیخاں کے خلاف کھڑا کر دیا اور اُن کے مقابلہ میں نظام کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کردی اسی جنگ کے متعلق بعض امور کی قرار داد کے لئے کمپنی نے کرنل جوزف اسمتھ کو حیدرآباد روانہ کیا جسے نظام علیخاں کے دربار میں ۱۹ شعبان ۱۱۸۰ھ م ۲۰ جنوری ۱۷۶۷ء کو بتوسل رکن الدولہ باریابی ملی اور یہ طے پایا کہ انگریزی فوج کا ایک دستہ دریائے کرشنا پہنچ جائے اور وہاں سے بندگانعالی کی فوج کے ہمراہ حیدرعلیخاں کے مقبوضہ شہر بنگلور پر حملہ کی غرض سے روانہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں بندگانعالی کے منشاء کے خلاف

رکن الدولہ نے بڑا زور لگایا ہے اس واسطے کہ شاہ تجلی علی کہتے ہیں کہ بندگانعالی اس قوم کے اس مقصد سے کہ حیدر علیخاں کے استیصال اور اس کے ملک کی خرابی میں درصل اہل فرنگ کے مقبوضات کی آبادی اور اُن کا استیلا مضمر ہے واقف رہکر بھی محض رکن الدولہ کے پاس خاطر سے انگریزوں کے سوال کو رد نہ کیا چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں

"بندگانؒ حضرت اگرچہ در تحصیل مقصد آں قوم دانا بود ہمانا
در استیصال حیدر نایک استیلائے اہل فرنگ مندمج بتسخیر
ملک او آبادی معمورہ ہائے ایں قوم مندرج است معہذا بپاس خاطر
رکن الدولہ منظور داشتہ دستِ رد بسینۂ ملتمس او نگذاشتہ بنجۂ
مسئلت آنہا بحنائے حسن قبول رنگین فرمودند۔"

اسکی تائید واقعات مابعد سے ہوتی ہے لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کا بیان اس سے مختلف ہے،

نظام علی خاں کا اتحاد حیدر علی خاں سے	اگر صاحب تورک آصفیہ کا اعتبار کیا جائے

تو نظام علی خاں کے دریائے کرشنا پار ہونے پر حیدر علیخاں نے محی الدین صاحب ابن کریم صاحب مشایخ کے ذریعہ ریشہ دوانی شروع کی اور رکن الدولہ کو ہموار کرلیا انھوں نے انگریزوں سے علیحدہ ہونے پر آمادہ ہو کر بندگانعالی سے معروضہ کیا جس کے سنتے ہی مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے باہر ہوگیا اور فرمایا کہ انگریزوں کے ساتھ متفق ہونے کی نسبت میرا منشاء پہلے ہی نہیں تھا ہم کو لازم نہیں تھا کہ نصاریٰ کی استدعا پر حیدر علیخاں سے جو ہمیشہ

---

[1] تورک آصفیہ صفحہ ۱۷۴۔ [2] تورک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

ان غاصبان سلطنت کے تباہ و برباد کرنے میں مشغول ہیں جنگ کرتے اصولاً تو ہم کو چاہئے یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی مدد نہ کرتے یہاں تک کہ آپس میں لڑتے لڑتے کوئی ایک غالب ہو جاتا جس کے بعد حکمت عملی سے اس غالب پر قابو پانا ہمارے لئے آسان ہوتا۔ اب یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فریق سے شرکت کی قرار داد کر کے اس کے ساتھ منافقت کریں رکن الدولہ بندگانعالی کی اس گفتگو سے خجل ہوئے لیکن مکرر معروضہ کیا کہ اس میں شک نہیں کہ اس شرکت کے اقدام کرنے میں مجھ سے صریح غلطی ہوی ہے لیکن سلطنت کی بھلائی اس میں ہے کہ حیدر علیخاں کو اپنا شریک گردان کر اہل فرنگ کے دفع کرنے پر آمادہ ہو جائیں اپنے معروضہ کے علاوہ انھوں نے مادھوراؤ پیشوا سے بھی اثر ڈالا تو بندگانعالی طوعاً و کرہاً راضی ہوے اس مضمون کو اگر توزک آصفیہ ہی کے الفاظ میں دیکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اسی لئے ہم اس کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

"چوں[1] ایں سوانح بگوش اولیای دولت تحیر دست و پا زدہ بتوسط محی الدین صاحب خلف کریم صاحب مشایخ کہ درآں آوان بامور ملکی و مالی دخل پیدا کردہ بود بہ تخشع و تضرع خاطر مدار المہام را فرنفتہ اختصاص حسن عقیدت خود بمواثیق پیمان راسخ نمودہ التماس بندگی بہ انقیاد اطاعت معروض رائے ملازمان عالی گردانید مشتمل برایں کہ وابستگی غنچہ جمعیت فدوی عبودیت شعار بہ آبیاری تسلیم

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

حکایت ایں بہار گلستان عزواقبال وگوہر زندگی عرق آلودِ انفعال از آبروبخشی آں دریائے جاہ وجلال است اگر گل قدر ومنزلت من شمیم عنبربیز طبلۂ نگہت کشاید ہم ازآں گلشن ہمیشہ بہار است واگر در دولت واقتدار من رنگ تابندگی جلوۂ رخشندگی گیرد ہم ازآں دریائے اقتدار بر عایت قوم نصاریٰ برانہدام اساس خانۂ ماکہ ہمیشہ درقلع وقمع بنیان گردن کشان کلاہ پوشان توجہ مصروف است کمر بستہ اند ہیچ وجہ شایان خداوندی نیست ایں قوم نصاریٰ ست کہ بہوائے یک بام درا خذِ وسعت اقلیم دست خود کوتاہ نسازد ہرآئینہ ازآ شتی واندیشۂ ایں کوتاہ فطرتان بلند مقصد غافل نباید بود ایں مستسقیانِ بادۂ نخوت را بہ آب شمشیر آتشبار سیراب گردانیدن دلیل حسنات است وایں کافرانِ عیسوی را بہ لگد کوب تازی تازیاں با خاک یکساں کردن مستلزم چندیں واجبات ۔بیت

باید نواخت پشتِ خـــراں را بچوب دست ۔
بیروں نہند چوں قـــدم از کجروی زراہ

حنکہ فدوی دولت خواہ ایں خاندان عالیشانم بہ ہیچ کہ شایستہ حسب اہل فرنگ باشد بر کاب سعادت انتساب حاضر میشوم ہر قدر کہ

مال وزر درین سفر در کار باشد خزانهٔ فراهم آوردهٔ فدوی مال کار
است اندیشهٔ دیگر پیرامون خاطر اقدس نیاورده باعانت من
کمر استقامت بسته به پشت گرمی این راسخ پیمان قدم گزارند در
اندک سر جنگ غیر از پشت روئے احدے را ازین قوم نخواهند
دید بحول او تعالی شانهٔ جمیع نبادر و ملک مقبوضه آنها به طپانچه
تادیب باز گرفته داخل خالصه سرکار می سازد هم درین اثناء ماده راو
نیتریه استدعاء بهادر درباب مدافعه اهل فرنگ مکرر مستدعی شد
رکن الدوله بهادر بنابر ناچاری تن به رضا داده جمیع مراتب بکمال
الحاح بعرض اقدس رسانید بمجرد اصغائے این سخنان ناموزون
خاطر سنجیده متحمل نگردید هر یک معروضه او شان را جواب به اسلوب
صواب بعرض بیان آوردند که سابق استرضائے من درین مشورت
نبود چه لازم که به استدعائے نصاری با حیدر علیخان که همواره بهدم
ورِدم بنائے غاصبان بے دین مشغول است منازعت در پیش
آریم و به اغوائے این رخنه گران قصر مملکت از فلاخن عزیمه بجمعیت
بهادر که پیوسته بدفع آن پست طینتان بلند خیال مانوس است
سنگ تفرقه اندازیم بلکه در اعانت هیچیک ازین گرگ رُوباه
سیرتان پلنگ خو تا ممکن است مجتنب بودن طریق اولی بود تا

در اندک اظہار مخالفت یکے بدیگرے غالب میشود من بعد
باقی ماندۂ خستہ حال را بہ قلادۂ تدبیر بدست آوردن سہل تر بین
مطلب داشت حالا کہ در موافقت بساط مرافقت ممہد گردانیدہ اند
باز بمنافقت در نوردیدن ترنگ آشفتگی بچہرۂ حال و مآل است
بہیچ صورت ایں معنی مناسب نماید کس را براسرار خود دانا کردن
و باز ازو بتقدم استلم پیش آمدن موجب تخلل قوایم امور رتق
و فتق و سبب گسیختگی سررشتۂ نظم و نسق است۔ رکن الدولہ بکمال
خجالت دہان عرض بکرر کشودہ التماس نمود کہ واقعی قصور صریح
ازمن صدور یافتہ کہ بریں عزیمت اقدام نمودم و بدیں امر پشیمان
شدم الحال صلاح دولت ابد مدت دریں است کہ حیدر علیخان
راہمراہ گرفتہ بدفع اہل فرنگ قیام فرمودن و فتوحات غیبی و تعدد
معسکر فیروزی او راپیش رو داشتن اعانت لاریبی است
بندگانعالی طوعاً وکرہاً راضی شدہ راہ فرسای مقصد گردیدند"

نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے باہمی اتحاد کے قیام کے بعد انگریزی فوج کی علحدگی

حیدر علیخاں کے ساتھ اتحاد قایم کرنے کو بمبالغۂ تمام مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن جب کرنل اسمتھ کو ان کے مقبوضہ جاگیر (بنگلور کے راستے میں تھے) قبضہ کرنے سے منع کئے جانے لگا تو اس نے معلوم کرلیا کہ نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مابین کوئی

سازش ہوگئی ہے جس کے بعد وہ اپنی فوج کو لے کر انگریزی حدود کی طرف نکل گیا میر حسین علی کرمانی لکھتے ہیں۔ کہ نواب[1] کرناٹک نے انگریزی سفیر کے ذریعہ نظام علیخاں کو ملک بالاگھاٹ کی تسخیر پر آمادہ کیا جس پر نظام علیخاں اپنی فوج کو لیکر چین پٹن کے میدان میں جا ٹھیرے اور حیدر علیخاں کو طلب کیا تاکہ ان کا منشاء معلوم کریں انھوں نے اپنی حضوری کو کسی اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے صاحبزادے ٹیپو سلطان کو آراستہ لشکر اور ہوشیار سرداروں کے ہمراہ روانہ کیا اور نذر کے لئے پانچ زنجیر ہاتھی اور دس راس گھوڑے بھیجے۔ جب ٹیپو سلطان کی سواری بندگانعالی کے خیمہ کے قریب پہنچی اور نقارے اور طنبورے بجنے لگے تو خود بدولت نے خیمہ بالاخانہ پر سے سواری کو ملاحظہ کر کے اظہار پسندیدگی فرمایا اور ٹیپو سلطان سے ملاقات کر کے ان کو نصیب الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا اور محمد علیخاں صوبہ دار آرکاٹ و انگریزی کمپنی کو تنبیہ کرنے کے مسئلہ میں مشورہ کیا اور وقت رخصت دو شالے مرحمت فرمائے۔ اس کے بعد نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی کے وکیل کو صاف جواب دیکر اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا۔ انھیں واقعات کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کا یہ بیان ہے کہ:-

"جب مرہٹے[2] حیدر[3] (حیدر علیخان) سے صلح کر کے واپس ہوگئے تو اس خبر سے نظام (نظام علیخاں) کا کیمپ متاثر ہوگیا اور خود

---

[1] نشان حیدری صفحہ (۱۲۸)

[2] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۱۳۱)

[3] اس موقع پر پیشوا بھی اپنے علاقہ سے میسور پر حملہ کی غرض سے آیا تھا لیکن حیدر علی خان نے اس کو کچھ رقم دیکر اور کچھ رقم کا وعدہ کر کے اپنا سا لیا جس کے بعد وہ انگریزوں کے منشاء کے خلاف ریاست میسور سے واپس ہوگیا۔

نظام بھی پریشان ہو گئے حیدر کو ان کی عادت و خصلت سے
واقفیت تھی اس نے بسانگر (بیجا نگر) کی طرف سے اپنی فوج کو طلب
کر کے اور اپنی دوسری فوج کو جزیرہ سے باہر نکالکر چین پٹن کے
راستہ پر قایم کر دیا اس طرزِ عمل نے بزدل اور کمزور پادشاہ پر
اپنا پورا اثر کیا اور وہ اپنے بھائی بسالت جنگ و محفوظ خاں اور حیدر
کے ہوا خواہوں کی تجاویز سننے پر آمادہ ہو گئے اگر دیوان (رکن الدولہ)
اپنے مالک کو ہمت دلانا غیر ممکن پاکر حیدر کے ساتھ مصالحت کی
نسبت مشورہ نہ دیتے اور نہایت آسانی سے اُس (حیدر) کے ساتھ
ساخت باخت کرنے کا آپ خود ذمہ نہ لیتے تو نظام اپنے دیوان کے
مخالف ہو جاتے انگریزی افواج کو علٰحدہ کرنے کے لئے انھوں (دیوان)
نے ایک حیلہ نکالا اور انگریزی سپہ سالار (جنرل اسمتھ) سے کہا کہ
موجودہ صورتِ حالات کے تحت رسد و دیگر ضروریات صرف ارکاٹ
ہی سے حاصل کی جا سکتی ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ حیدر کے
علاقہ کے اس طرف کے بعض مقامات پر انگریز قبضہ حاصل کر لیں تاکہ
مدراس اور دیگر مقامات متعلقہ انگریز و محمد علی (نواب کرناٹک) سے
یہاں تک آنے جانے کے لئے محفوظ رستہ مل جائے حیدر کے
ساتھ قیام تعلقات کو معلوم کرنے میں انگریز جنرل اندھا نہیں تھا

وہ موقع غنیمت جان کر غنیم کے دست رس سے نکلا اور اپنے
حدود میں پہنچ گیا۔“

اس بیان سے یہی پایا جاتا ہے کہ رکن الدولہ حیدر علیخاں سے اتحاد قایم کرنے پر مطلق آمادہ نہیں تھے اور محض بندگانعالی کی مرضی کے تحت انھوں نے اِس پر رضامندی ظاہر کی ممکن ہے کہ اِس جنگ میں شکست اٹھانے کی وجہ دراصل یہی عدم رضامندی ہو تاکہ اس سے متاثر ہو کر نظام علیخاں پھر انگریزی کمپنی اور نواب کرناٹک (جن کے ساتھ رکن الدولہ کوئی رشتہ تھا) کے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی ہو جائیں اس موقع پر رکن الدولہ نے انگریزی فوج کو علیٰحدہ کرنے میں (ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان کے مطابق) جس توجہ سے کام لیا ہے اگر انہیں کی جدت و حکمت عملی کا نتیجہ ہے تو وہ ان کی ڈپلیمیٹی پر خاص روشنی ڈالتی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ سوچے ہوے تھے کہ انگریزوں سے بگاڑ مناسب نہیں ہے ورنہ یہ ممکن تھا کہ اپنی اور حیدر علیخاں کی متفقہ فوج سے کام لیکر اس انگریزی مختصر سی فوج کو اسیر کر لیتے۔

حیدر علیخاں کے متعلق رکن الدولہ کے حقیقی حالات کا اظہار اور ان دونوں کے مراسم ظاہری

ہسٹری آف حیدر شاہ کا مصنف انگریزی فوج کی علیٰحدگی کے ذکر کے بعد یہ لکھتا ہے:۔

”ادھر[1] مدراس گورنمنٹ میں جنرل اسمتھ کے خطوط پہنچے اور اودھر رکن الدولہ نے محمد علی کو خطوط لکھے جن میں

[1] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۱۳۲۔

انھوں نے یہ یقین دلایا کہ نظام حیدر کے مقابلہ میں اس وقت
تک جنگ جاری رکھیں گے جب تک کہ وہ بنگلور کا پورا ملک اور
کرناٹک یعنی وادی کوئمبٹور، سیلان، کشنا گیری وغیرہ نہ دیدے
اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے نظام کی فوج کا مبالغہ آمیز بیان
کیا اور حیدر کی فوج کا تحقیر کے ساتھ ذکر کیا۔ محمد علی خاں کی تحریک پر
مدراس کونسل نے جنرل اسمتھ کے مشورے پر کوئی لحاظ نہ کیا بلکہ
اس کو یہ حکم دیا کہ حیدر کے مقبوضہ مقامات پر حملہ کرے اور ایک
امر میں نظام کے ساتھ متفق رہے اور ان کے ساتھ وعدہ کرتے رہے کہ
سامان رسد و آلات حرب و ضرب اور رقم اور بوقت ضرورت
فوج بھی ان کے لئے مہیا کر دیجائیگی اسی عرصہ میں اس بے اصول
دیوان نے محمد علی کو یہ لکھا کہ اس (رکن الدولہ) نے محفوظ خاں کو
حیدر کے پاس بھیجا تاکہ اُس سے سرینگ پٹن میں ملنے کی کوئی
قرار داد ہو اور یہ کہلا بھیجا کہ وہ ہر اس امر پر رضامند ہے جو اس کیلئے
مناسب ہو اور جس کا ذکر خود محفوظ خاں کریں گے۔ رکن الدولہ کا
خط پہنچنے پر نظام الدولہ کو اطمینان دلانے کی خاطر حیدر نے اپنی
فوج کو سابقہ کیمپ پر واپس کر دیا اور دیوان کو لکھا کہ وہاں کے
آنے پر ایسا ہی ان کا خیر مقدم کریگا جیسا کہ اپنے ہم رتبہ آدمی کے لئے

کر سکتا ہے اور اُس نے کیمپ کے بیوپاریوں اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ سامان مایحتاج نظام کے کیمپ میں لیجائیں جب حیدر کا یہ خط صوبہ (نظام علیخاں) نے پڑھا تو ہتھیار کے بند کرنے کا حکم دیدیا اور اودھر حیدر نے بھی یہی حکم اپنے پاس جاری کر دیا۔ دیوان (رکن الدولہ) حیدر کے کیمپ میں گئے حیدر نے ان کا خیر مقدم کیا اور مختصر سی گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور رکن الدولہ حیدر کی سواری کے جلوا وراس کے تزک واحتشام کو ملاحظہ کر کے اپنے کیمپ کو واپس آئے۔ دوسرے روز دیوان بڑے تجمّل کے ساتھ حیدر کے دربار میں گئے۔ حیدر نے آنے جانے سے وقت بچانے کی خاطر اپنے مورچوں کی دو قطاروں کے درمیان ہی قیام کیا دونوں طرف سے صلح نامہ کی تکمیل کی خواہش تھی جو چند روز میں طے ہوا۔"

حیدر علیخاں، محفوظ خاں اور نظام علیخاں کے مابین تکمیل عہد نامہ اور اسکے شرائط

اسی مورخ کے بیان کے مطابق اس صلح نامہ رُو سے حسب ذیل امور طے پائے۔

(۱) حیدر علی خان کا لڑکا ٹیپو سلطان، محفوظ خان کی لڑکی سے عقد کرے

(۲) محفوظ خاں اُن تمام حقوق کو جو ریاست کرناٹک کے متعلق اس کو حاصل ہو سکتے ہوں اپنے ہونے والے داماد ٹیپو سلطان پر منتقل کر دے۔

(۳) آرکاٹ کی نوابی کے تحت وہاں کے قلعہ جات میں فوج نگہداشت کے رکھنے کا اختیار حیدر علیخاں کو رہے گا۔ جس کی کمان اُن کے سالے مخدوم صاحب کو دیجائے گی اور محفوظ خاں اور ٹیپو سلطان کی طرف سے ملک کرناٹک پہ مخدوم صاحب ہی حکمراں رہیں گے۔

(۴) اس علاقہ کے محاصل سے ٹیپو سلطان فائدہ اٹھائیں گے جو مخدوم صاحب بعد وضع رقم نگہداشت فوج و انتظام ملک پیش کریں گے۔

(۵) حیدر علی خاں اور نظام علی خاں اپنی اپنی فوج کو محمد علی خاں (نواب کرناٹک) کی تسخیر کے لئے متحد کریں گے۔

(۶) اس عرصہ تک جب کہ یہ دونوں فوجیں میدان عمل میں گام زن رہیں حیدر علیخاں، نظام علیخاں کو ہر مہینہ چھ لاکھ روپیہ دیتے رہیں گے۔

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے بموجب حقیقی فائدہ حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان ہی کو حاصل ہو سکتا تھا اور اس وقتیہ اتفاق کا موقت فائدہ نظام علیخاں کو صرف یہی تھا کہ جنگ ختم ہونے تک ان کو چھ لاکھ روپئے ملتے اور بس۔ اس میں اس کے متعلق کوئی امر طے نہیں ہوا کہ کرناٹک کی ریاست آیا حسب سابق صوبہ دکن کے تحت رہیگی یا حالیہ احکام شاہی کے مطابق راست شاہی اثر میں۔ بہر حال انہیں فقرات کے بموجب سیدھے سادے محفوظ خاں نے تہ نامہ مرتب کرالیا۔ جس کے بعد رکن الدولہ تحفے تحائف سے لدلدا کر وہاں سے نکلے۔

ٹیپو سلطان کا بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہونا اور اس کے متعلق حیدر علیخاں کے شکوک و شبہات

اس کے بعد یہ قرار پایا کہ ٹیپو سلطان خود بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ہسٹری آف حیدرشاہ کا مصنف کہتا ہے کہ اس موقع پر حیدر علی خاں اپنے فرزند کو رخصت کرتے ہوئے بہت پریشان ہوئے اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے دغا[1] کا اندیشہ ہے اس واسطے کہ جب نظام علیخاں اپنے بھائی (صلابت جنگ) کو ہلاک کرنے سے نہیں رکے تو میرے لڑکے کو وہ کب چھوڑ سکتے ہیں یا یہ نہیں تو کم از کم اُس کو روک رکھیں گے اور مجھے اپنے لڑکے کی خرابی کی تخویف سے بڑی رقم دینے پر یا اپنے ساتھ خاص رعایتیں کرنے پر مجبور کر دیں گے، ٹیپو سلطان کا اس وقت دربار بندگانعالی میں حاضر ہونا احکام سرفرازی کے حصول اور اس کی نذر پیش کرنے کے لئے ضروری تھا جس پر حیدر علیخاں کی یہ بدگمانی اول تو یہ بتاتی ہے کہ وہ بہت پر حزم و دور اندیش تھے اور پھر یہ کہ ان کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اس لئے اُن کو جدا کرتے ہوئے شک و شبہ کر رہے تھے ان شبہات میں صلابت جنگ کے ہلاک کرنے کا الزام تو اس مضافات میں سالت جنگ کے ذریعہ بہت مشہور ہو چکا تھا جس کی نظر لینا حیدر علی خاں جیسے دور اندیش و محتاط شخص کے لئے نا واجبی نہیں ہو سکتا تھا بہرحال اُن (حیدر علی خاں) کے خاص معتمدین (رضا صاحب اور فیض اللہ صاحب) کے اس یقین دلانے پر کہ ٹیپو سلطان پر ذرا سی بھی آفت آنے کا شائبہ پائیں تو یہ اپنی جان سے تک دریغ نہیں کریں گے حیدر علی خاں نے اپنے لڑکے کو رخصت کیا، ٹیپو سلطان کی سواری کا

---

[1] ہسٹری آف حیدرشاہ صفحہ ۱۳۴۔

ذکر توزک آصیفہ نے جن الفاظ میں کیا ہے ہم نے قبل ازیں کر دیا ہے ہسٹری آف حیدر شاہ
کے مصنف کے بیان سے ہم صرف یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ٹیپو سلطان نظام علیخاں کے کیمپ
(چین پٹن) کے پاس بہت جلد پہنچ گئے دوسرے روز اپنی قیام گاہ سے نکل کر بسالت جنگ
سے ملاقات کی اس ملاقات میں رکن الدولہ اور دیگر امراء دربار اُن کے ہمراہ تھے اور اس کے
دوسرے روز بڑے توزک و احتشام کے ساتھ نظام علی خاں کے دربار میں باریابی ہوی
حضور ان (ٹیپو سلطان) کے ساتھ بڑی توقیر سے پیش آئے اور بالمشافہ تہ نامے کے دفعات
کی تکمیل کی۔

حیدر علی خاں کا خط گورنر مدراس کے نام

جب حیدر علی خان کو یہ یقین ہو گیا کہ اُن کا بیٹا آرکاٹ کا
نواب بنا دیا گیا ہے۔ تو انھوں نے اپنے وکیل مناگی پنڈت کے ذریعہ (جو مدراس میں
رہتا تھا) گورنر مدراس کے نام ایک یادداشت لکھ بھیجی۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا
کہ نظام علیخاں اور حیدر علی خاں کو اچھی طرح یہ علم ہو گیا ہے کہ محمد علی خاں مسلسل سازشوں
سے اور کرناٹک کے علاقہ کو غصب کر کے ہندوستان بھر میں شورش پیدا کرنے کا
باعث ہوے ہیں اس لئے اُن دونوں نے اِن سے جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ
مقبوضہ ملک ان سے حاصل کر کے حقدار کے سپرد کر دیا جائے اور یہ کہ انھوں نے یہ مناسب
سمجھا ہے کہ انگریزوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ ان کو کوئی مدد نہ دیں اور ان کو چاہئے کہ اپنی
فوج کو جو انھوں نے آرکاٹ کے حدود میں یا اُن (محمد علی خاں) کے کسی اور مقبوضہ ملک یا
اس کے کسی حصّہ میں رکھی ہو واپس طلب کر لیں اور یہ بھی انھوں نے لکھا کہ وہ اُن رقوم کو

انھیں ادا کر دیں گے جو کسی قانون و قاعدے کے تحت ان کو ان مقبوضات کی بابت (بحیثیت کفالت) واجب الادا ہوں۔ جن میں وہ رقم شامل نہ ہوسکیگی جو نواب ویلور اور وندواسی اور دیگر حقداروں کے علٰحدہ کرنے میں انگریزوں نے صرف کی تھی اور انھوں نے یہ بھی لکھا کہ ایسے علٰحدہ شدہ اشخاص کے اُس نقصان کی تلافی کر دیجائیگی جو اس طرح علٰحدہ کئے جانے سے ان کو بھگتنا پڑے۔ اس مراسلت کا جو کچھ جواب مدراس گورنمنٹ سے دیا گیا۔ اس سے قطع نظر کرکے ہم پھر میدان جنگ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا مفاہمت کے بعد کوچ کی تیاریاں ہوئیں نظام علیخاں نے ہسکوٹہ کی طرف سے بنگلور کا رخ اختیار کیا اور حیدر علیخاں راست بنگلور روانہ ہوے دونوں افواج جب بنگلور پہنچ گئیں تو حملہ کے متعلق مشورے ہوے۔ اس میں بسالت جنگ اور رکن الدولہ کے علاوہ دیگر عہدہ دار بھی شریک تھے آخر یہ طے پایا کہ

(۱) کوچ کے وقت دونوں فوجیں علٰحدہ علٰحدہ اور ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر رہیں کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرسکے۔

(۲) پہاڑوں سے گزر جانے تک حیدر علیخاں کی فوج مقدمۃ الجیش رہے۔

(۳) جب دونوں فوجیں حدود ارکاٹ میں داخل ہوجائیں تو یہ تصفیہ کیا جائیگا کہ آیا متحد طور پر حملہ کرنا مناسب ہوگا یا متفرق طور پر اس کے بعد یہ دونوں لشکر بنگلور سے نکلے۔

حیدر علیخان کا رسالہ کشناگیری کے پہاڑوں میں سے ہوکر ۲۷ اگست ۱۷۶۷ء (م ۲۹- ربیع الاول ۱۱۸۱ھ) کو حدود کرناٹک میں داخل ہوا اور کرنل سمتھ کے رسد کے جانوروں کو گرفتار کرلیا

کی طرف ہانک دیا۔ اُسی روز شام میں حیدر علی خاں کاویری پٹن کے قلعہ کے آگے نمودار ہوئے یہاں کی انگریزی فوج چوتھی بٹالین کی تین کمپنیوں پر مشتمل تھی۔ جس نے دو مقابلوں کی تو مدافعت کی لیکن اس کے بعد اس کے افسر کپتان میاکین نے ۲۷ ر اگسٹ (مطابق یکم ربیع الثانی) کو حیدر علیخاں کی اطاعت قبول کرلی۔

جنگاما اور ترنامل پر دو فریقین کے مقابلے | ۳۰۔ اگسٹ (مطابق ۴ ربیع الثانی) کو کرنل اسمتھ ترنامل روانہ ہوا۔ تاکہ رسد کی فراہمی کی سبیل کر کے لفٹننٹ کرنل اوڈ سے مل جائے جو اس عرصہ میں اپنی فوج کے ساتھ ترچناپلی سے نکل چکا تھا متحدین کرنل اسمتھ کی مزاحمت کرنے لگے آخر ۲ ر ستمبر ۱۷۶۷ء (م ۷ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ) کو چنگاما کے قریب شدید مقابلہ ہوا۔ جس میں متحدین نے بڑے نقصان کے ساتھ ہزیمت پائی لیکن فتح پاکر بھی کرنل اسمتھ وہاں ٹھیر نہیں سکا اور ترنامل چلا گیا کیونکہ وہاں اس کو رسد کی طرف سے بڑی تکلیف تھی جب وہاں بھی اس کو رسد نہ مل سکی تو وہ اور آگے بڑھ گیا اور ۸ ستمبر (م ۱۳ ربیع الثانی) کو کرنل اوڈ سے جا ملا۔ اور اس تازہ دم فوج کے ساتھ ۱۴ ستمبر (م ۱۹ ربیع الثانی) کو پھر ترنامل واپس آیا جس کے مضافات میں ۲۹ ر ستمبر (م ۵ جمادی الاول) کو لڑائی ہوئی۔ اس موقع پر نظام علیخاں کی افواج کو شکست ہوئی اس لڑائی کی تفصیل کرنل اسمتھ نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے جس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے

"۳۰ ر اگسٹ (م ۴ ربیع الثانی) کو فوج سنگارپیٹھ اور وہاں سے
۳۱ ر اگسٹ (م ۵ ربیع الثانی) کو پالی پیٹ روانہ ہوئی اس کوچ میں

---

[1] کرنل اسمتھ رپورٹ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۷۶۷ء از کیمپ کالاسا واگ۔

ہم غنیم کے رسالے کو اپنے بازو پر اور عقب میں تھوڑے فاصلے پر
دیکھتے رہے لیکن وہ ہمارے کوچ میں حارج ہوا۔ شب میں البتہ
انھوں نے ہمارے طلایہ پر حملہ کیا اور کیمپ میں چند بان پھینکے
صبح میں فوج جنگاما کی طرف روانہ ہوئی۔ اس وقت بھی غنیم کا رسالہ
ساتھ ساتھ رہا۔ رات میں وہ حملہ کی بہت کوشش کرتا رہا اس لئے
ہم کو صبح تک خبردار رہنا پڑا۔ اس نے جنگاما کا پیٹھ جلا ڈالا ہم کو
صبح میں یہ اطلاع ملی کہ شب میں غنیم کی فوج اور توپ خانہ میں بہت
اضافہ ہو گیا ہے اسی لئے ہم کو اپنا کیمپ چھوڑنے سے پیشتر بڑی
احتیاط کرنی پڑی آخر ہم نے دوپہر میں بہ احتیاط تمام کیمپ برخاست
کیا لیکن ڈیروں کو ویسا ہی نصب شدہ چھوڑ دیا اور سامان کو
ہمہ وجوہ تیار رکھ چھوڑا تا کہ اس کو دیکھ کر غنیم اس خیال میں رہے
کہ ابھی کوچ کی تیاری ہو رہی ہے جب ہماری فوج کوچ کر کے
آگے نکل چکی تو ہم نے دیکھا کہ غنیم کی فوج کی بڑی تعداد ہمارے
بازو پر حرکت کر رہی ہے۔ ہمارا بھیرونگاہ بائیں جانب روانہ ہوا
اور ہم سہ پہر تک کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے تین بجے
ایک چھوٹی سی ندی (کلیاک) کو عبور کیا۔ جس کے دوسرے کنارے
پر اور ہمارے داہنے جانب غنیم قائم تھا یہ ایک بڑا میدان تھا۔

جس میں جھاڑی اُگی ہوی تھی اس کے پرے کچھ فاصلے پر تین پہاڑیاں
تھیں جن کے دامن میں حیدر نے اپنا رسالہ قایم کر رکھا تھا جس کے
پیچھے اس کی پیادہ فوج تھی اور جھاڑی میں رکن الدولہ اپنی فوج اور
توپ خانہ کے ساتھ مقیم تھے وہ خود (رکن الدولہ) اور ان کے بھائی
تہور جنگ اپنی فوج پر کمان کر رہے تھے ایک بڑا رسالہ ان افواج
کی کمک پر علحدہ قایم تھا ہماری فوج نے اپنا داہنا رخ اختیار کیا اور
چونکہ حیدر کو اس کے پہاڑی مقام سے علحدہ کرنے میں کامیابی کا
مجھے خیال نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی فوج کو راستہ سے علحدہ
کر کے کپتان ولیم کوک اور کپتان کاسبی کے بٹالین کو حکم دیا کہ غنیم پر
حملہ کریں اور ان دونوں کی کمک کپتان ولیم کولی کرے حملہ یکبارگی
ہوا اور غنیم کا رسالہ ڈھلوان پہاڑی پر ہٹا دیا گیا اور ہماری فوج نے
اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ حیدر علی نے بہت جلد اپنی اس غلطی کو محسوس
کر لیا کہ اُس نے اس پہاڑی پر اپنی انفنٹری کا کیوں قبضہ نہ رکھا
اگر ایسا کرتا تو وہ اتنی آسانی سے اس مقام کو نہ چھوڑتا حیدر نے
اپنے منتخب سپاہیوں سے ہمارے اس نئے مقبوضہ مقام پر حملہ کیا
لیکن اس کی ہر ایک کوشش ہمارے سپاہیوں کی استقامت
کی وجہ سے ناکام ثابت ہوی وہ پسپا کر دیا گیا اس کا سالا مارا گیا

اور خود اس کی ٹانگ میں بھی کوئی ضرب آئی۔

جس وقت کہ اِدھر صورت حال یہ تھی اُدھر جھاڑی کی طرف ہماری جانب سے مُسلسل گولہ اندازی ہوتی رہی غنیم اگرچہ جھاڑی کی وجہ سے اچھے مقام میں تھا تاہم اس سے بہتر ہمارا مقام تھا۔ دوران گولہ اندازی میں دو ہاتھی نظر آئے جن کی نسبت گمان یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رکن الدولہ اور ان کے بھائی تہور جنگ کے تھے جو ایک توپ کے دو تین گولوں کے چھوٹنے پر ایسے غائب ہوے کہ پھر نظر نہ آئے اس کے بعد یہ قرار پایا کہ غنیم کو اس جھاڑی سے جہاں وہ چھپے ہوئے آتشباری کر رہا تھا ہٹا دیا جائے چنانچہ ہمارے بان انداز آگے بڑھے ان کے ساتھ ہی کپتان بیلی کے تحت بارہ کمپنیاں ہوگئیں۔ جنھوں نے غنیم کو جھاڑی سے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ ندی کے پار ہو گئے جہاں اُنھوں نے اپنی دو توپیں میخیں ٹھونک کر چھوڑ دیں۔ یہ وقت شام کے چھ ساڑھے چھ کا تھا اس لئے ہم نے مزید تعاقب موقوف کر دیا اور تین کوس آگے تک کوچ کر کے صبح کے چار بجے ہم ایک تراکم میں اُترے اور صرف ایک گھنٹہ وہاں ٹھیر کر ہم نے پھر کوچ کیا۔ غنیم کا رسالہ ہمارے آس پاس پھرتا رہا۔ لیکن صورت حالات کے اعتبار سے وہ ہم سے دُور دور ہی رہتا تھا۔ حیدر کی فوج کے ایک حصّہ نے ہماری رسد پر حملہ کر دیا اور ہمارے

مزدوروں کی غلطی اور بے تمیزی سے بہت سارا سامان رَسد تباہ و برباد ہوگیا۔

آخر مسلسل ۲۰ گھنٹہ کے کوچ کے بعد ہماری فوج ۳ رستمبر ۱۷۸۱ء (ربیع الثانی) کو شام کے تین اور چار بجے کے مابین ترنامل پہنچی اس دوران میں ہمارے سپاہیوں کو اور ہمارے جانوروں کو کوئی غذا اور دانہ چارہ نہ ملا۔

کولی، کاسبی اور کوک کے بان اندازوں نے قابل تعریف کام کیا اور دوسری پلٹنوں نے بھی اپنے اپنے مقررہ مقامات میں اچھے فرائض بجا لائے“۔

رکن الدولہ کی تحریک پر حیدرعلیخاں کی فوج کا تجزیہ اور ایک حصہ فوج میلاس چلا

جس وقت متحدین کی فوجیں علاقہ کرناٹک میں پہنچی ہیں اس وقت ان کی اور ان کے حریف کی تعداد (کرنل اسمتھ لفٹننٹ کرنل اُڈ سے ملنے کے قبل) حسب تفصیل ذیل تھی۔

فوج[1] متعلقہ متحدین:۔

نظام علیخاں	تیس ہزار سوار	دس ہزار پیدل	ساٹھ توپ
حیدرعلیخاں	بارہ ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھارہ ہزار پیدل	انچاس توپ
جملہ	بیالیس ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھائیس ہزار پیدل	ایک سو نو توپ

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ ۲۳۸ فٹ نوٹ۔

فوج متعلقہ انگریزی کمپنی

انگریزی	۳۰ سوار	آٹھ سو پیدل	سولہ توپ
دیسی	•	پانچ ہزار پیدل	•
نواب محمد علیخاں	ایک ہزار سوار	•	•
جملہ	ایک ہزار تیس سوار	پانچ ہزار آٹھ سو پیدل	سولہ توپ

اس سے ظاہر ہے کہ متحدین کی فوج انگریزی فوج سے تعداد میں بہت بڑھی ہوی تھی اگر یہ فوج لفٹنٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو جاتی تو بھی متحدین ہی کی تعداد بڑھی ہوی ہوتی۔ لیکن جب متحدین کلپاک کی ندی پر پہنچے اور اپنی فوج کا غلبہ دیکھا تو حیدرعلیخاں نے اپنی فوج کے دو حصے کر دئے جس کے متعلق حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ رکن الدولہ[1] کے مشورے کی بنا پر حیدرعلیخاں نے اپنی فوج کے ایک معقول حصہ کو میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ اپنے فرزند

---

[1] مورخ مذکور کی اصل عبارت یہ ہے:۔
"پس ناظم موصوف (نظام علیخاں) بمشاورت رکن الدولہ نواب بہادر (حیدرعلیخاں) پیغام فرستاد کہ سپاہ خود را کہ ماہراین ملک برائے تاخت و تاراج صوبۂ آرکاٹ و اطراف چینا پٹن وغیرہ و گرداوری مواشی وآذوقہ رخصت سازند ماہول و ہراس در دلہائے انگریز و محمد علیخاں راہ یابد اگرچہ نواب بہادر نظر بصرورت وقت کہ کار جنگ با پیل دماں افتادہ است خود را از جدا کردن سپاہ مناسب ندیدہ بود اما ناظم موصوف بہ اعتبار لشکر خود دریں معنی استبداد و اصرار بکار بردہ بہ سختاں گرم گرم جوشی و ہمت نمائی فریفتہ بر آں آورد تا نواب بہادر جمیع مردم مار و سوار و پیادہ با توپ ہائے جلو سے متعین صاحبزادہ والا قدر نمودہ میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداران معتبر را ہمراہش دادہ رخصت در آں سمت فرمود"
(نشان حیدری صفحہ ۱۳)

ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں مدراس روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں حملہ آور ہوں یہاں
میدان جنگ میں اپنے پاس صرف پانچ چھ سو سوار اور دو ہزار مردم بار اور چار ہزار پیادہ
و توپخانہ باقی رکھا۔ اس فوج کو مدراس کی طرف روانہ کرنے کے بعد ہی کرنل اسمتھ کی فوج
لفٹنٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ جس سے انگریزی قوت میں خاصہ اضافہ ہو گیا اس
موقع پر حیدر علیخاں کی طاقت کے اس طرح تقسیم کئے جانے سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے
خلاف انگریزوں کی تائید میں خفیہ طور پر سازش ہو رہی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ عین وقت
ضرورت حیدر علیخاں اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ سے دور ہو گئے۔ صاحب نشان حیدری
نے یہ بتایا ہے کہ اس کے بانی مبانی رکن الدولہ تھے جنھوں نے نظام علیخاں سے تحریک
کر کے ان کو اس امر پر مائل کیا کہ حیدر علیخاں کو اپنی فوج اس طرح دو حصوں میں تقسیم کرنے پر
مجبور کریں اور اپنی فوج کی قوت و کارگزاری کا انہیں اعتبار دلائیں تا وقتیکہ اس کے
خلاف ثابت نہ ہو اس کا تخطیہ نہیں کیا جا سکتا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد کی جنگ
میں سب سے پہلے نظام علیخاں ہی کی فوج پسپا ہوئی تو حسین علی کرمانی کے اس قول کی
تائید ہوتی ہے اور میدان جنگ کا جو ذکر اس نے کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی
ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مقابلہ میں انگریزی فوج کے دست راست پر نظام علیخاں کی فوج
تھی ان کی طرف سے انگریزوں پر کسی نشانے کے بغیر گولہ اندازی ہونے لگی جس کا ان پر
کوئی اثر نہ ہو سکا اور ان کے سوار انگریزوں کی فوج کے اطراف مور و ملخ کی طرح جمع ہونے لگے
یہ بے ترتیبی دیکھ کر انگریزوں نے انہیں کی طرف حملہ کر دیا اور چند ہی شلکوں میں نظام علیخاں کی

فوج پر غالب آگئے اور نظام علیخاں جنگ سے کنارہ کش ہوکر رکن الدولہ کی بے تدبیریوں اور اپنے دیگر امرا و سرداروں پر لاحول پڑھتے ہوئے پسپا ہوگئے مورخ کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

"(انگریز) بہ بازی اعدا فریب از یک طرف سبقت کردہ راست[1] برسواری ناظم موصوف یورش آورد و چند گلولہ قطار بند صف شکن پرانیدہ بہ اندک سعی مردانہ غالب گشتند و تمامی مواد لشکر و بنگاہ و توپ خانہ و اردو بازار اعلام و خیام لشکرش گرفتہ کامیاب شدند درآں وقت ناظم موصوف بہ شکستہ حال خجلانہ از جنگ کنارہ کشیدہ بر بے تدبیری ہائے رکن الدولہ و دیگر امرا و خواتین خود لاحول خواندہ پسپا گردید۔"

بہر حال نظام علیخاں اپنے دیوان کی سوء تدبیری سے شکست پاکر سنگا ریٹھہ کی طرف روانہ ہوئے اور حیدر علیخاں نے جب رنگ دگرگوں دیکھا تو پہلے اپنے توپخانہ کو اُدھر روانہ کردیا اور آپ خود باقاعدہ مراجعت کرتے ہوئے سنگا ریٹھہ کے قریب پہنچکر بند گانعالی سے تقریباً دو کوس پر اقامت گزیں ہوئے اور انگریز بہ حیثیت فاتح مقام جنگ ہی پر ٹھیرے رہے۔ حیدر علیخاں نے یہاں پہنچکر فوراً ایک سانڈنی سوار کو ٹیپو سلطان کی طرف روانہ کردیا اور بہ تاکید تمام کہلا بھیجا کہ اپنی فوج کے ساتھ حتی الامکان جلد واپس آجائیں اور نظام علیخاں کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ بندگانعالی کے سپاہیان لشکر کا اعتبار اور امرائے ریاست کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۱ -

کار آگہی بخوبی ظاہر ہو گئی کہ اہم وقت پر اعلیٰحضرت کے ہمراہ رکاب نہ کوئی امیر تھا اور نہ کم از کم ہزار سپاہی تھے ظاہر ہے کہ ایسی فوج سے ان انگریزوں پر فتح پانی ممکن نہیں ہے مناسب یہ ہوگا کہ آنحضرت کاویری پٹن میں اقامت فرمائیں اور یہ خیر خواہ صمیم جس طرح کہ عقل سمجھائی کرے انگریزوں سے مقابلہ کرتا ہے اسی بنا پر بندگانعالی سنگارپٹیہ سے نکل کر وہاں پہنچے حیدر علیخاں ٹیپو سلطان کے واپس آنے تک سنگار پٹیہ اور بارامحال کے اطراف اطراف ہی پھرتے رہے۔

ٹیپو سلطان مدراس سے واپس آنے کے بعد نظام علیخاں کا حیدر علیخاں کی ضیافت کرنا

جب ٹیپو سلطان اپنی افواج اور سامان رسد کے ساتھ اپنے باپ سے آملے تو نظام علیخاں نے حیدر علیخاں کی ضیافت کی اور اپنے امراء کے ذریعہ ان کو بجدّوکد بلوا بھیجا۔ اگرچہ حیدر علیخاں دل سے اس پر رضامند نہیں تھے تاہم ان کے پاسِ خاطر سے اپنے لشکر کے ساتھ جاکر ملاقات کی اس ضیافت کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف نے جو لکھا ہے یہ ہے:۔

"مدراس[1] پر حملہ کرنے کے بعد جب ٹیپو واپس آیا تو نظام الدولہ نے حیدر کی اور اس کے ساتھ اس کے بڑے بڑے عہدہ داروں کی اعلیٰ پیمانہ پر ضیافت کی اور اس کے ساتھ بڑی خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اس کو ایک سونے کے تخت پر بٹھایا جس کے تکیے کلابتوں سے بنے ہوئے تھے اور جب انھوں نے رخصت کے

---

[1] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۲۰۴)۔

وقت اس کے ساتھ کر دیا۔ اور اس دعوت کے چند روز بعد حیدر نے
بھی نظام کو دعوت دی لیکن سونے کے تخت پر بٹھانے کے عوض
اس نے ایک ایسا تخت تیار کرایا جس پر پگوڈا ہون اور اشرفیاں
جڑ دی گئی تھیں اور اس پر نہایت نفیس قالین بچھائے گئے
اور عمدہ مخمل کے تکیے رکھے گئے تھے یہ سب رخصت کے وقت
نظام کے نذر کر دیا گیا۔"

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس مورخ کو یہ سمجھنے میں غلطی ہوی ہے کہ نظام علیخاں نے
حیدر علیخاں کو سونے کے تخت پر بٹھایا اس واسطے کہ حیدر علیخاں، نظام علیخاں کے مقابلہ
میں اپنے آپ کو ان کے ایک امیر کا جیسا تصور کرتے تھے اور نظام علیخاں کو اس کا بڑا
خیال تھا اور یہ اعزاز صرف انہیں حاصل تھے جو بادشاہت کے رتبے پر سرفراز ہوں
اور نظام علیخاں کے عہد کے مشہور مورخ شاہ تجلی نے یہ نہیں بتایا ہے کہ بنڈگا نعالی نے
ان کو سونے کے تخت پر بٹھایا ممکن ہے کہ ان کو زربفت و کارچوبی کسی مسند پر بٹھایا گیا ہو
اس موقع پر جو تحفے کہ بنڈگا نعالی نے حیدر علیخاں کو دئے ہیں ان میں نہ اس سونے کے تخت
کا کوئی پتہ ملتا ہے اور نہ کسی زربفت کی مسند کا۔ صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ [1] ۶ جمادی الثانی
کو رکن الدولہ کے توسط سے حیدر علیخاں حضور میں باریاب ہوے اور ان کو اعلیحضرت نے
جیغۂ الماس معہ کلغی پر سیاہ اور سرپیچ مرصع معہ سلک مروارید و ہگدگی مرصع اور ایک شمشیر

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۸۳ ۔

معہ قبضۂ شیشب مرصع و ایک قبضۂ خنجر معہ دستہ شیشب مرصع اور پاندان مرحمت کر کے
رخصت کیا اور اس کے دو روز بعد خود بدولت حیدر علیخاں کے پاس مدعو ہوئے انھوں
نے اپنے لڑکے اور دوسرے اقربا کے ساتھ جلو خانہ تک آکر بندگانعالی کا استقبال کیا
اور آداب بجا لاکر اکاون ہزار روپے اور ایک ہزار سونے کی پوتلی نذر کی اور زرنقد
کے چبوترہ پر بٹھایا اور جواہر کے خوان اور پوشاک اور دو زنجیر ہاتھی نذر کئے شاہ تجلی کا
بیان ہے کہ حیدر علیخاں کی نذر کے منجملہ ایک مالائے مروارا اور ایک انگشتری الماس
بڑی قیمتی تھی ان کے علاوہ تین توپچے انگریزوں کی طرف سے غنیمت میں ان کو حاصل ہوئی تھیں
پیش کیں ۔

رکن الدولہ کا اپنی فوج لیکر حیدر علیخاں کے ساتھ انگریزوں سے جنگ ہونا اور شکست پانا ۔

اس ملاقات میں یہ طے پایا کہ بندگانعالی حزم واحتیاط سے اپنے لشکر و اسباب کے ساتھ ہسکوٹہ میں تشریف رکھیں اور
وہ (حیدر علیخاں) خود غنیم سے مقابلہ کریں گے اور اس پر قابو پاکر کرناٹک، پایان گھاٹ کا
انتظام بوجوہ احسن کریں گے ۔ جس پر نظام علی خاں نے رضامندی ظاہر کی اور ہسکوٹہ کو
روانہ ہوئے البتہ اپنے دیوان رکن الدولہ، متور خاں کرنولی، اسمٰعیل خاں ایلچپوری،
اور راؤ رنبھا کو بیس ہزار سوار کے ساتھ حیدر علی خاں کے پاس چھوڑ دیا جنھوں نے اپنی
اور رکن الدولہ کی فوج کے ساتھ تپل پلی کے گھاٹ کو عبور کر کے انگریزی مقبوضہ قلعۂ (انبور گڈھ)
کا محاصرہ کیا ۔ جب انگریز سرداران مذکور کو اس محاصرہ کی اطلاع ملی تو وہ کرناٹک گڈھ
کیلاس گڈھ، دھوبی گڈھ، پلی گڈھ پر سے ہوتے ہوئے یلغار وہاں پہنچ گئے ۔ حیدر علی خان نے

اس فوج کے آنے کی خبر پاکر محاصرہ برخاست کردیا اور وڈچیری اور بابن پلی کے میدان میں جا ٹھیرے تازہ دم انگریزی فوج انبورگڈھ پہنچ گئی اور وہاں سے ایک روز کے بعد مقابلہ کے لئے نکلی۔ حیدر علیخاں نے اس مقابلہ میں ٹیپو سلطان کو میمنہ پر قایم کیا اور میسرہ رکن الدولہ کے سپرد کیا۔ آپ خود اپنے توپخانہ اور رسالداروں کے ساتھ محمد علی سردار کو لیکر قلب میں ٹھیرے انگریزی سردار نے صرف ایک پلٹن اور سوبجروں کی دو کمپنیاں اور دو توپیں رکن الدولہ کی طرف روانہ کیں اور دو پلٹن اور ایک رسالہ فرنگیوں کا چار توپوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر بھیجا اور کرنل سمتھ اور لفٹننٹ کرنل اوڈ دونوں قلب پر متوجہ ہوئے آتش زود خورد مشتعل ہوئی رکن الدولہ کی فوج انگریزی پلٹن کی صرف چند شلکوں میں پسپا ہوکر جو بھاگی تو پھر وانم باڑی تک کہیں نہ رکی[1]۔ ٹیپو سلطان قبل اس کے کہ انگریز قلب پر فتح پائیں اپنے سواروں کو انگیز کرکے انگریزی لشکر کے چنداول پر جاگرے اور ان کو منہزم کرکے ان کے مال واسباب کو حاصل کرلیا اور چند انگریز سپاہیوں کو بھی گرفتار کرلیا۔ اس سے مطلع ہوکر انگریز سردار اپنے عقب کی حفاظت کے لئے پلٹے۔ حیدر علیخاں اس موقع سے فائدہ اٹھاکر برق آسا اس پلٹن پر جاگرے جو رکن الدولہ کے تعاقب میں گئی ہوئی تھی اور اس پر حملہ کرکے سامان غنیمت حاصل کیا اور وانم باڑی واپس آئے۔ یہیں ٹیپو سلطان بھی اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گئے۔ سرداران انگریزی اسی جگہ ٹھیرے رہے جہاں وہ تھے۔

---

[1] اس واقعے کو صاحب نشان حیدری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "لشکر رکن الدولہ از مقابلۂ یک پلٹن و چند گلولۂ صف شکن استقامت مردی از دست دادہ تا وانم باڑی دم برنیاورد" (نشان حیدری صفحہ ۱۳۴)۔

حیدرعلیخاں اور رکن الدولہ میں افتراق | حیدرعلیخاں نے یہاں پہنچکر رکن الدولہ کو طلب کیا اور اُن سے رنجش آمیز لہجہ میں کہا کہ "تمھاری ہمراہی فوج ہزیمت اثر ہے تم کو چاہئے کہ تم اپنے بہادران تھہری کے ہمراہ حضور (بندگا نعالی) میں چلے جائیں کہ ان کی وجہ سے میں کبھی فیروزمند نہیں ہوسکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجالست و مؤانست کی وجہ سے ان کی سرد مزاجی میرے سپاہیوں سرایت کرکے ان کی غیرت مردانگی کو بھی برباد کردے" اس پر انھوں (رکن الدولہ) نے بڑی دلیری کی باتیں کیں اور موافقت ترک نہ کی اس لئے یہ طے پایا کہ وہ (رکن الدولہ) اور ان کی فوج حیدرعلی خاں کی فوج سے ہمیشہ دو میل پر رہا کرے اور حیدرعلی خاں کے لشکر میں ان کے لشکر کا کوئی آدمی آیا نہ کرے اور وقت ضرورت معتبر کارندوں کے ذریعہ پیغام رسانی ہوا کرے۔ اس واقعہ کو نشان حیدری میں جس خوبی سے بیان کیا گیا ہے اسی کے الفاظ میں سننا زیادہ مناسب ہوگا جو یہ ہیں :۔

"نواب[1] (حیدرعلیخاں) رکن الدولہ را یاد فرمودہ سخنان رنجش آمیز شنوانید چہ گفت کہ ہمراہیان شما بے ریب ہزیمت اثراند باید کہ شما مع افواجِ بہادران تھہری بحضور بروید کہ از سعی آنہا گاہے روئے فیروزی نخواہم دید و مبادا کہ اثر برودت ناختن ایشان را بہ نسبت ہمسایگی دہم جلیسی در رگ و پے جلادت کیشان ما تاثیرات کردہ حرارت غیرت مردانگی را برباد دہد چوں او (رکن الدولہ)

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۴۔

مجدد سخنان دلیری برزبان رانده از موافقت پہلو تہی ساخت
چناں قرار یافت کہ او از لشکر نصرت مآثر مدام بفاصلۂ نیم فرسنگ
مقام سازد و واحدے از لشکرش بہ لشکر ظفر پیکر بیاید و وقت
ضرورت بزبانی ہرکارہ ہائے معتبر ابلاغ نماید۔"

جب انگریز سردار چار روز کے بعد اپنی فوج کے ساتھ وانم باڑی آئے حیدر علی خاں اپنی
قیام گاہ سے نکل کر پہلے روز ترپاتور کے میدان میں مقیم ہوئے اور دوسرے روز وہاں سے
نکل کر کاویری پٹن کے شاہ لیزار کے پرے قیام کیا اور اپنے لشکر کے اطراف چار مورچے
قایم کرکے اُن پر توپیں رکھدیں۔ رکن الدولہ حیدر علی خاں کی فوج کے احاطہ سے باہر رہے
انگریزی کرنل وانم باڑی کے انتظام کے لئے ایک سردار کو چھوڑکر ترپاتور ہوتے ہوئے۔
حیدر علی خاں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ حیدر علی خاں
کے طلایہ دار دو طرف سے انگریزی فوج پر حملہ کرتے تھے اور ایک طرف رکن الدولہ کے
سوار راستہ پر جمے ہوئے تھے ایک رات انگریزی سردار شبخون کے لئے آمادہ ہوکر اس
راستہ سے روانہ ہوئے جدھر کہ رکن الدولہ کے سوار طلایہ پر تھے اور وہ اس شبخون سے
خبردار بھی ہوئے لیکن انھوں نے حیدر علی خاں کو اس کی اطلاع نہیں کی اور نہ خود آپ
اس انگریزی فوج کے سدّراہ ہوئے بلکہ وہاں سے کنارہ کش ہوگئے۔ اس سے ظاہر ہے
کہ یا تو شروع مہم ہی سے رکن الدولہ حیدر علیخاں سے اتحاد کے پیرایہ میں مخالفت کرتے
آرہے تھے یا یہ کہ حالیہ رنجش آمیز گفتگو کے بعد انھوں نے اپنے نزدیک یہ قرار دے لیا کہ حیدر علیخاں سے

اُن کی اُس بُری بھلی گفتگو کا بدلہ اس طرح لیں کہ ظاہر میں ان سے اتحاد قایم رکھکر ان کے مخالفین سے در پردہ مل لیں یا یہ کہ ان کے مخالفین کے طرز عمل سے ان کو واقف نہ کرکے بدلہ لیں۔ بہرحال انگریزی سردار راستہ قطع کرکے حیدر علیخاں کی فرودگاہ کے قریب پہنچا اور راہنماؤں کی عدم واقفیت کی وجہ سے راستہ کے دلدل اور دھنسنے والی کیچڑ میں پھنسکر رات تمام بھُور کردی۔ صبح کو حیدر علیخاں کے بُرجوں کے چوکیداروں نے خبردار ہوکر توپوں کی شلک سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ان کے پیچھے سے حیدر علیخاں کے طلایہ دار فوج نے اُن پر پہنچکر تیر و تفنگ سے بازار جدال و قتال گرم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسی شب رکن الدولہ نے انگریزوں سے اتفاق کرلیا۔ صاحب نشان حیدری صاف الفاظ میں یہ بیان کرتا ہے کہ وہ (رکن الدولہ) بظاہر حیدر علیخاں کی مدد کے لئے آمادہ تھے لیکن دراصل ان کے لشکر کے تاخت و تاراج کے لئے قابو طلب تھے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"اگرچہ از یک طرف بہ بہانۂ کومک مستعد شدہ بود امّا بناتر تاخت و تاراج لشکر نواب قابو جو بود۔"[1]

حیدر علیخاں نے رکن الدولہ کی نسبت سن لیا تھا کہ اپنے خلاف ہیں اب ان کے طرز عمل اور شب خون کی عدم اطلاع دہی سے ان کو یقین ہو گیا کہ یہ اُن سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ جس کے بعد انھوں نے اپنے رسالدار پائندہ خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوج لیکر آگے بڑھے

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۶۔

اور رکن الدولہ کی طرف چند توپ سر کرتے تاکہ وہ (رکن الدولہ) اُن (حیدر علیخاں) سے علیحدہ اور دور ہوجائیں ۔

انگریزوں کے ساتھ قیام اتحاد کی سلسلہ جنبانی

اُدھر انگریزی سردار اُن دھمکیوں سے بے نیل مرام واپس ہوا اور ادھر رکن الدولہ نے اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھائے اور بندگانعالی کے پاس آئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے بندگانعالی کے آگے شکایتوں کا انبار لگادیا جس کے بعد ممکن نہ تھا کہ اعلیٰحضرت حیدر علیخاں کا اتحاد ترک کرنے پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت کے حالات کے نظر کرتے حیدر علیخاں کے اتحاد کو ترک کرنے کے بہ الفاظ دیگر یہ معنی تھے کہ انگریزوں کے ساتھ متحد ہو جائیں ۔ جب نظام علیخاں ہسکوٹہ سے گھاٹ گرنیات پہنچے تو وہاں سے اُن کے وکلاء انگریزی لشکر میں گئے اور رکن الدولہ محمد علیخاں سراج الدولہ (نواب کرناٹک) کے پاس گئے جو اُن دنوں مدراس ہی میں فروکش تھے ۔ شاہ تجلی نے اس اتحاد کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اُس کی تحریک محمد علیخاں نے نصیب یار خاں وقار الدولہ کے ذریعے رکن الدولہ کے پاس کی جس پر انھوں نے بہ تمہید شایستہ اعلیٰحضرت میں معروضہ کیا جو درجۂ پذیرائی کو پہنچا[1] لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صلح کے اسباب پیدا کرنے کے رکن الدولہ ہی باعث ہوئے ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے :۔

" (نظام علیخاں) حیدر سے علیحدہ ہوکر کڑپہ روانہ ہوئے اور جونہیں کہ وہ وہاں پہنچے ان کے دیوان اور لائق دیوان رکن الدولہ نے

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۸۴ ۔

اپنے سالے محمد علی خاں کو یہ معلوم کرنے کے لئے خط لکھا کہ آخر اس نے
نظام کو حیدر کا ساتھ چھوڑنے پر مایل کر ہی لیا اور اس نے بھی لکھا کہ
اگر نواب محمد علیخاں اور انگریز خواہش کریں تو ایک ایسے صلح نامہ کے
طے کرنے کے کامل اختیارات کے ساتھ جسکی کہ اُن کو خواہش ہو
وہ خود مدراس آئیگا"

غالباً اسی غرض کے تحت ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۸۱ھ (م ۲۶ جنوری ۱۷۶۸ء) کو مسٹر فٹنر جیرالڈ حضور بندگانعالی میں باریاب ہوے جن کے متعلق شاہ تجلی کا بیان ہے کہ وہ[1] محمد علیخاں سراج الدولہ کے فرستادہ تھے۔ اُن کی نذر قبول فرما کر درخواست ملاحظہ کی اور ایک مرصع جیغہ مرحمت کر کے رخصت کیا۔ ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ فٹنر جیرالڈ کو محمد علیخاں نے بھیجا۔ حالیہ جنگ میں تین فٹنر جیرالڈ کام کر رہے تھے جنمیں سے ایک کپتان جیمس فٹنر جیرالڈ تھا دوسرا کپتان رابرٹ ویلیئر فٹنر جیرالڈ اور تیسرا میجر تامس فٹنر جیرالڈ۔ اسی میجر تامس فٹنر جیرالڈ کی انگریزی فوج سے حیدر علیخاں کا مقابلہ ہوا ہے یہ میجر اس فوج کی حمایت پر مامور ہوا تھا جو ٹرناملی سے رسد لا رہی تھی اس رسد والی فوج پر حیدر علیخاں نے حملہ کیا جس میں اُس کو اُسی فٹنر جیرالڈ کے مقابلہ میں تقریباً اواخر ڈسمبر ۱۷۶۷ء (م اواخر شعبان ۱۱۸۱ھ) میں ناکامی ہوی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسی کامیابی کے بعد افسران اعلیٰ کی ہدایت پر میجر فٹنر جیرالڈ بندگانعالی کے پاس پہنچے۔ ان کے ذریعہ جو کچھ ریشہ دوانی ہوی ہے اس کو تو انگریزی مورخین نے پردۂ خفا میں رکھا ہے اور ظاہر یہ کیا ہے کہ

[1] تورک آصفیہ ۱۸۵۔

لفٹننٹ[1] کرنل ہارٹ کے تحت کچھ فوج کھمم بھیجی گئی۔ جو ماہ ڈسمبر میں وہاں پہنچی اور بنگال آرمی کے کرنل جوسف پیچ اس سابقہ فوج کو اپنی فوج کے ساتھ شریک کر کے حسب ایما کونسل ۲۰ رجنوری ۱۷۶۸ء (م ۷ ررمضان ۱۱۸۱ھ) کو ورنگل روانہ ہوئے یہ زمانہ وہی ہے جبکہ میجر فٹز جیرالڈ نظام علیخاں کے پاس بھیجے گئے اور اس فوجی نقل و حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزوں نے اس سفیر کے ذریعۂ بندگانعالی کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ انگریز ادھر سرکاران شمالی پر قبضہ کر کے کھمم اور وہاں سے ورنگل کی طرف بڑھ چکے ہیں اور اب بہت جلد وہ حیدرآباد پر قبضہ کرلیں گے اب بھی اگر وہ (نظام علیخاں) انگریزوں کے ساتھ متفق ہوجائیں تو یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی اس پیش قدمی سے باز آجائیں اس تخویف سے اور ساتھ ساتھ رکن الدولہ کی فہمایش سے نظام علیخاں نے بعوض اس کے کہ انگریزوں کے خلاف کسی جارحانہ عمل پر تیار ہوتے اُن سے صلح کرنے کی قرارداد کرلی۔

رکن الدولہ کی روانگی مدراس کو اور وہاں ان کی آؤبھگت

فٹز جیرالڈ کی باریابی کے دو ہی روز بعد بندگانعالی نے رکن الدولہ کو مدراس روانہ کر دیا۔ جو ۹ رفبروری ۱۷۶۸ء (م ۲۰ ررمضان ۱۱۸۱ھ) کو بڑے تزک واحتشام کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اس موقع پر راجہ راچندر اور راجہ بیربہادر ان کے ہمراہ تھے ان کے وہاں پہنچنے پر جو کچھ ان کی آؤبھگت ہوی ہے اس کو ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو یہ ہے۔

"..... رکن[2] الدولہ اور نظام کے ایک معتمد مرہٹہ سردار راجہ رامچندر بڑے تزک واحتشام سے مدراس گئے جہاں وہ بڑے اعزاز

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ ۲۵۴۔ [2] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۲۲۸۔

کے ساتھ داخل ہوئے ان کو توپوں کی سلامی دی گئی۔ جن سڑکوں
پر سے وہ گزرے اُن پر انگریزی فوجیں قطار باندھے ہوئے تھیں
ان کو ہر روز ایک نیا نظارہ دکھایا جاتا تھا۔ انھیں جہازوں کا
بندرگاہ دکھایا گیا اور ہر وہ شئے ان کے ملاحظہ میں لائی گئی جو
ان کی محتاج توجہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جس چیز سے ان کو بہت
خوشی اور اطمینان ہوا وہ وہ قیمتی تحائف تھے جو اس موقع پر ان کو
دئے گئے ان تحائف میں نظام کا حصہ بالکل کم تھا اور جو کچھ تحائف
اُن کے لئے پیش بھی کئے گئے وہ بالکل ناقابل لحاظ تھے اس کمی کو
آئندہ کے بڑے بھاری وعدوں کے ساتھ رفع کیا گیا اور برخلاف
اس کے ان تشانذار وزیروں نے ایک صلح نامہ پر تکمیلی دستخط کردئے۔

تکمیل صلح نامہ اور اس کے شرائط

۱۲۔ فبروری ۱۷۶۸ع (م ۲۳۔ رمضان ۱۱۸۱ھ) کو رکن الدولہ نے صلح نامہ کی تکمیل کردی اس میں سے حسب تفصیل ذیل عہد و پیماں ہوئے۔

۱۔ مصطفیٰ نگر (عرف کنڈاپلی) مرتضیٰ نگر (عرف گنٹور) راجمندری سیکاکول و کوندویر (کوندویر) بشرائط مصرحۂ ذیل نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی کو دے دیا۔

۲۔ مرتضیٰ نگر کو چونکہ نظام علیخاں نے اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیر میں دے دیا ہے اس لئے وہ اس پر تا حیات یا اس وقت تک

قابض و متصرف رہیں گے جب تک کہ وہ انگریزی کمپنی اور محمد علیخاں والاجاہ کے خلاف نہوں یا حیدر علیخاں سے متفق نہو جائیں ۔

۳ ۔ قلعہ کنڈاپلی (عرف مصطفیٰ نگر) معہ جاگیر انگریزی کمپنی کے قبضہ میں رہیگا اور قلعہ میں انگریزی فوج رہیگی ۔

۴ ۔ سرکار سیکاکول کے زمیندار نارائن دیو نے اچھاپور میں فساد برپا کر کے ادائی مالگزاری سے انکار کر دیا ہے اور کمپنی کی اطاعت سے منحرف ہو گیا ہے اس لئے نظام علیخاں اس امر پر رضامند ہیں کہ اس صلحنامہ کی تکمیل کے بعد احکام و تاکیدات نہ صرف نارائن دیو بلکہ سرکار ان ایلور مصطفیٰ نگر و راجمندری اور سیکاکول کے جملہ زمینداروں کے نام لکھینگے کہ وہ آئندہ سے انگریزی کمپنی کو اپنے پادشاہ کے مثل تصور کریں اور اپنا ذمگی محاصل مال و سائر وغیرہ اس کو ادا کرتے ہیں آصف جاہ مذکور اس امر پر رضامند ہیں کہ وہ آئندہ نواب والاجاہ یا انگریزی کمپنی کے ملازمین یا زمیندار وغیرہ کو کوئی فساد برپا کرنے میں مدد نہ دینگے اور نہ ان کو پناہ دیں گے ۔

۵ ۔ ا ۔ حالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اپنی فوج کو سرکار ورنگل میں اپنی فوج بھیجنے پر مجبور ہوی تھی ۔ اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی اپنی اس فوج کو کھمم کے قلعہ کو واپس کریگی اور جو نہیں نظام اپنی فوج کے ساتھ

دریائے کرشنا پار ہو جائیں کمپنی کی فوج قلعۂ کھمم کو ان کے نائب کے سپرد کرکے اپنے علاقہ میں چلی جائیگی۔

ب۔ کمپنی اقرار کرتی ہے کہ یکم جنوری ۱۷۶۸ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۱۸۱ھ سے چھ سال تک سالانہ دو لاکھ روپے آرکاٹی دو اقساط میں ادا کرتی رہیگی اور سرکار کو ندویر پر قبضہ ملنے کے بعد مزید ایک لاکھ ہر قسط میں اضافہ دیگی۔ اگر ان چھ سالوں میں کمپنی سرکاران مذکور پر امن و امان کے ساتھ قابض و متصرف رہے اور نظام اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کریں تو کمپنی یکم جنوری ۱۷۷۴ء سے دو مساوی اقساط میں پانچ لاکھ روپے ادا کریگی اور اگر کو ندویر پر قبضہ ہو جائے تو سالانہ سات لاکھ روپے دیگی لیکن نظام خود یا ان کی تحریک پر مرہٹے یا اور کوئی ان سرکاروں یا کرناٹک پر حملہ کریں تو صلح ہونے تک یا اس وقت تک جب تک کہ سرکاران مذکور کمپنی کو واپس نہ مل جائیں اقساط مذکور کی ادائی معلق رہیگی۔

۶۔ سابقہ طے نامہ میں یہ شرط تھی کہ بشرطیکہ صورت حالات اجازت دیں نظام اور انگریزی کمپنی ایک دوسرے کی مدد کرینگے لیکن اس سے ہر دو فریق معاہدہ کو مشکلات کا سامنا ہوگا اور اس وجہ سے امکان ہے کہ کوئی غلط فہمی واقع ہو جائے اس لئے اب یہ قرار

پایا کہ انگریزی کمپنی اور نظام اور نواب والاجاہ کے مابین ہمیشہ
کیلئے اتحاد قایم رہے ایک کا دشمن باقی دو کا دشمن اور ایک کا
دوست باقی دو کا دوست متصوّر ہو اگر کوئی مشکلات واقع ہوں
یا متحدین کے ممالک پر کوئی غنیم حملہ آور ہو تو متحدین میں سے
کوئی اس کو (حملہ آور) مدد نہ دے۔ انگریزی کمپنی اور نواب والاجاہ
اپنے اتحاد کے ثبوت میں البتہ اپنی طرف سے سپاہیوں کے دو بٹالین
اور چھ توپیں یوروپین سولجروں کے تحت نظام کی ضرورت پر
فراہم رکھیں گے بشرطیکہ صورت حالات اس فوج کو دکن میں کوچ
کیلئے اجازت دے اور بشرطیکہ نظام ان کے اخراجات ادا کریں

۷۔ا۔ شاہ عالم نے نواب والاجاہ اور ان کے فرزند کلاں معین الملک
عمدۃ الامراء کو نسلاً بعد نسلٍ کرناٹک پایاں گھاٹ کی حکومت سے
سرفراز کیا نظام نے بھی ان کو اپنے تحت سے علٰحدہ کرکے جملہ مطالبات
کے متعلق اپنی طرف سے فارغ خطی دی جس کے عوض نواب والاجاہ
نے پانچ لاکھ روپئے نظام کو دئے اور نظام نے نواب مذکور اور
ان کے فرزند اور ان کے ورثاء کو اور اس علاقہ کی سند التمغا کو تسلیم کیا

ب۔ نظام، انگریزی کمپنی (یعنے صدر نشین و ارکان مدراس کونسل)
اور نواب والاجاہ کے سوائے کسی اور شخص سے علاقہ کرناٹک اور

سرکاران شمالی میں خط وکتابت نکرینگے۔ اور نہ کمپنی و نواب والاجاہ نظام اور ان کے دیوان اور ضامنین (جن کے دستخط اس صلح نامہ پر ہوی) کے سوائے کسی اور سے علاقہ دکن میں خط وکتابت کریں گے۔

۸۔ نواب آصف جاہ نے اپنے اتحاد کی رُو سے والاجاہ اور ان کے فرزند کلاں معین الملک کو حسب ذیل اسناد مرحمت فرمائے۔

ا۔ کرناٹک کی سند التمغا۔

ب۔ ایمن کندلہ (بشمول گھن پورہ) کی سند التمغا۔

ج۔ گھٹ کیسر کی سند التمغا۔

د۔ کولار کے قلعہ داری کی سند التمغا۔

ھ۔ ضلع شونے ڈوپ کی سند التمغا۔

و۔ ایک فارغ خطی جس کی رو سے وہ دکن کے اثر سے علیحدہ کردئے گئے۔

۹۔ حیدر نایک (حیدر علیخاں) نے سلطنت میسور غصب کر کے اطراف میں ادھم مچا دی ہے اور حالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اور نواب والاجاہ کے علاقہ کو تباہ کر دیا ہے اس لئے ہمسایہ ملک کی حفاظت و فائدے کے لئے لازم ہے کہ نایک مذکور کو سزا دیجائے اور اس کی قوت کو توڑ دیا جائے اس غرض کے لئے آصف جاہ اس کو

علی الاعلان باغی اور غاصب قرار دیتے ہیں اور اُن تمام خطابات واسناد سے اس کو محروم گردانتے ہیں جو اب سے پیشتر خواہ انھوں نے یا کسی اور صوبہ دار دکن نے اُس کو دئیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حیدر نایک نے آصف جاہ کے ساتھ دغا کی ہے اور اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اور اپنے آپ کو آئندہ مہربانیوں اور عنایات کا نااہل ثابت کیا ہے۔

۱۰۔ا۔ انگریزی کمپنی امن وامان کے ساتھ ساحل کورومنڈل اور ملیبار پر تجارت کر سکتی ہے۔

ب انگریزی کمپنی بمعیت نواب والاجاہ کرناٹک اور دوسرے مقبوضات پر قابض رہ سکتی ہے۔

ج یہ ضروری ہے کہ علاقہ کرناٹک بالاگھاٹ (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھا اور اب حیدر نایک کے تصرف میں ہے) اُن کے تحت تصرف رہے جو عدل وانصاف اور احکام شاہی کی اطاعت کریں آصف جاہ اقرار کرتے ہیں کہ کرناٹک بالاگھاٹ مذکور کی دیوانی پر (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھی) انگریزی کمپنی متصرف رہے اور وہ اس کے متعلق شاہ عالم کے پاس سے فرمان حاصل کرلے لیکن نظام کو بہ حیثیت صوبہ دار دکن جو حقوق کہ اس کے متعلق حاصل

ہیں وہ اس سے مفقود نہوں گے اور کمپنی نے اقرار کیا کہ اس کی
دیوانی پر قبضہ پانے کے بعد سے سات لاکھ روپئے آرکاٹی سالانہ
دو مساوی اقساط میں ادا کریگی بشرطیکہ نظام حیدر نایک کو تدارک
کرنے میں کمپنی اور نواب والاجاہ کی مدد کریں اور اس سے نہ خود کوئی
مراسلت کریں اور نہ اپنا کوئی وکیل اس کے پاس روانہ کریں۔

۱۱۔ انگریزی کمپنی کا یہ مقصود نہیں ہے کہ مرہٹے اپنے چوتھ سے محروم
رہیں جو انگریزی کمپنی کرناٹک بالاگھاٹ پر بہ حیثیت دیوان قابض ہونے
کے بعد سے برابر ادا کرتی رہیگی۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ شرایط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ نواب کرناٹک اور انگریزوں
کے ہوا خواہ و ملازم ابراہیم بیگ دھونسہ کو سرکار عالی میں کسی معقول خدمت پر مامور
کرلیا جائے لیکن اس کو صورت تحریر میں نہیں لایا گیا البتہ بر بناء سفارش ان کے تقرر کا وعدہ
کرلیا گیا اور اسی بناء پر یہ ۲۵ شوال کو وقار الدولہ کے توسط سے شرف اندوز ملازمت
ہوے اور سرپیچ مرصع سے سرفرازی پائی۔

مدراس سے رکن الدولہ کی واپسی اور تحائف کا گورنر مدراس و نظام علیخاں کے مابین تبادلہ

رکن الدولہ ۲ شوال ۱۱۸۱ھ (مطابق ۲۱ فروری ۱۷۶۸ء) کو گورنر مدراس اور محمد علیخاں سراج الدولہ کے تحائف
کے ساتھ مسٹر سس اولی اور برسی کو لیکر حاضر خدمت ہوے گورنر کے مرسلہ تحفے یہ تھے۔ (۱)
مرصع کار صندوق ایک (۲) عطردان ایک (۳) اعلیٰ جواہر (۴) بانات (۵) مشجر

(۶) طپنچہ ایک (۷) بندوق ایک (۸) آئینہ کلاں بیں معہ تصاویر (۹) قلمدان ایک (۱۰) پوشاک خاصہ (۱۱) ہاتھی ایک زنجیر۔ ان کے علاوہ بیگمات کے لئے بھی تحفے بھیجے گئے تھے بندگانعالی نے انگریزی سفراءمیں سے مسٹر ادلی کو جیغہ و سرپیچ مرصع اور مسٹر بسی کو صرف جیغہ مرحمت فرمایا اور گورنر کو حسب تفصیل ذیل تحائف[1] روانہ فرمائے۔

(۱) ایک ہاتھی موسوم بہ گجراج (۲) ایک جیغہ الماس یا آویزہ مروارید قیمتی ۳۰۰۰؍ (۳) ایک سرپیچ کرن بوقت معہ ۳ عدد الماس قیمتی ۱۲۵۱ (۴) ادیسی بالڑی و آویزہ مروارید قیمتی ؍؍ (۵) گیارہ پارچہ کی دو خلعتیں۔

گورنر مدراس کے علاوہ مدراس گورنمنٹ کے سات ممبران کونسل میں سے ہر ایک کو ایک ایک سرپیچ اور چار چار پارچہ کی ایک ایک خلعت علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمائی ان کے ساتھ بندگانعالی نے محمد علیخاں سراج الدولہ کو بھی خلعت و جواہر روانہ فرمائے ان خلعتوں اور تحفوں کو لیکر سفراء انگریزی ۷ شوال ۱۱۸۲ھ (م ۲۶ فبروری ۱۷۶۸ء) کو مدراس روانہ ہوئے ان کی واپسی کے بعد امراء و زمینداروں کو اپنے اپنے مستقر پر رخصت کر کے خود بدولت بھی جانب حیدرآباد کوچ فرما کر ۶ ذیحجہ ۱۱۸۱ھ (م ۲۴ اپریل ۱۷۶۸ء) روز یکشنبہ کو نالاب میر جملہ کے دروازے سے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہوئے۔

---
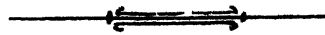
[1] یہ تفصیل ہم کو دفتر دیوانی و مال وغیرہ کی ایک فرد سے معلوم ہوئی ہے جس سے اسناد کی اجازت جناب ناظم صاحب دفاتر مذکور نے اپنی عنایت سے دی ہے اس فرد میں علاوہ گورنر کے ہر ایک ممبر کونسل کیلئے بھیجے ہوئے تحائف کی تفصیل بھی موجود ہے

راجہ ناگپور پر مکرر حملہ

راجہ ناگپور پر مکرر حملہ اور اسکی صلح

بند گا نعالی کے بلدہ واپس ہونے کے بعد ان کو مادھو راؤ اور رگھناتھ راؤ کی مہم میں شریک ہونا پڑا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ رگھناتھ راؤ شمال میں جاٹ کی مہم سے اور مادھو راؤ جنوب میں حیدر علیخاں کی مہم سے فراغت پا کر اپنے اپنے مستقر پر واپس ہوئے تو رگھنا راؤ نے یہ ادعا کی کہ اس کو حکومت مہاراشٹر سے نصف پر حکمراں کیا جائے اور بقیہ نصف پر پیشوا مادھو راؤ قابض رہے جب مادھو راؤ نے اس سے انحراف کیا تو رگھناتھ راؤ نے اپنی فوج میں پندرہ ہزار آدمیوں کا اضافہ کیا اور دماجی گیکواڑ اور ہولکر کے دیوان گنگا دھر ایشونت کے خدمات حاصل کئے اور جانوجی بھونسلہ نے بھی امداد کا وعدہ کیا لیکن اس کے صورت عمل میں آنے سے پہلے ہی مادھو راؤ نے بھاری فوج سے ۱۰ جون ۱۷۶۸ء (م ۲۴۔ محرم ۱۱۸۲ھ) کو دھوداپ کے میدان میں رگھناتھ راؤ پر ایک دم حملہ کر دیا جس میں وہ (رگھناتھ راؤ) گرفتار ہو گیا۔ اس کو پونہ کے شنوار محل میں نظر بند کر دیا گیا اس قید میں اس کو صرف اپنی بیوی اور متبنیٰ امرت راؤ سے ملنے کی اجازت تھی اور محل سے نکلنے اور دیگر ملاقاتیوں سے بلا اجازت ملنے کی ممانعت اور اس کی نگرانی نانا پھڑنویس کے تفویض کر دی گئی اس طرح رگھناتھ راؤ پر قابو پا چکنے کے بعد جانوجی بھونسلہ کو بھی مطیع کر لینا مادھو راؤ کو لازم تھا

رگھناتھ راؤ کی گرفتاری کی اطلاع ملنے پر نظام علیخاں کی طرف سے رکن الدولہ ۹ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ (م ۲۳ اگست ۱۷۶۷ء) کو مادھو راؤ کے پاس روانہ ہوئے۔ حسب بیان شاہ تجلی اس وقت ان کے ہمراہ معقول فوج تھی اور انھوں نے جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں مادھو راؤ کی رفاقت بھی کی چنانچہ کنکیڈ کے بیان کے موافق دونوں کی متفقہ فوجیں باسم اور کارنجہ کو جانے والی سڑک سے علاقہ برار میں داخل ہوئیں۔ جانوجی بھونسلہ ادھر سے ادھرا ور ادھر سے ادھر ممالک محروسہ سرکار عالی میں اودھم مچاتا رہا کئی گاؤں جلادئے۔

صلح نامہ کنکاپور کی تکمیل اور اسمیں ریاست آصفیہ کے مفاد سے قطع نظر

جب جانوجی بھونسلہ اس کثیر فوج کے باقاعدہ مقابلہ میں کامیابی کی توقع نہ پائی اور آوارہ گردی سے تھک گیا تو صلح کی خواہش کی جس پر ایک صلح نامہ ۲۳ مارچ ۱۷۶۹ء (م ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۸۲ھ) کو بمقام کنکاپور تکمیل پایا جس میں حسب ذیل امور طے ہوئے۔

۱۔ جانوجی بھونسلہ اس تمام علاقہ سے دست بردار ہو جائے جو اس کو راکس بھون کی جنگ کی وجہ سے ہمدست ہوا تھا۔

۲۔ اس کی فوجی قوت سپاہیوں کی ایک خاص تعداد تک محدود رہے جس میں بلا اجازت پیشوا اس کو اضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

۳۔ وہ نہ نظام علیخاں سے کوئی مراسلت کرے اور نہ مغلیہ شہنشاہ سے اور نہ انگریزوں سے اور نہ نواب اودھ سے۔

لہ تورک آصفیہ صفحہ ۱۸۸ و ۱۹۳۔

لہ ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل جلد دوم صفحہ ۹۴۔

۴۔ بطور ہرجانہ پانچ لاکھ روپیہ پیشوا کو پانچ قسطوں میں ادا کرے۔

اس صلح نامہ میں ایسے شرائط طے پائے جو صرف مادھوراؤ کے حق میں مفید تھے اس موقع پر رکن الدولہ گویا مادھوراؤ ہی کے نمائندہ تھے کہ انھوں نے اپنے مفید یا اپنی ریاست سے تعلق کوئی شرط نہ اس صلح کے وقت پیش کی اور نہ اس سے قبل تجدید اتحاد کے وقت مادھوراؤ سے کوئی معاہدہ کیا۔ اس صلح نامہ کی تکمیل کے وقت ان کو کم ازکم اپنی ریاست کی اس پالیسی کا خیال رکھنا چاہیئے تھا جو مرہٹوں کے معاملات میں ابتک تھی یعنی یہ وہ ہمیشہ ایک فریق کے مقابلہ میں دوسرے کی مدد کرنے میں اپنے فائدہ کو ملحوظ رکھتی تھی بہرحال رکن الدولہ کو نظام علیخاں اور ان کی ریاست سے جو کچھ دلچسپی اور ہمدردی تھی اس صلح نامہ اور اس کے شرائط سے بخوبی ظاہر ہے۔

رکن الدولہ جب مادھوراؤ کی طرف روانہ ہونے لگے تو راجہ رتن چند کالکا داس کو پیشکاری کی خدمت تفویض کرکے اپنا نائب بنایا۔ سپاہیوں کی ایک سال کی تنخواہ چڑھ گئی تھی اس لئے تمام سپاہی جلوخانہ خاص میں ہنگامہ آرا ہوئے اور جب راجہ رتن چند ان کی تشفی کی خاطر آنے لگے تو برسر بازار ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور چاہتے تھے کہ ان کو پالکی ہی میں ختم کردیں لیکن اعتقادالدولہ نے ایسے موقع میں ان کی حمایت کی معاملہ رفع دفع ہوگیا اس واقعہ سے متاثر ہوکر راجہ رتن چند نے چند جمعداروں کو اپنے موافق کرکے حضور میں فرد مطالبہ تنخواہ کے ساتھ اپنا یہ معروضہ پیش کیا کہ۔

"[1] اگر رکن الدولہ کی علیحدگی اور ان کی جگہ خدمت دیوانی پر میرا تقرر منظور

---

[1] تورک آصفیہ صفحہ ۱۹۳۔

فرمایا جائے تو میں سپاہیوں کی پوری تنخواہ ادا کرکے دس لاکھ روپے
بطور نذرانہ داخل خزانہ کرتا ہوں"۔

اس معروضہ پر بندگانعالی نے فرمایا کہ" اس کی تصدیق میں اُن اصحاب کی مہریں بھی اس پر ثبت ہوں جو اس امر میں تمہارے ساتھ متفق ہیں" جس پر انھوں نے اپنے تمام متحدالخیال لوگوں کے دستخط و مہر لیکر فرد کو ملاحظہ میں پیش کی بندگانعالی نے ابھی کوئی احکام نہیں دئے تھے کہ رکن الدولہ کی واپسی کی اطلاع ملی۔ جس کے ساتھ ہی ۱۸ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ (م ۲۲ جولائی ۱۷۶۹ء) کو فتح دروازے سے بیرون شہر تشریف لیجاکر خود بدولت نے ان کا استقبال کیا اور خواصی بٹھلاکر ان کو دولت خانہ خاص میں لے آئے اور رتن چند کے افرادِ مطالبات ان کو دئے اور فرمایا کہ" یہ تمہارے اعتمادی آدمی کا وثیقہ ہے" رتن چند اور اُن کے بیٹے کانچند کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا۔ رکن الدولہ کے طرز عمل کے مقابلے میں نظام علیخاں کے اس حسن سلوک وحسن ظن سے یہ پایا جاتا ہے کہ انھوں (رکن الدولہ) نے اپنی لسانی حکمت عملی اور نمایش ظاہری سے بندگانعالی کو اپنی طرف سے بھلاوے میں ڈال دیا تھا۔ ورنہ وہ اعمال جو ابتک انھوں نے خود ریاست کے اور ریاست کے دُعاگویوں[1] کے حق میں کئے اس قابل نہ تھے کہ فروگزاشت کر دئے جاتے۔

---

[1] صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ جب رکن الدولہ مادھوراؤ کی طرف جانے لگے تو انھوں نے اکثر اُن آں تمغا و انعامی مواضعات کو جو عہد آصف جاہ اول ملکہ عالمگیر اور قطب شاہیہ سلاطین کے زمانے سے سادات و علماء و سوگاں پر بحال تھے ضبط کرکے جدید منصداروں پر بحال کیا۔ جس سے عوام میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ لیکن مدار المہام کے خوف و اثر سے ان ستم رسیدگان کی کوئی داد و فریاد کسی نے نہ سُنی (توزک آصفیہ ۱۹)۔

اواخر جمادی الاول ۱۱۸۳ھ (م اواخر ستمبر ۱۷۶۹ء) میں بندگانعالی گرگنٹہ روانہ ہوے کیونکہ وہاں کا زمیندار سرکش ہوکر ادائے مال واجبی میں تہاون کرتا تھا۔ ضابط جنگ ابراہیم بیگ خاں دھونسہ نے بڑی خوبی سے صرف چند ہی روز میں اس مہم کو سر کرلیا۔ اس سے فارغ ہوکر گلبرگہ روانہ ہوے اور روضۂ مبارک پر فاتحہ پڑھا اور سجادے صاحب سے ملاقات کرکے کلیانی کی طرف روانہ ہوے۔ یہ چندر سین کے بیٹے راجہ رامچندر کے زیر تصرف تھا جو کئی سال قبل صلابت جنگ کے عہد کی اخیر جنگ میں (جو مرہٹوں کے ساتھ ہوی تھی) ان کے سب سے چھوٹے بھائی میر مغل علیخاں ناصر الملک کو ورغلا کر پیشوا بالاجی راؤ کے پاس لیکر چلا گیا تھا۔ جس سے صلابت جنگ کا یا بہ الفاظ صحیح نظام علیخاں کا پلہ کمزور ہوگیا تھا۔ اگرچہ اس جنگ سے واپس ہوتے وقت نظام علیخاں نے اس کے علاقہ کے موضع پچپلہ پر حملہ کیا تھا لیکن اس کے لئے یہ کافی نہیں تھا اور اس کے بعد سے اب تک اس نے تلافی مافات کی کوشش بھی نہیں کی اور نہ وہ بندگانعالی سے معافی کا خواستگار رہا۔ اعلیحضرت کو گرگنٹہ سے واپسی کے وقت یہ موقع ملا کہ اس کو معقول سزا دیں چنانچہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۸۳ھ (م ۵ مارچ ۱۷۷۰ء) کو اُسے گرفتار کرلیا گیا اور جب یہاں سے حیدرآباد واپس پہنچے تو اس کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کردیا گیا اس کا توپخانہ اور ہاتھی اور دیگر اسباب وغیرہ ضبط کرلیا گیا۔ بیٹے کی گرفتاری کے بعد اُس کی ماں نے قلعہ کلیانی کے دروازے کو بند کرلیا اور چاہتی تھی کہ مقابلہ کرے قلعہ کا چند روز محاصرہ رہا آخر ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۸۳ھ (م ۷ اپریل ۱۷۷۰ء) کو رامچندر کی والدہ نے قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کیا اور بندگانعالی نے ازراہِ نوازش مواضع بھالکی اور بھاتمرہ اُس پر بحال کرکے قلعۂ کلیانی پر

رکن الدولہ کے بھائی ارسلان جنگ کو قلعدار بنا دیا اور ہمنا باد اور چھلہ جور امچند کی جاگیر میں تھے ضبط کر لئے۔ خود بدولت اس انتظام سے فارغ ہو کر نرمل کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کے زمیندار گنگا راؤ کو تنبیہ کریں وہ قلعہ میں محفوظ ہو گیا دس بارہ روز جنگ رہی آخر بندگانعالی نے اس کو دوسرے علاقہ کی سرفرازی کی۔ جس پر اس نے قلعۂ نرمل کو خالی کر دیا۔ بندگانعالی نے ابراہیم بیگ ضابط جنگ کو ظفر الدولہ کے خطاب سے سرفراز کر کے قلعۂ مذکور معہ قصبہ جات متعلقہ اُن کے سپرد کر دیا۔ جس کی مسرت میں ضابط جنگ نے بندگانعالی کی ضیافت کی اور ایک کشتی جواہر اور تین کشتی ملبوس خاص نذر کئے۔

بلدہ حیدرآباد کا پایۂ تخت قرار دیا جانا

۱۲ صفر ۱۱۸۴ھ م (۷ جون ۱۷۷۰ء) کو اعلیحضرت نرمل سے برخاست ہو کر، ارباہ مذکور حیدرآباد واپس تشریف لائے اور اس کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ دولتخانہ میں مختلف عمارتیں جیسے خواص پورہ خس خانہ وغیرہ تعمیر کرائیں۔ امراء و اعزاء نے بھی اپنے اپنے لئے بڑی بڑی حویلیاں اور عمدہ عمدہ باغ بنوائے صاحب تاریخ ظفرہ نے ان میں سے اکثر عمارتوں اور باغوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے خصوصاً ٹکسال کی آبادی کا ذکر اس نے کسی قدر تفصیل سے کیا ہے وہ کہتا ہے کہ چار کمان کا میدان سلاطین قطب شاہیہ کا جلوخانہ تھا تقریباً سینتھ سال سے یہاں کوئی بادشاہ فروکش نہیں ہوا تھا۔ یہاں کی شاہی عمارتیں کچھ تو جل گئی تھیں اور کچھ منہدم ہو گئی تھیں اسی کس مپرسی میں ان منہدمہ مکانات میں غریب غربا اور کچھ اہل حرفہ رہتے بستے تھے ایک دفعہ رکن الدولہ اور بعض مشیروں نے چوک کی ترتیب و درستی کے ذکر پر حضور میں عرض کی کہ صرّافہ (ٹکسال) ہمیشہ لشکر کے ہمراہ

شہر کے باہر اترا کرتا ہے اور ہر سال رہایش کے لئے چھپروں کے بنانے میں زیر بار ہوتا رہتا ہے اگر اورنگ آباد (خجستہ بنیاد) وغیرہ شہروں کی طرح یہاں بھی صرافہ شہر ہی میں آباد ہو جائے تو مناسب ہوگا کہ شہر کی خوشنمائی کے علاوہ ساہو کاروں کی خسارت و حرج کا دفعیہ بھی ہوگا۔ چنانچہ چارکمان کی درمیانی جائے اس غرض کے لئے تجویز ہوی۔ اور ماہ شعبان ۱۱۸۴ھ (نومبر ۱۷۷۰ع) میں ساکنین صرافہ نے چار محل اور داد محل کے درمیانی وسیع میدان میں اقامت اختیار کی اور انندی رام و کومانجی نایک و ہر لعل کانجی وغیرہ ساہو کاروں نے اپنے اپنے مکانات کی بنا ڈالی۔ صاحب تاریخ ظفرہ نے اس صرافہ کی آبادی پر ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کا مادہ یہ ہے ع۔ مقام سیم و زر دراں مکاں شد۔

۱۱۸۴ھ

امساک اور شدت باراں طغیانی ۱۱۸۵ھ کے موسم باراں میں بارش مطلق نہیں ہوی بندگانعالی تمام بندگان خدا کی پریشانی پر نظر کر کے یکم جمادی الاول ۱۱۸۵ھ (۱۲ اگست ۱۷۷۱ع) کو فتح دروازے سے پا پیادہ ایک انبوہ عام کے ساتھ عید گاہ جدید پہنچے اور نماز استسقاء مفتی عبد القوی خاں کی امامت سے ادا کر کے باران رحمت کے لئے دعا فرمائی دوسرے روز بھی اسی طرح عید گاہ میں نماز ادا کی لیکن اس روز امامت سید غلام سرو خطیب مکہ مسجد نے کی آخر ستر ھویں ماہ مذکور کو بڑی زور کی بارش ہوی جس سے رود موسیٰ میں طغیانی ہوگئی جنوبی شہر پناہ کا ایک حصہ بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور پل (قدیم) کے بازو کی دیوار بھی بہ گئی صاحب تاریخ ظفرہ کا بیان ہے کہ بارش[1] کی وجہ سے نرکھوڑہ اور پرگنہ حویلی محمد نگر کے پندرہ

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۶۴۔

تالاب ایک ساتھ ٹوٹے اور پانی دریا میں بڑھ بڑھ کر شہر کے اندر داخل ہوگیا اور پل کے اندر کی آبادی اور محلہ جات چار محل، رکاب گنج، بادشاہی عاشور خانہ، چنپا دروازہ، دہلی دروازہ، مڑکی بازار، باغ شہسوار جنگ، بشیر پورہ، بہادر پورہ وغیرہ کو بہا لیگئی۔ تقریباً بیس ہزار گھر اور دو ہزار آدمی نذرِ آب ہوے اور دریا کے کنارے جو دیہات آباد تھے ان کی تباہی علحدہ رہی

اس دریا کی ایسی ہی طغیانی ۱۳۲۶ھ (م ۱۹۰۸ء) میں ہمارے دیکھنے میں بھی آئی ہے جو ایک قیامت صغریٰ تھی۔ مسلسل آٹھ روز کی بارش کے بعد غرہ رمضان ۱۳۲۶ھ کی (م ۲۷ ستمبر ۱۹۰۸ء) آخر شب میں شہر پناہ پرانے پل کے پاس سے ٹوٹ گئی اور پانی اندرون شہر داخل ہوگیا جس سے اس دریا کے جنوبی کنارے کے اُن تمام محلوں کا ستھراؤ ہوگیا جن کا ذکر صاحب ظفرہ نے کیا ہے اور ان کے علاوہ موسیٰ صاحب قادری کی درگاہ، کوکا کی ٹٹی، پٹیلہ برج، گلاب سنگھ کی باؤلی، گھانسی بازار، پتھر گٹی، دیوان کی ڈیوڑھی، چھتہ، سالار جنگ کی بارہ دری، دار الشفا، پھول باغ، چادر گھاٹ میں پانی کہیں قد آدم اور کہیں دو دو قد آدم سے بھی زیادہ تھا۔ پرانے پل، مسلم جنگ کے پل، افضل گنج کے پل اور چادر گھاٹ کے پل پر سے پانی بھالا بھالا گزر رہا تھا اور تقریباً سب پل بُری طرح شکستہ ہوگئے تھے۔ پرانا پل البتہ زیادہ خراب نہیں ہوا تھا صرف اس کی بازو کی دیوار اور اس کے لداو پر کی مورم بہ گئی اور کمانیں رہ گئی تھیں۔ شمالی محلہ جات میں اُن محلوں کے سوائے جو دریا کے بالکل کنارے واقع تھے۔ مستعد پورہ، کاغذی گوڑہ، دھول پیٹھ، چوڑی بازار، بیگم بازار، محبوب گنج، گولی گوڑہ، پتلیوں کی باؤلی تک پانی پہنچ گیا تھا۔ افضل گنج اور جان اللہ شاہ کا تکیہ، اکبر جاہ بازار تو برابر پانی میں تھے،

ہزاروں مرد، عورت بچے ڈوب مرے اور ہزاروں ہی آدمی بہ گئے ہزار ہا مکان بہ گئے اور ہزار ہا گھر بیٹھ گئے۔ بہت سارے لوگ افضل گنج کی مسجد وکٹوریہ زنانہ ہاسپٹل اور مختلف درختوں پر پناہ لیکر بچ گئے یہ طغیانی بمشکل ایک روز رہی جب دوسرے روز پانی کم ہوا۔ جابجا مکانوں کے ڈھیر نظر آتے تھے اکثر مکانوں کے ڈھیروں میں آدمی دب کر مر گئے تھے۔ ایک مکان کا اثاثہ بہ بہا کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا اس طرح سینکڑوں آدمی اپنے مال و دولت سے محروم ہو گئے اس طغیانی کے بعد ایک عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی دہشت ایسی بیٹھی کہ ندی آئی ہی ہلکی سی ہنکار پر لوگ اُٹھ بھاگتے تھے۔ یہ غفراں مکان نواب میر محبوب علیخاں کے عہد کا واقعہ ہے اعلیٰحضرت مرحوم نے طغیانی زدہ اصحاب کے لئے فوری طور پر امداد کے انتظامات و احکام صادر فرمائے اور ایک کمیٹی فلڈ ریلیف کمیٹی کے نام سے قایم کی منجانب سرکار ایک عرصہ تک ان کے خورد و نوش کا انتظام مختلف مرکزی مقامات پر ہوتا رہا اُن مصیبت زدہ لوگوں کے لئے رقمیں عطا کی گئیں جن کے مکانات نذر طغیانی ہوے تھے اور جو اتنے مالدار نہیں تھے کہ پھر ان کی تعمیر بذات خود کر سکتے۔ بہر حال اس فلڈ ریلیف کمیٹی نے بڑی مستعدی اور ہمدردی سے مصیبت زدوں کی امداد کی ان وقتیہ انتظامات کے بعد ہی ایک کمیٹی انسداد طغیانی کی غرض سے قایم ہوی۔ جس نے اسباب طغیانی پر غور کر کے رُود ہائے موسیٰ اور سا کل میں سے ہر ایک پر ایک بند تیار کر کے خزانۂ آب تعمیر کرنے کی تجویز قرار دی۔ اس تجویز کو صورت عمل میں لا کر تکمیل کو پہنچانے کا سہرا ہمارے اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ کے فرق مبارک پر رہا۔ خود بدولت نے بعد تکمیل کار اُن دونوں خزانہ ہائے

آپ میں سے ایک کو اپنے نام نامی پر "عثمان ساگر" اور دوسرے کو اپنے بڑے صاحبزادے ولیعہد والاشان اعظم جاہ نواب میر حمایت علیخاں بہادر طال اللہ عمرہ کے اسم گرامی پر حمایت ساگر سے موسوم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ

اس زمانہ میں پرندوں اور چارپایہ جانوروں کو لڑانے کا دستور تھا نظام علیخاں کے بڑے بھائی ناصر جنگ شہید کو کھلگے لڑانے کا بہت شوق تھا وہ بڑے شوق سے ان کو پالتے تھے اسی بنا پر عظیم الجثہ آدمی کے لئے ناصر جنگ کا ہیلا، کا محاورہ زبان زد ہوا ہے اس میں شک نہیں کہ جانوروں کے لڑانے کے تماشے میں آدمی کے جذبات جنگ مشتعل ہوتے ہیں اور ایسا آدمی جو اس میں دلچسپی رکھتا ہے ہر وقت جنگ و جدل پر مستعد و آمادہ رہتا ہے لیکن بے زبان جانوروں کو آپس میں لڑا کر تماشہ دیکھنا بے رحمی ضرور ہے اسی بے رحمی پر نظر رکھ کر ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ نے ذریعۂ فرمان مبارک اس کی ممانعت فرمائی ہے جس کے بعد سے اس کا رواج قطعاً موقوف ہو گیا۔ جانوروں کی لڑائیوں میں ہاتھیوں کی لڑائی بھی قابل دید ہوتی ہے اس تماشہ کو نظام علیخاں نے کئی بار ملاحظہ کیا ہے چنانچہ ایک دفعہ لشکر ہی میں دیکھا۔ دوسری دفعہ نبی باغ (واقع گوشہ محل) میں تیسری مرتبہ میر حملہ کے تالاب میں سنہ ۱۲۰۵ھ میں مکرر نبی باغ کے میدان میں ہاتھیوں کی جنگ قرار پائی گوشہ محل کے اطراف پہرہ چوکی بٹھا دی گئی، خود بدولت معہ محلات حیدر محل (جو گوشہ محل کے باغ میں واقع تھا) میں رونق افروز ہوئے صاحبزادہ عالیجاہ، رکن الدولہ، اور دیگر امراء بھی حاضر تھے اور اطراف دور دور تک تماشہ بین جمع تھے

ہاتھیوں کے لڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک میدان میں مٹی کی ایک دیوار بیس گز طویل اور دو گز بلند کھینچتے ہیں اور اس کے دونوں طرف سے دونوں لڑنے والے ہاتھیوں کو اس طرح ملا دیتے ہیں کہ دیوار حد فاصل رہے اس کے ساتھ ہی ہر ایک ہاتھی سونڈ میں سونڈ ملا کر زور کرنے لگتا ہے جب ایک کا زور غالب آجاتا ہے تو دوسرے کے پاؤں زمین سے اکھڑ جاتے ہیں اور جب اس پر مجبوری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو چرخیوں اور تیروں سے ان ہاتھیوں کو علحدہ کر دیتے ہیں اس جنگ کے موقع پر بندگانعالی نے تین چار جوڑ ہاتھیوں کی لڑائی کا ملاحظہ فرمایا جن میں سرکاری ہاتھی بھی تھے اور رکن الدولہ اور محی الدین صاحب اور راجہ جگدیو کے بھی تھے۔ تماشہ ختم ہونے پر بندگانعالی ہاتھیوں کو لڑانے والے فیلبانوں کو انعام و اکرام دیکر شام کو دولت خانہ واپس آئے۔

رکن الدولہ کی روانگی پونہ کو

غرۂ ذیقعدہ ۱۱۸۵ھ (م ۵ رفبروری ۱۷۷۲ء) کو رکن الدولہ خفیہ طور پر بعض امور کے طے کرنے کے لئے جن کا اظہار نہ صاحب توزک آصفیہ نے کیا ہے اور نہ کسی اور مورخ نے پونہ روانہ ہوے۔ اس زمانہ میں پیشوا مادھوراؤ کے سخت علیل ہونے سے رگھناتھ راؤ کا جو اس زمانہ میں نظر بند تھا، قایم مقامی کا خیال ترقی کر گیا۔ اور اس نے حیدر علیخاں اور نظام علیخاں سے ریشہ[1] دوانی شروع کر دی چونکہ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ رکن الدولہ یہاں سے روانہ ہوے تھے اس لئے یہ قیاس ہوتا ہے کہ اس وقت اُن کا جانا اسی مسئلہ میں حصہ لینے کی غرض سے تھا۔ بہرحال وہ دو مہینے انیس روز کے بعد واپس آئے۔

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ اول۔

بندگا نعالی سے پرانے پل کے باہر تک جاکر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی خواصی میں بٹھاکر لے آئے۔

ماد ھوراؤ کے بعد ناراین راؤ کا مسند نشینا اور رگھناتھ راؤ کی سازش سے مارا جانا

مادھوراؤ پیشوا نے اپنے مرض الموت میں اپنے بھائی ناراین راؤ کو اپنا قایم مقام کیا اور چونکہ وہ ابھی کم سن تھا اس لئے اپنے چچا رگھناتھ راؤ کو قید سے رہا کر کے اپنے بھائی کا ولی بنایا۔ ناراین راؤ نے پیشوا رگھناتھ راؤ کی ولایت تسلیم نہ کی اور اس کو قید کر دیا۔ جس سے وہ اس کا سخت مخالف ہو گیا۔ لیکن قید کی وجہ سے اس کا بس نہیں چلتا تھا یہاں تک کہ جانوجی بھونسلہ کے انتقال پر اس کا متبنیٰ رگھوجی بھونسلہ (جو جانوجی کے بھائی مدھوجی بھونسلہ کا صلبی فرزند تھا) قایم مقام ہوا اور اس کی نابالغی کی وجہ سے اس کی ولایت کے دعویدار جانوجی کے دونوں بھائی (ساباجی اور مدھوجی) ہوے۔ ناراین راؤ پیشوا رگھوجی کی ولایت کے مسئلہ میں ساباجی کا طرفدار ہو گیا تو مدھوجی نے رگھناتھ راؤ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور اپنے وکلاء کو رگھناتھ راؤ کے پاس بھیجا لیکن وہ قید میں تھا اس لئے اُن وکلاء نے اس کی زوجہ انندی بائی سے اُس کو قید سے نکالکر پیشوا بنانے کی لئے سازش کرلی۔ اور گارڈیوں کی فوج کے سرداروں (سومر سنگھ، کھڑک سنگھ اور محمد یوسف) کو فراہم کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ گارڈیوں کے سردار سومر سنگھ کو رگھناتھ راؤ نے ایک خط لکھا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ناراین راؤ کو گرفتار کر لے تو رگھناتھ راؤ ان کی فوج میں نو لاکھ روپے[1]

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۴۔

تقسیم کردیگا۔ اس خط[1] میں رگھناتھ راؤ کی بیوی نے موقع پاکر "گرفتار کرلے" کے عوض "مار ڈالے" بنا دیا۔ جس پر گارڈیوں کا کمنداں اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ ۱۳۔ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۳۰۔ اکٹوبر ۱۷۷۳ء) کو شنوار محل پہنچا اور وہاں کی متعینہ فوج کے ساتھ متفق ہو کر محل کے اندر گھس گیا۔ جس کے ایک حصہ میں پیشوا رہتا تھا اور دوسرے میں رگھناتھ راؤ نظر بند تھا۔ جب یہ فوج نارائن راؤ کے پاس پہنچی تو وہ بچ کر رگھناتھ راؤ کے پاس پہنچ گیا گارڈیوں نے اس کو وہاں بھی نہ چھوڑا رگھناتھ راؤ کے پاس سے کھینچ کر اس کو قتل کر ڈالا اور رگھناتھ راؤ کو پیشوا بنا دیا۔

رگھناتھ راؤ پیشوا کا ممالک محروسہ پر حملہ

نظام علیخاں چونکہ مادھوراؤ کے انتقال کے بعد نارائن راؤ پیشوا کے ساتھ متحد ہو گئے تھے اس لئے وہ بھونسلہ ریاست کے معاملہ میں اسی فریق کے طرفدار ہو گئے۔ جس کی نارائن راؤ جنبہ داری کر رہے تھے رگھناتھ راؤ مدھوجی کا طرفدار تھا اس لئے پیشوا ہوتے ہی وہ سب سے پہلے سا باجی اور نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کا تہیہ کر کے اواسط ماہ نومبر ۱۷۷۳ء (م رمضان ۱۱۸۷ھ) میں ممالک محروسہ میں داخل ہو گیا نارائن راؤ کے قتل کی اطلاع جب نظام علیخاں کو ملی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ تیار ہو کر حیدرآباد سے نکلے اور ۲۴۔ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۱۔ نومبر ۱۷۷۳ء) کو موکھیڑ[2] پہنچے۔ اوائل ماہ رمضان ۱۱۸۷ھ

---

[1] نارائن راؤ کے قتل سے رگھناتھ راؤ کو بری الذمہ کرنے کی بسبب جو توجیہ کہ خط میں جعل کرنے کی پیش کی گئی ہے وہ قابل تسلیم نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ جب یہ مسلم ہے کہ وہ خط رگھناتھ راؤ ہی کا ہے تو اس کی یہ تحریک کہ نارائن راؤ کو گرفتار کر لیا جائے کب راستی پر مبنی ہے اور جب یہ معلوم ہو تا ہے کہ اسی کی زوجہ نے یہ جعل کیا ہے تو اس کا باقی معافی رگھناتھ راؤ ہی کو قرار دینے میں تامل نہیں ہو سکتا۔

[2] صاحب مآثر آصفی نے اس موضع کا نام موکلہ لکھا ہے۔

میں رگھناتھ راؤ کی افواج سے مقابلے شروع ہوئے صاحب مآثر آصفی نے صفوف جنگ کی جو ترتیب بتائی ہے نقشہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگی

نقشہ صف ہائے جنگ بیدر ۱۱۸۶ھ — بحوالۂ مآثر آصفی

ہراول
ثابت جنگ برادر ابراہیم بیگ خان (دھونسہ)

ما بین میسرہ	التمش	ما بین میمنہ
گوپال سنگھ قندھاروالا	صمصام الملک	مہا راؤ

جرنغار	قول	برنغار
شرف الدولہ برادر رکن الدولہ	نظام علیخاں	رکن الدولہ
بالاجی کیشو		نرپت سنگھ

چنداول
حشمت جنگ برادر زادہ رکن الدولہ

اس نقشے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب میں بندگانعالی بذات خود موجود تھے لیکن صاحب تزک آصفیہ بیان کرتا ہے کہ صرف ایک روز اعلیحضرت حوضۂ آہنی میں سوار ہوکر شریک جنگ ہوئے اور توپ خانہ اور بان اندازی پر ثابت جنگ (برادر ابراہیم بیگ دھونسہ) کی کمان تھی۔ جن کی کمک پر امیر بیگ خاں اور فتح خاں مامور تھے۔ اور صاحب مآثر آصفی کے بیان کے بموجب ثابت جنگ کی مدد پر جانب راست مہاراؤ اور راؤ رمبھا نمبالکر تھے اور جانب چپ گوپال سنگھ قندھاروالا ؛ اور جب اس نے تفصیل سے جنگ کا نقشہ بتایا ہے تو ہم اس کے قول کی تردید کی کوئی وجہ نہیں پاتے یہ ممکن ہے کہ امیر بیگ خاں اور

فتح خاں راؤ رنبھا اور گوپال سنگھ کے ماتحتین سے ہوں جن کو صاحب توزک آصفیہ نے اپنی شناسائی کی بناء پر قابل ذکر تصور کیا۔

صاحب مآثر آصفی کہتا ہے کہ بندگانعالی اپنی فوج کے ساتھ ۳ رمضان ۱۱۷۸ھ (م ۱۸ نومبر ۱۷۶۴ء) کو سواد قلعہ بیدر میں قیام پذیر ہوئے اس وقت ان کی سوار و پیادہ فوج تخمیناً پچیس ہزار تھی اور پیشوا کی فوج دوچند سے بھی زیادہ۔ ۴ رمضان کو خفیف سا مقابلہ ہوا جس میں طرفین کے چند آدمی کام آئے۔[1]

شاہ تجلی کا خواب اور اس کی تعبیر

اس جنگ کے دوران میں شاہ تجلی اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک فوج دیکھی جو دیکھتے کے دیکھتے ایک بڑے نقارخانے کے پاس پہنچ گئی اور اس کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ شاہ صاحب نے اس کے متعلق ایک شخص سے پوچھا کہ یہ فوج کس کی ہے اور یہ نقارخانہ کس کا؟ اُس نے کہا کہ یہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی فوج ہے نظام علیخاں کی مدد کو آئی ہے اور یہ نقارخانہ راگھو (رگھناتھ راؤ) کا ہے اس خواب کی تعبیر یہ دی گئی کہ رگھناتھ راؤ پر اب فتح حاصل ہو جائیگی شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد کچھ ہی عرصہ میں رگھناتھ راؤ نے ایسی ہزیمت پائی کہ اس کے پڑاؤ میں پھر کبھی نوبت نوازی نہ ہوئی اور چار و ناچار ۲۲ رمضان ۱۱۷۸ھ (م ۷ ڈسمبر ۱۷۶۴ء) کو ڈھونڈو رام کی شرکت سے درخواست صلح و اطاعت پیش کر کے رکن الدولہ سے ملنے کی خواہش کی۔ ۲۳ رمضان کو بندگانعالی نے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۲۲۲۔

رکن الدولہ، وقارالدولہ، ڈھونڈو رام ورکشن راؤ کو اس کی ملاقات کے لئے روانہ فرمایا جن کا
استقبال رگھناتھ راؤ کے متبنیٰ (امرت راؤ) نے کیا اور سوال جواب کے بعد ایک زنجیر فیل
اور دو راس گھوڑے اور سرپیچ مرصع اور دو کشتی ملبوسات رگھناتھ راؤ کو روانہ کئے اور
دوسرے روز خود بدولت اپنے چند رفقاء کے ساتھ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے
رگھناتھ راؤ اور نظام علیخاں کی ملاقات دونوں لشکروں کے درمیاں ہوئی جہاں سے
دونوں مل کر رگھناتھ راؤ کے ڈیرے میں گئے ضیافت کے بعد اس نے سرپیچ مرصع جیغہ
کنٹھی مالا با سلک مروارید اعلیٰ اور تین کشتی ملبوسات نذر کئے اور ایک پہر کے بعد
بندگانعالی وہاں سے واپس تشریف لائے ان واقعات کے خلاف کنکیڈ کہتا ہے
کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کو شکست ہوی اور وہ قلعہ بیدر میں پناہ گزیں ہونے پر
مجبور ہوے جس کا محاصرہ کر لیا گیا اس کے بعد بندگانعالی نے صلح کی خواہش کی اور بیس لاکھ
محاصل سالانہ کا علاقہ رگھناتھ راؤ کو پیش کیا جس نے اس کے لینے سے انکار کر دیا یہی
مورخ چینیس بکھر (اخبارات مرہٹہ) کے صفحہ (۴۰) کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:-

"نظام علیخاں[۱] نے مہلت جنگ لی اور ایک ایسا عمل اختیار کیا
جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے فریق مقابل کے
خصائل کا کتنا صحیح مطالعہ کیا تھا۔ اپنے علاقہ کے دیگر عہدہ داروں
کو مطلع کئے بغیر نظام علیخاں صرف دو سو سپاہیوں اور دیوان رکن الدولہ کے ساتھ

---

۱ ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۷۔

مرہٹہ پڑاو میں رگھناتھ راؤ کے ڈیرے تک پہنچ گئے جس نے بہت
اخلاق سے آگے بڑھ کر ان کو لیا اور اپنے ڈیرے میں لے گیا۔
وہاں نظام نے اپنے گلے کا زیور، تلوار اور سپر نکال کر رگھناتھ راؤ
کے پاؤں پر ڈال دیا اور اس سے درخواست یہ کی کہ اپنے مقبوضات
میں سے جن کی اُس کو ضرورت ہو لے لے۔ رگھناتھ راؤ کے قوائے تمکنت
و فیاضی حرکت میں آئے اور بیوقوفی سے اُس نے نظام کو اُن کے
زیور اور ہتھیار واپس دیدئے اور کسی معاوضہ صُلح کے لینے سے
انکار کر دیا اور مزید برآں اس نے نظام کو خلعتیں دیں اور کئی
ضیافتیں کیں اپنی کمزوری طبع سے رگھناتھ راؤ نے تحفے و انعامات
ہی نہیں دئے بلکہ اخراجات جنگ بھی چھوڑ دئے اور نظام کو
وداع کرکے آپ جنوب میں کرناٹک کو روانہ ہوا۔"

صاحب مآثر آصفی نے اس جنگ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے مگر وہ اس کے متعلق صراحتاً
کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس کی عبارت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ البتہ نکالا جا سکتا ہے کہ
نظام علیخاں کو اس جنگ میں شکست ہوئی لیکن یہ ہرگز باور نہیں کیا جا سکتا کہ بندگانعالی نے
اس موقع پر رگھناتھ راؤ سے مل کر اپنے زیورات اور ہتھیار اس کے پاؤں پر ڈال دئے
اس مؤرخ نے صلح کی نسبت جو کچھ توجیہ منجانب رگھناتھ راؤ پیش کی ہے اس سے اس امر کی
تائید ہوتی ہے کہ نظام علیخاں نہ اس قلیل مدت میں جنگ و محاصرہ سے بُزدل ہو سکتے تھے

اور نہ صلح کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ساباجی بھونسلہ رگھناتھ راؤ کے علاقہ میں داخل ہوکر مواضع کو تباہ و برباد کرنے لگا اس وجہ سے رگھناتھ راؤ اپنے علاقہ میں جلد واپس ہونے کیلئے اپنے حرکات و سکنات سے نادم ہوکر بندگانعالی سے خواستگار معافی ہوا۔ اس مورخ نے اس صلح کی نسبت اور نظام علیخاں کے رگھناتھ راؤ کے پاس جانے اور ان کی ضیافت کیے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہاں لفظ بلفظ نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔

"چوں[1] ملک مقبوضہ غنیم از فوج ساباجی بھونسلہ رو بخرابی نہاد و بندوبست آں طرف بعود ناکامی بظہور رضرور رشد از حرکات و سکنات باطلہ عرق خجالت بر روئے روزگار خود آوردہ دست معذرت بدامن آمرزش زد بندگانعالی را از آنجا کہ ہمت والا غدر پذیرد نظر بر رفاہ عالم است بہ پذیرائی عرض آں مخذول بست و سوم (ماہ رمضان) رکن الدولہ را بہ پیش او برائے تسکین شوریدہ خاطرش فرستادند و کاغذ ملک دو از دہ ملک روپیہ نوشتہ حوالہ کردند چوں عہود و مواثیق از طرفین استحکام گرفت و سعادت اندوزی او بیار ملازمت تقسیم یافت مدارالمہام را خلعت پنج پارچہ و یک راس اسپ و یک زنجیر فیل دادہ مرخص گردانیدہ۔ بیست و چہارم (ماہ مذکور) خود بدولت و اقبال بکمال مراتب خرم و ہوشیاری بمکانے کہ

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۷۷۔

مابین ہر دو لشکر مقرر شدہ تشریف بردہ بہ آب مراحم و عنایات بے پایاں غبار ندامت از چہرۂ حال او شستند و از آنجا بہ جہت استمالت او بفرودگاہش متصل خانہ پور ظل مکرمت و امتنان گستردہ تا یکپاس بشوکت و ابہت اجلاس فرمودند بعد از آں کہ طعام ضیافت او بہ تناول مبارک در آمد و او از خوان نوازش وارتھان فائز حلین شدہ پیشکش از دہ پارچہ و دو اسپ و دو فیل و غیرہ با کاغذ ملک دوازدہ لک روپیہ کہ مدار المہام رسانیدہ بود واپس نذر والا گزرانید برخاست نمودہ بہ بارگاہ عالی مراجعت نمودند۔"

اس بیان کے بموجب نظام علیخاں نے رکن الدولہ کو بارہ لاکھ محاصل کے ملک کی گذاشت دیکر رگھناتھ راؤ کے پاس روانہ کیا اور اس کاغذ کی روانگی کے دوسرے روز خود بدولت نے رگھناتھ راؤ سے ملاقات کی جس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس صلح کو رگھناراؤ نے اس امر پر معلق رکھا کہ وہ (نظام علیخاں) بذات خود آکر بالمشافہ اس سے صلح کی خواہش کریں اور جب بندگانعالی اس غرض کے لئے دوسرے روز اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے ان کی ضیافت کی اور واپسی کے وقت اس کاغذ گذاشت کو بھی واپس کر دیا جو ایک روز قبل نظام علیخاں نے اپنے دیوان کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور اپنی طرف سے ملبوسات و تحائف بھی پیش کئے۔ شاہ تجلی کا بیان ہے کہ اس صلح کی حسن سعی کے سلسلے میں بندگانعالی نے رکن الدولہ کو ایک قیمتی سرپیچ مرصع اور دو لڑ مروارید مرحمت فرمائے۔

صلح کے دوسرے روز یعنے ۲۶ رمضان کو رگھناتھ راؤ نے میدان جنگ سے مراجعت کی اور ۲۷ رمضان کو خود بدولت جانب گلبرگہ روانہ ہوے اور محلات مبارک کو حیدرآباد سے لانے کے لئے زبردست خان اور داور جنگ کو روانہ فرمایا۔ ہمناباد کی منزل میں ۱۵ شوال کو محلات مبارک نے شرف قدمبوسی حاصل کیا ۱۸ شوال کو گلبرگہ پہنچ کر زیارت درگاہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور سجادہ صاحب درگاہ سے ملاقات کی غرۂ ذیقعدہ کو قلعہ گلبرگہ کی سیر فرمائی اور ۷ ذیقعدہ کو وہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوے اس سفر میں مودھاجی بھونسلہ کے کارپرداز شنکراجی گھوڑپڑہ سے مقابلہ ہوگیا۔ جو اس غرض سے ایک مختصر سی فوج کے ساتھ نکلا تھا کہ اس مضافات میں تحصیل محاصل کرے مقابلہ میں اس کو شکست ہوگئی اور بہت کچھ مال و اسباب بندگانعالی کی افواج کے قبض و تصرف میں آیا

نارائن راؤ کے قتل کے انتقام میں نظام علیخاں کی شرکت

اس جنگ سے فارغ ہوکر جب بندگانعالی دریائے بھیما کے کنارے فروکش ہوے تو امیرالامراء بسالت جنگ نے شرف ملازمت حاصل کی جن کی تشریف آوری کی تقریب میں کچھ دن جشن ہائے عیش و نشاط گرم رہے ان کو رخصت کرکے ۷ ذیحجہ کو اس مقام سے خود بدولت نے بھی کوچ فرمایا۔

سابقہ جنگ میں چونکہ نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ کے مابین صلح ہوگئی تھی اس لئے سرداران مرہٹہ کو یہ فکر تھی کہ اس سے نارائن راؤ پیشوا کے قتل کا بدلہ لینا ناممکن ہوجائیگا اس لئے سابا جی بھونسلہ اور ترمک ماما نے سابقہ طرفداری کے اعادہ کے لئے نظام علیخاں سے درخواست کی چنانچہ ان کی درخواست پذیرا ہوئی لیکن یہ پذیرائی ابھی کوئی عملی صورت

میں نہیں آئی تھی کہ امیر الامراء بسالت جنگ کے فرزند ذوالفقار الدولہ[۱] مہابت جنگ کو رگھناتھ راؤ نے گرفتار کرلیا۔ جس پر بندگانعالی کو کھلم کھلا مقابلہ کے لئے موقع مل گیا چنانچہ خود بدولت نے ظفر الدولہ اور داور جنگ، بالاجی کیشو راجہ تربت سنگھ و رستم راؤ پانڈھرہ کو اس غرض کے لئے مامور کر کے آپ اورنگ آباد روانہ ہوئے اور درگاہ قلیخاں سالار جنگ کے باغ (واقع اورنگ آباد) میں قیام فرمایا۔ چار روز بعد وہاں سے نکل کر ۲۳ صفر ۱۱۸۷ھ (م ۱۶ مئی ۱۷۷۳ء) کو برہانپور پہنچے۔ یہاں ساباجی بھونسلہ اور ہریرام پھڑکیہ شرف اندوز ملازمت ہوئے اور رگھناتھ راؤ کے تعاقب کی نسبت قرارداد ہوئی جس کے بعد نظام علیخاں نے عنان عزمیت اورنگ آباد کی طرف منعطف فرمائی۔

اس کے بعد قلیل ہی عرصہ میں یہ اطلاع ملی کہ رگھناتھ راؤ، ہلکر اور سندھیہ کے ساتھ متحد ہو کر ممالک محروسہ پر حملہ کی غرض سے صوبہ خاندیس میں اتر آیا ہے جس کے ساتھ ہی بندگانعالی (۱۵۔ رمضان ۱۱۸۸ھ م ۱۹ ستمبر ۱۷۷۴ء) اورنگ آباد سے نکلے اور بغیر کسی جنگ کے صوبہ خاندیس میں سے ہوتے ہوئے (۵۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ م ۷۔ جنوری ۱۷۷۵ء) برہانپور پہنچے اس زمانہ میں مودھاجی بھونسلہ اپنی ولایت کے لئے ساباجی بھونسلہ کے خلاف کوشش کر رہا تھا اور چونکہ نظام علیخاں خود ساباجی بھونسلہ کے طرفدار تھے اس لئے وہ ان کے خلاف بھی تھا جس کے مقابلہ کے لئے نظام علیخاں نے ظفر الدولہ ابراہیم بیگ خان دھونسہ کو مقرر کیا تھا اور

---

[۱] ۔ اپنے والد سے اجازت لیکر بندگانعالی کی قدمبوسی کے لئے مختصر سے دستے کے ساتھ ادھونی سے نکلے تھے کہ رگھناتھ راؤ نے اپنی بھاری فوج کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ جس پر یہ قریب کی ایک گڈھی میں متحصن ہوگئے لیکن وہ رگھناتھ راؤ کے توپخانہ کی کہاں تک تاب لاسکتے تھے آخر شکست ہوگئی اور مہابت جنگ رگھناتھ راؤ کے قابو میں آگئے جو آخر ۲۹ ربیع الثانی ۱۱۸۸ھ کو رگھناتھ راؤ کے پاس سے نکل کر حضور میں قدمبوس ہوئے۔

اور کچھ فاصلے پر خود آپ بھی ان کی مدد پر رہتے تھے اواخر ماہ صفر ۱۱۸۹ھ م اواخر ماہ اپریل ۱۷۷۵ء میں ظفر الدولہ اور مودھاجی کے مابین ایک شدید جنگ ہوی جسمیں اس کا ایک سردار ایشونت راؤ فرار ہوگیا اور ایک سردار گوبند راؤ زخمی ہوکر گرفتار رہوا اس کے بعد ظفر الدولہ نے قلعہ نبیرا کا محاصرہ کیا جو مودھاجی کے تصرف میں چلا گیا تھا اور اس کی طرف سے مصری خاں اور حسینی بیگ اس کی حفاظت پر مامور تھے حاربین نے تاب مقابلہ نہ لاکر تین روز کی مہلت مانگی۔ جس کے بعد قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کر دیا گیا۔
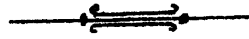
قتل دیوان رُکن الدّولہ

قلعہ نیرا پر قبضہ ہو گیا تو بندگان عالی معہ خدم و حشم یہاں تشریف لائے

اس منزل میں ابراہیم خاں جمعدار کے رسالۂ احشام کے ایک سپاہی موسوم بہ فیضو نے رکن الدولہ کو حضوری خیمہ میں قتل کر دیا۔ اس قتل کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں جن میں تقریباً ہر ایک بندگان عالی یا اُن کے محلات سے وابستہ ہی جس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ انہیں کے ایماء سے اس کا وقوع ہوا۔ لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا نظام علیخاں اور رکن الدولہ کے مابین کوئی سُوءِ ظنی بھی ہوی تھی یا نہیں اگر ہوی تھی تو اس کے کیا وجُوہ تھے اور تدریجی طور پر اس کا کیا اثر ہوتا رہا۔ اس ضمن میں ہم کو سب سے پہلے نظام علیخاں کے صاحبزادے فریدوں جاہ[1] کے ذریعہ ایک واقعہ کا علم ہوتا ہے جس سے اس کی ابتدا ہوتی ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ

---

[1] یہ واقعہ فریدوں جاہ نے اپنی تصنیفات فوصاب سحابی میں بیان کیا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے۔

"حضرت قدسیہ عمدہ بیگم صاحبہ قریب گولکنڈہ عالیہ جریزہ تیار کنانیدہ حضرت غفران مآب را سوار شدہ ہمراہ بردہ جاجا ایستادند و دیگر محلات ہم رفت حضرت بدیوانخانہ فرود آمدہ محل رونق افزا استدند غلام سی خان شہسوار جنگ مرد سنی المذہب و تقوی کار جوان بود و پیر موسی خان رکن الدولہ و محمد غوث خان سیف الدولہ کہ بخلاف آبا و اجداد خود در مذہب شیعیان تشیع شدہ بودند از مذہب شہسوار جنگ خصوصے در دل می داشتند بہ دیوانخانہ باہم او کار مذہب بر آوردند شہسوار جنگ دست تقصیر شد مفصل خبر بحضور رسید عتابانہ رکن الدولہ و سیف الدولہ حکم شد کہ من سنت جماعتم از آبا و اجداد خود بس کہ ہمہ خلق می دانید پس اگر مرضی ار نوکری این خاندان نداشتہ باشید بخانہ ہر جا کہ بخواہید بروید ہا از دیوانخانہ من بدر آئید و بہ شہسوار جنگ بملامت حکم شد کہ اگر شما را چنین گفتگو منظور است بدر سر روید بخانۂ خود۔ این دیوانخانۂ رئیس است نہ جائے قیل و قال۔"

نظام علیخاں کی والدہ کے حکم پر قلعۂ گولکنڈہ کے قریب ندی میں خربزہ کی کاشت کی گئی تھی جس کے تیار ہونے کے بعد والدہ کی فرمایش پر بندگانعالی معہ خدم وحشم وہاں نہضت فرما ہوئے حضور ہمرکاب امراء کو باہر چھوڑ کر محلات میں رونق افروز ہوے دیوانخانہ میں غلام نبی خاں شہسوار جنگ (سنی المذہب مثنوی خوان) تھے اور میر موسیٰ خان رکن الدولہ اور محمد غوث خاں سیف الدولہ جو اپنے آبا و اجداد کے برخلاف صحبت اہل تشیع میں شیعہ ہو گئے تھے ان دونوں نے شہسوار جنگ سے مذہبی مباحثہ شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہسوار جنگ دست بقبضہ ہوگئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو ہوئی تو وہ باہر آئے اور رکن الدولہ و سیف الدولہ سے بطور عتاب فرمایا کہ :-

"تمام خلق آگاہ ہے کہ میں اپنے آبا و اجداد سے سنت جماعت ہوں پس اگر اس خاندان کی نوکری پر راضی نہ ہو تو میرے دیوانخانہ سے نکل جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ"۔

اور شہسوار جنگ کو حکم ہوا کہ :-

"اگر ایسے مباحثے کرنا ہو تو مدرسہ جاؤ یا اپنے گھر۔ یہ دیوانخانہ رئیس ہے نہ جائے قیل و قال"۔

اس واقعہ سے قطع نظر کرکے اگر رکن الدولہ کے طرز عمل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہ حیثیت مدار المہامی انھوں نے عہدہ داران سرکار عالی کا ایک بڑا جتھا اپنے موافق کرلیا تھا اور فوج کے بڑے بڑے عہدے اپنے ہی اقربا ء اور ہواخواہوں کو دیئے تھے

اور یہی عہدہ دار ہر مہم میں سر براہ کار ہوتے تھے باوجود اس کے مرہٹوں کے مقابلہ میں تقریباً ہر وقت نظام علیخاں کی ناکامی سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ وہ حکمت عملی سے خود بدولت کی طاقت واثر کو متاثر کر رہے تھے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس طرز عمل سے اپنی کامیابی کو وہ محسوس کر رہے تھے چنانچہ صاحب گلزار آصفیہ ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے جو ان کے قتل کے آٹھ ہی روز پیشتر وقوع میں آیا وہ یہ کہ ایک دفعہ رکن الدّولہ وقار الدولہ وغیرہ کے ہمراہ اپنے ڈیرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بہادر دل خاں شجاع الدّولہ (صوبہ دار حیدرآباد) کے پوتے سیّد نجابت خاں ڈیرے کے دروازے پر آئے اور چاہتے تھے کہ حسب معمول اندر جائیں۔ پہرہ والے نے ان کو رُکا لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی اور آگے بڑھنے لگے آخر پہرہ والوں کی مزاحمت میں کشمکش کی نوبت پہنچی اور سیّد صاحب مذکور کا گریبان پھٹ گیا اس واقعہ کو رکن الدولہ اور وقار الدولہ دور ہی سے دیکھتے اور ہنستے رہے لیکن پہرہ والوں کو کسی طرح اس فعل سے منع نہیں کیا چوبدار موقع پر پہنچے اور پہرہ والوں کو زجر و توبیخ کی اور سیّد صاحب مذکور سے معذرت مانگی جب سیّد صاحب پہرہ والوں سے چھوٹ کر اندر داخل ہوئے تو رکن الدولہ نے ہنستے ہوئے کہا "خان صاحب آئیے آئیے" سیّد نجابت خاں صاحب مذکور نے نزدیک بڑھکر فرمایا:۔

"من برائے ایں نیامدہ ام کہ بخدمت شریف حاضر باشم بلکہ برائے ایں آمدہ ام کہ حق سبحانہ تعالیٰ عاصی را دیگر نزد شما نیارد۔"

اور اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ صاحب گلزار آصفیہ کہتا ہے کہ اعتصام الملک قسیمہ کہتے تھے

"میں اس مجلس میں رکن الدولہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس سرگزشت کو بچشم خود میں نے دیکھا آل رسولؐ کی اہانت کے بعد زمانہ پھر رکن الدولہ کے موافق نہ رہا اور اسی ہفتہ میں قتل ہوئے"۔

اس واقعہ سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی امرا اور ان کے متعلقین کی اتنی وقعت بھی ان کے پاس نہیں رہی تھی جتنی کہ خود نظام علیخاں کو تھی۔ واقعہ قتل سے قریب زمانہ میں اس واقعہ متعلقہ کے وقوع اور اس کے بعد خود سید نجابت خان کے اس کہنے سے کہ "حق سبحانہٗ تعالیٰ عاصی را دیگر زود شمانیارد" اس قیاس کی گنجایش نکلتی ہے کہ سید صاحب مذکور نے اپنے اُس جوشِ انتقام کو جو انھیں اس ناشدنی واقعہ سے پیدا ہوا تھا دبا کر صرف انہیں الفاظ پر اکتفا کیا اور یہی جوشِ آخر کسی اور ذریعہ سے ہفتہ عشرہ ہی میں وقوع پذیر ہوا لیکن صاحب گلزار آصفیہ اس کو صرفِ نظر کر کے محلات بندگانعالی کی مخالفت کو ان کے قتل کی وجہ قرار دیتا ہے اور اپنی اس توجیہ کی تائید میں اس نے دو واقعے بیان کئے ہیں جنمیں سے پہلا یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک مغل تاجر مچھلی بندر کی چھینٹ بغرض فروخت لایا محلات کے ملبوسات میں اسی کا سنجاف لگایا جاتا تھا اس لئے اس کی خریداری سرکار میں ہوی اور اس کی قیمت میں سات سو روپیہ کی چٹھی دیوان وقت اور حضور کے دستخط خاص سے اس کو دیدی گئی چھ مہینے گزر گئے پھر بھی اس کی ادائی نہیں ہوی اور رکن الدولہ مغل تاجر کو امروز فردا پر ٹالتے رہے آخر وہ لاچار ہو کر حضور کی سواری کے وقت برسرِ راہ شور و فریاد کر کے کہنے لگا کہ "یا تو قیمتِ مال عنایت فرمائی جائے یا مال واپس کیا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے غلام کی بڑی خرابی ہو رہی ہے" اگرچہ اس وقت بندگانعالی کی خواصی میں رکن الدولہ بیٹھے ہوے تھے تاہم ان کو انھوں نے کچھ بھی

نہ کہا اور عماری سے اتر کر محل میں تشریف لے گئے اور چھینٹ کے چند تھان سالم اور باقی کے کاٹے ہوئے سنجاف اور تین سو روپے مغل کو منگوا کر دیدئے اور فرمایا کہ "یہ تمہارا مال ہے اور یہ رقم ہرجانہ لیجاؤ اور جہاں چاہو فروخت کرلو"۔ یہ واقعہ وجہ قتل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ البتہ ممکن ہے کہ قضائے محلات اس واقعہ کی وجہ سے ان کے موافق نہ رہی ہو اور نفس واقعہ سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ خود بندگانعالی کے دستخط کا پاس ولحاظ تک ان کو نہ رہا تھا اور یہ خیال تک انہوں نے نہ کیا کہ مال لینے اور ادائی قیمت کی دستاویز کے بعد بھی ایک تاجر کو رقم ادا نہ کرنے سے رئیس وقت کو کتنی سبکی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ صاحب گلزار آصفیہ نے رقم کو ادا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان دنوں سفر پیاپے اور متواتر جنگ وجدال کے باعث ضروریات لازمہ سلطنت کی بجاآوری واسباب جنگ کی فراہمی اور ادائی تنخواہ فوج کے باعث خزانہ میں اتنی گنجایش نہ تھی کہ تاجر کو قیمت ادا کیجا سکتی۔ تاہم یہ قابل تسلیم نہیں ہوسکتا کہ صرف سات سو کی ادائی کی گنجایش بھی نہ تھی اگر فی الواقع ایسا تھا تو جس وقت ادائی کی چٹھی پر حضور کے دستخط لئے گئے تھے اس وقت اس کا اظہار ضروری تھا۔

بہرحال اس واقعہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رکن الدولہ نے نظام علیخاں کو اس قدر مجبور کر رکھا تھا کہ ان کی ذاتی ضرورت پر سات سو کی ادائی پر ان کو اختیار نہیں تھا اور وہ خود اس قابل نہیں رہے تھے کہ اپنی جیب خاص سے اس کی بجاآوری کر دیتے اور دیوان کا اتنا اثر ان پر مستولی ہوگیا تھا کہ باوجود اس ناخوشی کے وہ ایک لفظ بھی رکن الدولہ سے ان کے خلاف نہ کہہ سکے۔ دوسرا واقعہ جو گلزار آصفیہ نے قتل کی وجہ سے متعلق لکھا ہے یہ ہے کہ

اسی سفر میں بندگانعالی کی ہمشیرہ کالی بیگم بھی ہمراہ تھیں جن کی رتھ کے بیل لاغر و ناکارہ ہونے کی وجہ سے دوسری سواریوں کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے پوربیہ جوان کے ذریعہ رکن الدولہ سے تیز گام بیلوں کی فرمایش کی جس کو وہ امروز فردا پر ٹالتے رہے بیگم صاحبہ کی طرف سے جوان روز یاد دہی کے لئے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس جوان نے بدتمیزی سے رکن الدولہ پر تقاضا کیا جس پر انھوں نے اس کے جواب میں تند کلامی کی جس کے بعد جوان نے بیگم صاحبہ سے عرض کر دیا کہ

"کسی دوسرے کو اس غرض کے لئے مامور فرمایا جائے غلام رکن الدولہ کے پاس ہرگز نہ جائیگا۔"

آخر بہزار استفسار اُس نے وجہ بیان کی جس پر کالی بیگم صاحبہ نے اپنے بھائی (نظام علیخاں) سے واقعہ بیان کرتے ہوے کہا کہ

"بھائی۔ آصف جاہ کی اولاد میں تم بھی اگر لڑکی ہوتے تو اچھا تھا کہ تمھاری ریاست کے زمانے میں ہماری حالت ایسی ہے کہ پوربیہ کی غیرت تک اُس کو پسند نہیں کرتی تو پھر دوسروں کا کیا پوچھنا۔"

اس پر نظام علیخاں نے فرمایا کہ :۔

"آپ مجھ کو بھائی نہیں بلکہ خاندان آصفیہ کی لڑکی ہی تصور فرمائیں کہ مرہٹوں کے ساتھ جنگ وجدل اور اختلال سلطنت کے باعث

میں سخت مجبور ہو گیا ہوں"

جس کے جواب میں بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ :-

"جب آپ ایسے مجبور و بے اختیار ہو گئے ہیں تو ہم کو اجازت دیدیں

کہ جو کچھ ہم سے ہو سکے کریں"

اس پر نظام علیخاں نے جواب دیا کہ :-

"کس نے آپ کو رُوکا ہے آپ جو چاہیں کریں"

اس کے ساتھ ہی بیگم صاحبہ نے زنانی ڈیوڑھی کے پہرہ کے ایک گارڈی جوان

کو طلب کر کے اس کو ہمت دلائی اور رکن الدولہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اس نے اس کی تعمیل کو

بندگانعالی کے ارشاد پر محول کیا جس پر بیگم صاحبہ نے کہا کہ -

"وہ خود تو نہیں فرمائیں گے شام میں تجھ کو طلب کر کے جس وقت

میں یہ حکم تجھ کو دوں اس وقت بندگانعالی میرے نزدیک بیٹھے

رہیں گے تو پردے میں سے ان کی شبیہ دیکھ لینا اگر وہ اس کو

سُنکر خاموش رہیں تو سمجھ لینا کہ اس قتل سے اختلاف نہیں ہے

اور تعمیل کرنا"

اس نے قبول کر لیا حسبِ شام میں اس کو احکام سنا دئے گئے اور اس نے تعمیل کا

اقرار کیا -

صاحب گلزار آصفیہ کو وجہ قتل کے دریافت کرنے میں کامیابی نہیں ہوی اس لئے

اس نے اجمالی طور پر یہ دونوں واقعات بیان کر دئے ہیں جو ہماری دانست میں وجہ قتل قرار دئے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتے برخلاف اس کے لچھمی نارائن شفیق نے جو وجہ اجمالی طور پر بیان کی ہے رکن الدولہ کے اُس زمانے کی طرز عمل کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو بالکل قابل تسلیم ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ انہوں نے اہل پُونہ سے کوئی مخفی عہد و پیمان کر لیا تھا اور جی مہم سے فراغت پانے کے بعد اپنے بھائی بند اور ہوا خواہوں کی حمایت سے اپنے آقا کے ساتھ کوئی فاسد ارادہ رکھتے تھے جس سے مطلع ہو کر بخشی بیگم نے فیضو گارڈوی کے ذریعہ ان کے قتل کی تجویز کی جو صورتِ عمل میں آئی۔ رکن الدولہ کے قتل کے متعلق اب تک وہی روایات مشہور ہیں جو صاحب گلزار آصفیہ نے غیر تحقیقی طور پر نقل کر دئے۔ اب چونکہ ہم مآثر آصفی کے اس بیان کو پہلے پہل قارئین کے ملاحظہ میں پیش کر رہے ہیں جس سے اب تک بہت کم کان آشنا ہوئے ہیں اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مورخ مذکور کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیجائے وہو ہذا۔

"می گویند[1] رکن الدولہ با اہل پونہ عہد و پیمانے مخفی درست کردہ با قتضائے ضابطہ جنگ کہ جمعیت شایستہ داشتہ مربرن لشکر بود و شرف الدولہ با دہ ہزار سوار جرار رود اور جنگ پسرش با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و حشمت جنگ با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و دیگر جماعداران کہ خاک برداشتہ او بودند بعد مہمی از مودھاجی ارادہ فاسد جانب آقا داشت بنا بر آن بخشی بیگم صاحبہ محل خاص بندگانعالی ازیں ماجرا مطلع گشتہ

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

ایں تدبیر نمود۔"

اس عبارت میں " ارادۂ فاسد جانب آقا داشت " کے معنی دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ کہ رکن الدولہ نظام علیخاں کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے یا اپنے بھائیوں اور بھتیجے اور ضابط جنگ کی حمایت سے نظام علیخاں کے مقابل ہو کر ان کو سلطنت سے علیحدہ کر دینا چاہتے تھے اور یہی انتہا ہے رکن الدولہ کی بلند پروازیوں کی۔ انھوں نے اپنے ہوا خواہوں کا ایک جال بچھا رکھا تھا اور غیر ممکن تھا کہ نظام علیخاں کو اس کی خبر بھی ہوتی۔ بہرام جنگ اور فتحمند خاں کے خاندان کو خدا اچھا رکھے کہ انھوں نے حق نمک بجالایا اور وقتاً فوقتاً اس منصوبہ کے متعلق جو جو کچھ علم ہوتا گیا اس کی اطلاع بندگانعالی کو پہنچاتے رہے چنانچہ اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے :۔

" ارکان دولت ہمہ از آن رکن الدولہ بودند مگر فتحمند خاں عرض بیگی و بہرام جنگ داروغہ ہرکارہ حقوق نمک خوارگی ملحوظ داشتہ وقتی بعضے آثار رکن الدولہ جابجا معروض حضور کردہ بودند چنانچہ ہر دو در جلدوئے ایں امر اولیں یعنے فتحمند خاں تعلقداری گولکنڈہ کہ خزانہ گاہ و محل تفویض اعتماد دیانت ست و دویمیں کہ بہرام جنگ باشد بہ صوبہ داری ایلچپور سرفراز شدند۔"[1]

رکن الدولہ کے اس سازش کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نظام علیخاں (اگر ان کے قتل کی تجویز میں انھوں نے بذات خود بھی کوئی حصہ لیا ہو تو) بدرجۂ اولیٰ بجانب حق ہیں رکن الدولہ کے

---

[1] تاریخ آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

ارادۂ فاسد والے منصوبے سے واقفیت کے بعد لازم تھا کہ سربراہ کاران دولت ایسی تجاویز پر غور کرتے جن سے رکن الدولہ کا منصوبہ کالعدم ہو جاتا انہی تجاویز کے دوران میں اُن ہوا خواہان دولت کی ناراضی کی عام طور پر شہرت ہو گئی اور خاص خاص لوگوں میں ان کے قتل کی تجویز کی خبر گشت لگانے لگی جس کی اطلاع شدہ شدہ خود اُن تک بھی پہنچی چنانچہ اسی سلسلہ میں صاحب گلزار آصفیہ دو واقعات تحریر کرتا ہے ایک تو یہ کہ ایک شب صمصام الدولہ نے ایک رقعہ رکن الدولہ کو لکھ بھیجا جس کو پڑھ کر انھوں نے نہایت لاپروائی سے شمع پر جلا دیا اور قاصد کو کہہ دیا "اچھا معلوم ہوا" دوسرا واقعہ مورخ مذکور نے یہ بیان کیا کہ شرف الدولہ نے ایک شب اپنے بھائی (رکن الدولہ) کے متعلق کوئی وحشت اثر خبر سنی اور ان کے خیمہ میں گئے ان کو بیدار کیا اور رو رو کر کہنے لگے کہ آپ کی نسبت ایسا ایسا سُنا جا رہا ہے مناسب یہ ہوگا کہ آپ چند روز بہ احتیاط دربار کریں۔ جس پر رکن الدولہ نے کہا کہ "بھائی روتے کیوں ہو اپنی جگہ پر جاؤ آرام کرو۔ میں بکری کا بچہ نہیں ہوں کہ کوئی ذبح کرلیگا۔" ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکن الدولہ کے قتل کی نسبت کوئی منصوبہ کیا جا رہا تھا لیکن چونکہ ریاست میں ان کے اثرات اچھی طرح سے مرتسم ہو گئے تھے اس لئے اس امر کا امکان تھا کہ واقعہ قتل کے وقوع کے ساتھ ہی ان کے غاشیہ بردار ہوا خواہ ایک دم نظام علیخاں پر ٹوٹ پڑیں گے اسی کو مدنظر رکھ کر ایک مناسب موقع کا انتظار کیا جاتا رہا جو منزل بنیر امیں حاصل ہوا۔ اس وقت رکن الدولہ کے ہوا خواہوں میں سے ظفر الدولہ ضابط جنگ اپنی فوج کے ساتھ مودھاجی کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اور اسمٰعیل خاں ایلچپور میں مامور تھے

اور شرف الدولہ ایک حصّہ فوج کے ہمراہ سامان رسد کی فراہمی میں مشغول تھے واقعہ قتل کے روز اُن میں سے کوئی ان کے قریب نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر موقع اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے نہیں مل سکتا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ جب بندگانعالی منزل بھیرا پر تہنیت فرما ہوئے تو حضور کے ساتھ رکن الدولہ بھی سواری سے اُترے اور عرض کی کہ "کسی خاص معاملہ میں کچھ عرض کرنا ہے" جس پر بندگانعالی نے فرمایا کہ "ایک عرصہ سے تم میری خواصی میں چپ چاپ بیٹھے رہے اس وقت کیوں نہ کہا۔ اب کسی اور وقت پر رکھو" اس کے بعد بندگانعالی نے سب کو رخصت کیا اور ان کو بھی رخصت کیا چاہتے تھے جس پر انھوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا کہ "غلام کو کچھ عرض کرنا ہے" بندگانعالی ڈیرے تک آگئے تھے آخر وہیں ڈیرے میں ان کو بیٹھنے کے لئے فرمایا اور آپ سراپردے میں داخل ہوئے۔ ابھی رکن الدولہ بیٹھے ہی تھے کہ فیضو نامی گارڈ دی جوان (جو پہرہ پر تھا) اپنی کٹار لیکر پیچھے سے آیا اور یہ کہتے ہوئے کہ "نواب صاحب ٹڈا ہے ٹڈا ہے" ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر شانے میں کٹار بھونکی اور گردن تک اُتار دی معاً وہ گرے اور یہ بھاگا۔ دُور جانے نہ پایا تھا کہ جمک ہرم نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضور معاً باہر آئے اور رکن الدولہ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ "ہم نے نہ کہا تھا کہ اپنی قیام گاہ پر جائیں۔ آخر تمہارا یہ حال ہوا۔ جس پر رکن الدولہ نے عرض کیا کہ معراج نوکری جان نثاری میں ہے لیکن اگر مناسب موقع پر ہوتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔ البتہ مبارز الملک (ضابطہ جنگ) اور اسمٰعیل خاں اس واقعہ سے متشوش ہوں گے اس لئے

غلام ان کی تسلی کر دیتا ہے یہ کہکر اپنے منشی کو بلوایا اور اس مضمون کے خطوط کہ یہ واقعہ حضور کے بلا علم و اطلاع ہوا ہے اس میں حضور کا کوئی دخل نہیں ہے ہرگز ہرگز کوئی اور خیال نکرنا اگرچہ میں ابھی زندہ ہوں لیکن ہر امر میں فرمان برادری و نمک حلالی و جان نثاری سرکار کیجائے لکھوا کر اپنے ہاتھ سے ان پر مہریں لگوائیں اور اُن دونوں کے پاس روانہ کر دئے اس کے بعد حضور کے حکم پر چاپک دست جرّاح حاضر ہوے اور رکن الدولہ کو پالکی میں بٹھا کر ان کے خیمہ کو لیگئے اور ٹانکے لگانے میں مشغول ہوے کہا جاتا ہے کہ قریب صبح جاں بحق تسلیم کی لیکن صاحب مآثر آصفی کے بیان کے مطابق موقع واردات پر ہی رکن الدولہ کی رُوح پرواز کر گئی چنانچہ وہ کہتا ہے کہ رکن الدولہ کی نعش کو یہ ظاہر کرکے کہ غشی ہے اور زخم کاری نہیں ہے پالکی میں ڈالکر ان کے ڈیرے کو پہنچا دیا گیا۔ ان کے رفقاء و ہمراہی جو اس واقعہ کی وجہ سے حضوری ڈیرے کے پاس ہجوم کر آئے تھے اس خیال سے کہ "ہمارا آقا ابھی بقید حیات ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی جرأت نہیں کرنی چاہئے" حضوری ڈیرے سے واپس چلے گئے جس کے ساتھ ہی خیر خواہان دولت مثلاً راؤ رنبھا وغیرہ نے حضور میں پہنچکر بندوبست معقول کیا اگر صاحب مآثر آصفی کا اعتبار کیا جائے تو رکن الدولہ کو اتنی مہلت ملنی یا ان کا اس قدر ہوش و حواس میں رہنا کہ وہ اپنے متعلقین و خیر خواہوں کے نام خطوط لکھائیں قابل تسلیم نہیں اس واسطے کہ زخم کی حیثیت جو بیان کی گئی ہے وہ اس قابل نہیں پائی جاتی کہ واقعہ کے بعد دس پانچ منٹ بھی بقید ہوش و حواس زندہ رہے ہوں کیوں کہ وہی مورخ جس نے رکن الدولہ کے خطوط لکھانے کا ذکر کیا ہے کہتا ہے کہ جمدھر[1] ان کے دونوں گردوں سے

---

[1] گلزار آصفیہ کی عبارت حسب ذیل ہے "جمدھر اجل حوالہ اش ہو کرا از ہر دو کلیہ و گزشتہ بیرون طرف پہلوئے دیگر بر آمد"

گزر کر ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف نکل آیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گردوں کے ساتھ ساتھ صلب بھی کٹ گیا جس کے بعد آدمی کا پانچ دس منٹ بھی بقید حواس زندہ رہنا تیقّن نہیں۔ بہرحال باقاعدہ طور پر رکن الدولہ کی وفات کا اعلان واقعہ کے بعد کی صبح میں ہوا اور اس عرصہ میں شرف الدولہ جو اس مقام سے کچھ فاصلے پر تھے آ گئے تھے اطلاع وفات کے بعد بندگانعالی بطور تعزیت شرف الدولہ کی قیام پر تشریف لے گئے اور تسلی و دلاسا دیکر انہیں شرف الملک کے خطاب سے ممتاز فرمایا اور خدمت مدارالمہامی کے لئے ان کو نامزد کیا لیکن انھوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ نظام علیخاں کے اس حسن سلوک کو لچھمی نارائن شفیق صاحب مآثر آصفی کچھ اور خیال کرتا ہے اور بندگانعالی کے خصائل پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی بے باکی اور دریدہ دہنی سے کام لیتا ہے جس کو ہم اسی کے الفاظ میں ظاہر کرنا زیادہ مناسب تصور کرتے ہیں:۔[له]

"بندگانعالی چیزے بجز تالیف وانکار از قتل او کہ خداوند بچہ طور صورت پذیر شدہ وآں جوان باررا از چہ عداوت باسید مرحوم بود مناسب وقت ندیدند واز آنجا کہ در تدویر ودلاساو تالیف ید طولیٰ دارند بخیمۂ شرف الدولہ تشریف بردہ وکلمات تسلّی ونوازش بسیار فرمودہ وبخطاب شرف الملک نواختہ تالیف از حد کردند وبرائے مدارالمہامی مکرر فرمودند کہ حق تست اما او قبول نکرد۔"

له مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

تمت

نظام علی خاں

حِصّۂ دوم

دَورِ دُوم

قیام مقامی رکن الدولہ

افواج پائیگاہ کی امداد

رکن الدولہ کے قتل کے بعد ایک عرصہ تک مدارالمہامی معرض التوا میں رہی اس خدمت کے فرائض کا اجرا عارضی طور پر مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ کے) وکیل وقارالدولہ نصیب یارخاں کی صوابدید پر رکھا گیا۔ لیکن چونکہ یہ اور ان کے موکل بھی رکن الدولہ ہی کے ساختہ پرداختہ اور انھیں کے بہی خواہوں سے تھے اس لئے نظام علیخاں کو ان سے خطرہ تھا اور اس تصور کے تحت کہ مدارالمہام وقت کا اثر ریاست میں زیادہ ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک مدارالمہام اور اس کے ماتحت عہدہ دار ہمیشہ بہی خواہ دولت رہیں نظام علیخاں نے یہ تصفیہ کیا کہ ایک ایسی فوج خود آپ اپنی ذات پر مہیا کر رکھیں جس سے ایسے اہم اوقات میں اپنی ذاتی حفاظت و مدافعت میں کام لے سکیں لیکن رئیس وقت کے لئے اپنی ذات پر فوج رکھکر اس کی نگرانی و ادائی تنخواہ وغیرہ کا انتظام کرنا غیر ممکن تھا اس لئے انھوں نے اپنی طرف سے اپنے ایک معتمد و معتبر امیر (تیغ جنگ) کو اس کام پر مامور کیا اور اس کا تعلق بلا توسط مدارالمہام اپنی ذات سے رکھا (یہی فوج پائیگاہ خاص کے نام سے موسوم ہوئی) اور اپنی ذاتی حفاظت ہی کے لئے امیر پائیگاہ کی نشست اور اس کا پہرہ اپنے ساتھ اور اپنی ڈیوڑھی پر متعین کیا کہ وقت ضرورت اس کے اشارہ پر پوری پائیگاہ اپنی جان فدا کرنے پر حاضر آجائے اس حکمت عملی سے ایک تو نظام علیخاں نے اپنی باڈی گارڈ اور اپنے اشارہ پر کام کرنے والی ایک

معقول فوج تیار کر لی اور دوسری طرف مدار المہام کے زور کو کم کر دیا۔

تیغ جنگ کو بتاریخ ۱۹ شعبان ۳۱ جلوس شاہ عالم (م ۱۱۹۱ھ) خطاب شمس الدولہ سے معہ خدمت پائیگاہ سرفراز فرمایا گیا تو وقار الدولہ کے اُن منصوبوں پر پانی پھر گیا جس کو وہ ایک عرصہ سے تیار کر رہے تھے اور جب انھوں نے ریاست کا رنگ بدلتا پایا اور اپنی خیر نظر نہ آئی تو ۹ شوال ۱۱۹۳ھ (م ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۹ء) کو چھری مار کر خودکشی کر لی۔

مدار المہامی کے فرائض کا اجرا وقار الدولہ کی خودکشی سے معرض التوا میں تو نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے نظام علیخاں نے بذات خود اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی اور وقت ضرورت تیغ جنگ سے مدد لینے لگے لیکن چونکہ تیغ جنگ کے اصل فرائض بمقابلہ دیوانی یا مدار المہامی زیادہ اہم اور ذات بندگانعالی سے وابستہ تھے اس لئے وہ اس میں کم دلچسپی لیتے تھے اُن کو غالباً یہ خیال تھا کہ پائیگاہ خاص کا قیام علی الرغم مدار المہامی ہے اگر اس خدمت کی ذمہ داری اُن پر پڑ جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خوش گوار فریضہ جو پائیگاہ خاص کی صورت میں اُن کے سپرد ہوا ہے اُن سے منتزع ہو جائے۔

علام سید خاں ارسطو جاہ کی اورسہ حضور میں باریابی اور خدمت دیوانی سے ان کا تعلق

غلام سید خاں سہراب جنگ (ارسطو جاہ) کی طرف سے رکن الدولہ وغیرہ نے نظام علیخاں کو بدظن کرادیا تھا جسکی وجہ سے وہ اورسہ ہی میں رہنے پر مجبور کئے گئے تھے جب وقار الدولہ نے خودکشی کر لی تو غلام سید خاں کو مناسب معلوم ہوا کہ خود ان کی خدمت کے لئے کوشش کریں لیکن رکن الدولہ کی طرح مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) کے خیالات بھی ان کی نسبت ٹھیک نہیں تھے اور وقار الدولہ

کی قایم مقامی پر غلام سیدخاں خود مُبارز الملک کی تحریک و درخواست پر مامور ہو سکتے تھے
اس غرض کے لئے انھوں نے مبارز الملک کے خانگی متصدی دولت رام کو معقول لالچ دیکر
فراہم کیا جس نے منجانب مبارز الملک غلام سیدخاں کو وکیل مقرر کرنے کے لئے عرضداشت
لکھدی۔ نظام علیخاں نے تیغ جنگ سے مشورہ کیا انہوں نے غلام سیدخان کے تقرر سے
ناراضمندی ظاہر نہ کی حالانکہ رائے رایاں اُن سے فرمایش کرتے رہے کہ غلام سیدخاں
جیسے آدمی کا باریاب رہنا ٹھیک نہ ہوگا معلوم یہ ہوتا ہے کہ تیغ جنگ نے غلام سیدخاں کے
تقرر کو اس وجہ سے مناسب تصور کیا کہ اس وقت تک رکن الدولہ کی طرفدار جماعت کا
زور تھا۔ اس جماعت میں مُبارز الملک بھی تھے اگر کوئی ایسا شخص جو اسی جماعت سے تعلق
رکھتا ہو مبارز الملک کی وکالت پر آتا تو ممکن تھا کہ پھر اس کی ترقی ہو جاتی اور اس کے اس منصوبے
کے پیش رفت ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا جس کو رکن الدولہ نے قایم کیا تھا اب جبکہ ایک ایسے
شخص کی تحریک خود مبارز الملک نے کی جو اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا سخت
مخالف ہے تو اس کے اس جگہ پر مامور کئے جانے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اصُول سیاست کے
تحت یہی بہت صحیح امر ہے کہ اُس عہدہ دار کے بعد جس نے ایک اہم ترین زمانے میں اپنے مقاصد
و فرائض انجام دئے ہوں ایسا عہدہ دار آئے جو اُس کے مقاصد کے خلاف خیالات رکھتا ہو
تاکہ خفیہ اور علانیہ وہ کمزوریاں جو اس کی حکومت میں پیدا ہوگئی تھیں ظاہر ہو جائیں اور
اُن کا معقول علاج ہو جائے۔ بہرحال وقار الدولہ کی خودکشی کے دس ماہ بعد (۸ شعبان سنہ ۱۱۹۴ھ)
غلام سیدخاں سہراب جنگ بہ حیثیت وکیل مبارز الملک مامور و باریاب حضور ہوئے مُعاملات

ملکی و مال میں نظام علیخاں بذات خود حصہ لیتے اور مشورہ میں تیغ جنگ کو بھی شریک کرلیا کرتے تھے جب سہراب جنگ آگئے تو ان کو بھی شریک مصلحت کرنے لگے اور اسی طرح تقریباً دوڈھائی سال تک کام کرنے کے بعد بندگانعالی نے ملاحظہ فرمایا کہ تیغ جنگ کو معاملات دیوانی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور غلام سید خاں سہراب جنگ اُن سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور اس عرصہ میں انھوں نے معقول طور پر واقفیت بھی پیدا کرلی ہے تو جنگ نرمل سے واپسی کے بعد (جس کا تفصیلی ذکر اوراق مابعد میں آئیگا) ان کو بالاستقلال سنہ ۱۱۹۷ھ م سنہ ۱۷۸۳ء میں خدمت مدارالمہامی پر سرفراز فرمایا۔

سکہ قلب کی ترویج اور اس کے انسدادی احکام

اواخر سال سنہ ۱۱۹۲ھ م سنہ ۱۷۷۸ء میں بعض مقامات میں سکۂ قلب بن کر رائج ہوگیا جو روپیہ بازار میں آتا صراف اس پر چار آنے بٹہ لیتے تھے اس وجہ سے عوام میں ایک شورش ہوگئی۔ بندگانعالی نے حکم دیا کہ خزانہ عامرہ کا تمام ایسا روپیہ بلدہ کے ساہوکاروں کو دیکر تاکید کی جائے کہ ایک مہینے میں ان کا کھیٹ اور جوڑ نکالکر سکۂ فرخندہ بنیاد صحیح عیار و وزن کا تیار کرکے داخل خزانہ کریں اور یہی تیار کردہ روپیہ رائج کردیں اور اس کے ساتھ اعتقادالدولہ کو حکم ہوا کہ شہر میں منادی کردی جائے کہ پھر اس کے بعد صرافوں میں سے کوئی بٹہ نہ لے اگر لیگا تو مناسب سزا دیجائے گی۔

یہاں طریقۂ ٹیکسال پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ نظام علیخاں کے اس حکم کی توضیح و تعریف ہوسکے۔ پہلے ٹیکسال بھی مثل اصول مالگزاری دو طرح پر ہوتی تھی ایک تو امانی میں دوسرے تعہد پر امانی میں تو منجانب سرکار کسی عہدہ دار کو اس غرض کے لئے مامور کردیا جاتا تھا یہ طریقہ بہت کم رائج تھا۔ دور نظام علیخاں میں ٹیکسال کے چند مرکز قرار دئے گئے تھے ان کو دن میں

ىدر ارسطوحاه ىه ىطام علی حاں

سے ہر ایک کا تعہد علیحدہ علیحدہ دیا جاتا تھا۔ تعہد دار سکہ یک سے قبولیت لی جاتی تھی کہ ایک مقرر کردہ عیار اور وزن کے رُوپے اور پیسے مسکوک کرے۔ تعہد دار بعض اوقات زیادہ حصولِ منفعت کی خاطر روپے میں زیادہ کھیٹ شامل کر دیتے تھے عیار سے گھٹ جانے کی وجہ سے صرّاف لوگ جو اس کو لیتے دیتے تھے اس پر کم قیمت لگاتے تھے جس سے عوام کو نقصان ہوتا تھا اُسکو رفع کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ اس تعہد دار کا ایسا مسکوک کیا ہوا تمام سکہ اس کے سپُرد کر کے پورے عیار کے نئے سکے بنانے کے لئے اس کو مجبور کیا جائے یہی نظام علیخاں نے کیا اس موقع پر خود بدولت نے جو صرافوں کے خلاف حکم دیا وہ اس لئے بجا تھا کہ اکثر صراف دیدہ و دانستہ پورے عیار کے روپیہ پر بھی بٹہ لیتے تھے صاحب توزک آصفیہ نے اس منادی کے موقع پر صرافان ہنود کی قید لگا دی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ " اس کے بعد صرافان ہنود کی قوم سے کوئی روپئے پر بٹہ نہ لے اور اگر لیگا تو اس کو ذلیل ترین سزا دیجائیگی " قوم کی اس تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روپیہ سے روپیہ اور پیسے سے پیسہ کمانے کے مسئلہ میں علماء اسلام نے سُودہی کے فتاوے صادر کئے ہیں اور عرف عام میں سُود کھانا اتنا بد ترین گناہ سمجھا جاتا ہے کہ خود سُود کا ادا کرنا اتنا برا نہیں حالانکہ دونوں نتیجۃً اور حکماً ایک ہی ہیں اسی بنا پر صرافی کا معاملہ اہل اسلام کے پیشوں میں سے نہیں رہا۔ حیدرآباد میں اس عہد میں سوائے ہنود کے اور کوئی اس پیشے کو اختیار نہیں کرتے تھے اس لئے صاحب توزک آصفیہ نے " صرافان ہنود " میں عموم و خصوص کی نسبت قایم کی ہے۔

مدراس گورنمنٹ کے سفیر مسٹر ہالنڈ کا ورود حیدرآباد میں اور تصفیہ طلب مسائل پر گفت و شنید

سنہ ۱۱۹۳ھ (م سنہ ۱۷۷۹ع) میں مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو

اپنے سفر کی حیثیت سے حیدرآباد روانہ کیا جس نے ۱۰؍ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ کو (م ۔ ۲ مئی ۱۷۷۹ء) بندگان عالی کی خدمت میں باریابی حاصل کی اس سفارت کی وجہ یہ تھی کہ ایک عرصہ سے بسالت جنگ کے پاس فرانسیسی فوج مامور تھی اور اس فوج کے لئے آلات حرب و ضرب بندرگاہ موٹا پلی سے درآمد ہوتے تھے۔ فرانسیسیوں کے ایک دیسی رئیس کے ساتھ تعلق رکھنے کو انگریز اپنے مفاد کے خلاف تصور کرتے تھے۔ اس لئے وہ بسالت جنگ سے مصالحت کے لئے سلسلہ جنباں ہوے اُسی زمانے میں ان کو حیدر علیخاں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ ان کے علاقہ (ادھونی، گنٹور وغیرہ) پر حملہ کریں گے اس خطرے میں بسالت جنگ نے ۱۱۹۳ھ م ۱۷۷۹ء میں انگریزوں سے ایک معاہدہ کرلیا جس کی رو سے انھوں نے اپنی فرانسیسی فوج برطرف کرکے اس کے عوض انگریزی فوج کو مامور کرلیا اور گنٹور کا ضلع انگریزوں کو اجارہ پر دیدیا۔ بلا ترک توسط راست بسالت جنگ سے معاہدہ کرنے کی اطلاع پر نظام علیخاں انگریزوں سے ناراض ہوگئے اس کے علاوہ ان کی ناراضی کی ایک وجہ اور بھی ہوی وہ یہ کہ انگریزوں نے ناگپور کے (بھونسلہ) راجہ سے (جو نظام علیخاں کے اکثر علاقہ پر متصرف ہونا چاہتا تھا) مصالحت کرلی چنانچہ گورنر جنرل نے مسٹر ایلیٹ سفیر ناگپور کو ایک خط لکھا[۱] جسمیں اس کو ہدایت دیگئی تھی کہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے بعض علاقہ حاصل کرنے میں ناگپور کے راجہ سے کوئی سمجھوتہ کرکے اس کو مدد دے نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی سے ناراض ہوکر اُس فرانسیسی فوج کو اپنے پاس مامور کرلیا جو انگریزوں کی وجہ سے بسالت جنگ کی ملازمت سے علٰحدہ ہوی تھی۔ اس اطلاع پر مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو سفیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ نظام علیخاں کی اس غلط فہمی کو رفع کریں جو ان کو انگریزوں کی نسبت پیدا ہوگئی تھی اور سرکاران شمالی کے پیشکش کے

؎ ۱ مارشمن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول ضمیمہ صفحہ ۴۳۱

بقایا کی نسبت (جو تقریباً دو ڈھائی سال سے ادا نہیں ہوا تھا) اپنے سفیر کو تاکید کی کہ کمپنی کی تنگی مشکلات کا عذر پیش کر کے بقایا میں کچھ کمی کرائیں اور اگر نظام مہربان نظر آئیں تو چند ایسے شرائط کے تحت جو معافی بقایا کا جواب ہو سکیں کل بقایا کو معاف کرالیں اگر اس سے انکار کیا جائے تو اُن (ہالنڈ) کو ہدایت کی گئی تھی کہ بقایا، اور جاریہ پیشکش کی ادائی کی نسبت یہ اطمینان دلائیں کہ رقم جمع ہوتے ہی ادا کر دیجائیگی۔ انگریز یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی فرانسیسی فوج کسی دیسی رئیس کی ملازمت میں رہے اس لئے اس موقع پر انھوں نے فی الآخر مسٹر ہالنڈ کے ذریعے یہ شرط پیش کی کہ اگر فرانسیسی فوج کو جو آپ کی ملازمت میں ہے علٰحدہ کر دیا جائے تو ادائے بقایائے پیشکش اور حسب تہ نامۂ سابقہ دیگر امور کے عمل میں لانے میں کوئی امر مانع نہیں رہیگا۔ اسی گفت و شنید میں نوبنیر وان نامی فرانسیسی فوج کا سربراہ کار جو منجانب موسیٰ لالی مامور اور نظام علیخاں کے پاس متعین تھا بلا علم و اطلاع حیدرآباد سے نکل گیا اُوس کے بھاگ نکلنے کو صاحب توزک آصفیہ حیدر علیخاں والئی میسور کے اغواء و فریب پر محمول کرتا ہے[۱] جو دور از قیاس معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اس فوج کے ساتھ ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی کی فرانسیسی فوج کی علٰحدگی کے لئے جو کچھ کوشش انگریزوں نے بسالت جنگ کے پاس کی تھی وہ کامیاب ہو چکی تھی جس پر وہ وہاں سے نکل کر نظام علیخاں کے دائرۂ ملازمت میں داخل ہوی۔ اب یہاں سے انگریزوں نے اس کے نکالنے کی کوشش شروع کی تو قیاس یہ ہوتا ہے کہ اس کا ردِّ عمل یا وہاں سے علٰحدہ کئے جانے کے بعد اپنی کوئی اور سبیل کرنا اس فوج کے سربراہ کاروں پر لازم تھا اسی غرض کے تحت اس فرانسیسی سردار کا بے حکم یا بلا علم و اطلاع نکل جانا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے بہر حال اس کو گرفتار کر کے قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا گیا۔

---

[۱] جیمس مل ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۳۴ ۔ [۲] توزک آصفیہ صفحہ ۲۶۸ -

مسٹر ہالنڈ کی سفارت کے دوران میں مدراس گورنمنٹ اور کلکتہ کونسل میں باہمی اختلاف پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے مسٹر ہالنڈ کے ذریعے کسی امر کا طے پانا مشکل تھا اس لئے باہمی مباحثوں میں مسٹر ہالنڈ بے نیل مرام ۲۵ رجب ۱۱۹۴ھ (م ۲۰ جولائی ۱۷۸۰ء) کو مدراس گورنمنٹ سے علٰحدہ ہوکر کلکتہ روانہ ہوئے۔

۱۱۹۵ھ (م ۱۷۸۱ء) میں مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) مرض سرطان میں مبتلا ہوئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو اس موقع پر ملی جب کہ وہ حیدرآباد کے شمال مشرقی سمت میں تالاب سنگراج کی شکارگاہ میں مصروف سیر و شکار تھے یہ شکارگاہ تیغ جنگ (شمس الدولہ شمس الملک) کے اہتمام سے تیار ہوئی تھی اور اس موقع پر شکار کا سارا انتظام و اہتمام بھی انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا۔ مبارز الملک کی علالت کی اطلاع پر اعلیٰحضرت نے حکیم محمد باقر خاں مسیح الدولہ اور جراح پلنیاپسر گورو نا[2] کو ان کے علاج کے لئے روانہ فرمایا۔ اطبا ابھی اپنے سفر کے تین ہی منزل طے کرنے پائے تھے کہ مبارز الملک کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند فرخ میرزا خاں احتشام جنگ پر ان کی قائم مقامی منظور ہوئی۔ اور خود بدولت سفر کولاس کی غرض سے ۱۱ محرم ۱۱۹۶ھ (م ۲۷ جنوری ۱۷۸۲ء) کو بلدہ حیدرآباد سے نکلکر باغ گوڑ وصند اس میں قیام کرتے ہوئے جہاں سے ۴ ربیع الاول ۱۱۹۶ھ (م ۱۷ فبروری ۱۷۸۲ء) کو نکل کر قلعہ محمد نگر کے پاس ساحل دریائے موسیٰ پر مقام فرمایا۔ یہاں ایک عرصہ تک قیام فرما کر موضع نخلکال پہنچے یہیں جشن نوروز منایا گیا جس سے فراغت پانے کے بعد دریائے مانجرا کے کنارے رخصت فرما ہوئے اور چند روز بعد قلعہ کولاس کے گھاٹ (دریائے مذکور) کو عبور کر کے اس کے

---

[1] ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۰۷۔ [2] صاحب گلزار آصفیہ نے جراح کا نام ماونا پسر گورونا لکھا ہے لیکن صاحب توزک آصفیہ کا بیان صحیح ہو سکتا ہے کہ واقعہ سے قریب تر زمانہ کا مصنف ہے اور اسی تاریخ کا ماخذ اصل کاغذات دفتری پر رکھا ہے اور ان کے بیان کی تائید حدیقۃ العالم سے بھی ہوتی ہے۔

دوسرے کنارے پر جا ٹھیرے۔ یہاں افواج کا جائزہ وملاحظہ ہوا فوج پائیگاہ نے اپنے کرتب دکھائے آخر ۲ رجمادی الاول ۱۱۹۶ھ کو قلعۂ کولاس سے نکل کر حیدرآباد کی طرف لوٹے ۲۶ رجمادی الاول کو قصبۂ اندول میں قیام ہوا اور حویلی وینکٹ کیشو (عامل اندول) میں تشریف لیجاکر رونق بخشی۔ وہاں سے نکل کر ۲۸ رجمادی الاول کو تالاب حسین ساگر پر نزول اجلال ہوا اور پانچ روز تک یہاں قیام رہا کہ ان ایام کو منجموں نے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہونے کے لئے منحوس خیال کیا تھا۔ ان ایام میں ہر شب روشنی وآتشبازی کے نظارے ہوتے رہے۔ اسی منزل میں ۲ رجمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو قریب مغرب اس زور وشور کا طوفان ابر وباراں آیا کہ تمام ڈیرے اکھڑ گئے محلات وغیرہ (جو ہمیشہ اور ہر سفر میں ہمراہ رکاب ہوتی تھیں) رتھوں اور بہلیوں میں پناہ گزیں ہوئیں۔ ۴ رجمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو سواری مبارک داخل بلدۂ حیدرآباد ہوئی۔

جنگِ نرمل

جنگ نرمل اور اس کے اسباب

احتشام جنگ نے جب اپنے باپ کی جگہ قایم مقام ہو کر علاقۂ نرمل پر عمل و دخل حاصل کیا تو اس کی نذریں ان کے تحت کے ملازمین نے پیش کیں۔ جس پر ان کے پھوپھیرے بھائی فرید مرزا اور مغل مرزا اور پھوپھیرے بھنوئی رحیم قلی بیگ (جو ابراہیم بیگ خاں دھونسہ ہی کے زیر پرورش و تربیت یافتہ تھے) نے ان کا استہزا کیا اور پھبتیاں اڑائیں۔ جس سے احتشام جنگ کے دل میں برائی آئی۔ آخر ملک و مال میں اپنا حصہ طلب کرنے کی بنا پر احتشام جنگ نے اپنے بخشی سید ولی محمدؐ اور دیگر حبشی غلاموں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو قید کر کے خفیہ طور پر پھانسی دیدی جائے چنانچہ مبارز الملک ابراہیم بیگ خاں دھونسہ کے انتقال کے ساتویں ہی روز اس بخشی نے آئینہ محل میں ان کو گرفتار کر کے گلزار محل کے تہ خانہ میں مقید کر دیا اور اسی شب آدھی رات کو ہر ایک کو پھانسی دیکر ہلاک کر ڈالا۔ ان کے بعد ہی ان کے مصاحبین اور رفقاء میں سے چالیس اشخاص کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ فرید مرزا و مغل مرزا اور رحیم قلی بیگ کے تحت پانچ چھ پلٹن بار اور تین ہزار پیادہ فوج احشام مامور تھی احتشام جنگ نے سید ولی محمد بخشی کی اس کارگزاری کے صلے میں ان کے دونوں بھانجوں (سید مرتضیٰ و سید میاں) کو اس جمعیت کی سرگی پر سرفرازی بخشی۔ اور بقیہ کارخانجات پر اپنے معتمد کارپردازوں کو مامور کر دیا۔ اس انتظام کے بعد احتشام جنگ نے لچھمی پنڈت وکیل اور میر جلال الدین حسین خاں

حالات مان کے استصواب سے سات لاکھ روپے نذرانہ استدعائے خلعت تعزیت اور سند بحالی کے ساتھ حضور میں روانہ کیا۔ جس پر دربار بندگانعالی سے منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار و خطاب احتشام جنگ و خلعت تعزیت سرفراز ہوئے اور اسناد بحالی بھی عنایت ہوئے

احتشام جنگ کے مسلط ہونے کے بعد سید ولی محمد بخشی کا اعتبار ان کے پاس بہت زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ بخشی مذکور کی اطلاع کے بغیر ممکن نہیں تھا کہ احتشام جنگ کوئی تنکا بھی ادھر کا اُدھر کردیں۔ وہ جوش شباب میں راگ و رنگ میں لگے رہے اور بخشی انتظام ملک میں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخشی کی خود غرضیوں سے خیر خواہوں کی وہ جماعت جس کو مبارز الملک دھونسہ نے بڑی تالیف قلوب اور صرف زر کثیر سے فراہم کیا تھا درہم برہم ہوگئی۔ جب بخشی نے یہ محسوس کرلیا کہ ملک و محلات کا انتظام و اہتمام اپنے ہی ید قدرت میں ہے تو اُس نے خفیہ طور پر نظام علیخاں کی خدمت میں اس مضمون کا ایک معروضہ لکھا کہ احتشام جنگ ایک ناتجربہ کار لڑکا ہے ملک کا انتظام اُس سے ہو نہیں سکتا ہے اس تمام مال و دولت و خزانہ و جواہر و فوج و احشام و کارخانہ جات (جو ترمل میں موجود ہے) کی سند سرفرازی میرے نام عنایت ہو تو اس لڑکے کو مقید کرکے حضور کی خدمت میں روانہ کردیتا ہوں اور پھر یہاں کا معقول انتظام کرتا ہوں۔ اگرچہ یہاں کی سوانتظامی اور احتشام جنگ کی بے پروائی کی اطلاعیں حضور میں پہنچ چکی تھیں تاہم خود بدولت نے اس معروضہ کا کچھ اثر نہ لیا اور سید ولی محمد کی نمک حرامی پر محمول کرکے اس معروضہ کو بجنسہٖ راست احتشام جنگ کے پاس بھیج کر لکھا کہ ہم نے تمہارے باپ کے پاس قدویت سے تم کو اُن کی جگہ بحال کیا ہے تمہیں بھی احتیاط و اوائی فرائض لازم ہے تم کو چاہیے کہ نوکر کو اپنی حد سے گزرنے نہ دیں اور انتظام ملک

۱؎ تذکرہ [illegible] صفحہ ۸

اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اس نمک حرام کو جس نے یہ عرضی لکھ بھیجی ہے معقول سزا دیں کہ دوسروں کو
عبرت ہو۔ حضور کا عنایت نامہ پہنچنے پر انھوں نے بخشی کو اور اس کے ہوا خواہوں میں سے ہر ایک کو قتل
کروا دیا۔ نرمل میں یہ کشت و خون تین دن تک جاری رہی اور تقریباً تین سو آدمی بخشی کے مارے گئے
اس واقعہ کے بعد احتشام جنگ بذات خود معاملات و انتظام ملک میں حصہ لینے لگ گئے۔ اس کے
بعد اپنے حصہ ملک کے حدود کو وسعت دینے کا خبط انہیں پیدا ہوگیا اور اپنی طاقت و فوج پر غرہ
یہاں تک کہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۲ء) میں جب بندگانعالی نے کولاس میں ان کو طلب کیا تو انھوں
نے اپنی حاضری سے عذرات لاطائل کے تحت معذرت چاہی۔ اور کولاس سے واپسی کے بعد
حسب قاعدۂ مستمرہ مثل اور جاگیرداروں و منصبداروں کے ان پر بھی رقم نذرانہ قایم کر کے ان کے
مقبوضہ علاقہ کے محاصل کی مناسبت سے نو لاکھ روپئے نذرانہ کا مطالبہ کیا گیا تو اس کے جواب میں
انھوں نے نہایت گستاخی سے تھوڑی سی باروت اور گولیاں روانہ کر کے لکھا کہ مبلغ مذکور کے
عوض میرے پاس یہ جنس حاضر ہے۔ اس خیرہ سری کی فوج کشی ہی کے ذریعے سرکوبی ہو سکتی تھی
چنانچہ سنہ ۱۱۹۷ھ (م ۱۷۸۳ء) میں ابوالفتح خاں تیغ جنگ کے ہمراہ حسام الدین خاں گھانسی میاں
سردار جنگ کو دو ہزار سوار تین ہزار بار رسالہ نادر جنگ فرانسیسی کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا
انھوں نے کولگیر پہنچکر وہاں سے سرسواری قلعۂ بودھن پر قبضہ کر لیا۔ احتشام جنگ کی طرف سے
اس قلعہ پر رستم خاں جمعدار مامور تھے وہ قلعہ کا قبضہ چھوڑ نرمل چلے گئے۔ احتشام جنگ کو قلعہ
بودھن کے ہاتھ سے نکلجانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی طرف سے دلاور جنگ والو میاں
مہدوی اور اماں اللہ خاں وغیرہ کے تحت بارہ ہزار کی جمعیت بار اور بیس توپیں گھانسی میاں کے

مقابلے پر روانہ کیں۔ جو کشٹاپور کے گھاٹ سے دریائے گوداوری کو عبور کرکے قلیل عرصہ میں
بودھن کے قریب پہنچ گئی۔ اور طرفین سے مقابلہ شروع ہوا۔ سرکاری فوج حصار کے باہر صف آرا
ہوئی دلاور جنگ نے اپنی توپوں سے آتشباری شروع کردی جس سے سرکاری فوج دبتی چلی
اس نوبت پر احتشام جنگ کی فوج نے یہ محسوس کرکے کہ فتح اپنی ہے بوقت واحد اپنی جگہ سے بڑھکر
سرکاری فوج پر حملہ کردیا۔ گھانسی میاں اپنے ساتھ صرف دو سو آزمودہ کار سواروں کو لیکر علیحدہ قابو جمے
تھے جب انھوں نے دیکھا کہ احتشام جنگ کی فوج حملہ کی خاطر بے ترتیبی سے آگے بڑھ گئی ہے
تو وہ اپنے انہیں معدودے چند سواروں کو لیکر اپنی کمین گاہ سے نکلے اور فوج مخالف پر ٹوٹ پڑے
اور وہ جوہر مردانگی دکھائے کہ احتشام جنگ کی فوج کو ہزیمت ہوگئی۔ ابو میاں مہدوی اور امان الدین خاں
اور دیگر سردار جنگ میں کام آگئے دو زنجیر ہاتھی جس میں سے ایک معہ نشان و نقارہ تھا اور دو شتر
حامل خزانہ غنیمت میں آئے اپنی شکست کو دیکھ کر فرنگی سردار دلاور جنگ باقاعدہ طور پر اپنے ہی
مورچہ میں قایم رہ کر سارا دن توپ اندازی کرتا رہا۔ آخر رات میں وہاں سے کوچ کرکے کشٹاپور
چلا گیا۔ جہاں وہ شکست یافتہ فوج کو جمع کرکے پھر آمادۂ جنگ ہوگیا۔

نظام علیخاں کو جب باجمعیت قلیل گھانسی میاں کے فتح پانے کی اطلاع ملی تو حضور نے
تعریف و تحسین کہہ کے ان کو حسام الدین خاں سردار جنگ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور ان کی
کمک کے لئے شرف الدولہ، زور آور جنگ، حشمت جنگ، سیف جنگ اور امجد الدولہ کو چالیس ہزار
سوار و پیادہ فوج کے ساتھ روانہ فرمایا اور اس کے ساتھ ہی خود بدولت بھی وہاں پہنچنے کے لئے
۱۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ (م ۲۸ اکتوبر ۱۷۸۲ء) کو بلدہ سے نکل کر فتح میدان میں قیام گزیں ہوئے۔

صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ اس منزل[1] پر سے بندگان عالی نے نجم الدولہ میر بخشی اور سید عمر خاں کو حسام الدین خاں گھانسی میاں کی مدد کے لئے روانہ فرمایا۔

گھانسی میاں بودھن سے بالکنڈہ پہنچ کر شاہ بڈھن صاحبؒ کے تالاب کے پاس جا اُترے یہیں بندگانعالی کی مرسلہ افواج کمک اُن سے آملیں اس مقام سے کشٹاپور (جہاں احتشام جنگ کا فرانسیسی فوج کا سردار ولاور جنگ قایم تھا) تین کوس پر تھا۔ یہ فرانسیسی سردار اس دوران میں سرکاری افواج پر چھاپے مارتا رہا آخر تمام افواج جمع ہونے پر گھانسی میاں اس کے مقابلہ پر نکلے صبح سے شام تک معرکۂ توپ و تفنگ جاری رہا۔ اس موقع پر احتشام جنگ بھی نرمل سے نکل کر کشٹاپور میں اپنی فوج سے آملے تھے فرانسیسی فوج کا سردار سر شام دریائے گوداوری عبور کرکے موضع کانڈلے میں (جو نرمل سے پانچ کوس واقع ہے) جا ٹھہرا۔ اور فوج سرکاری بالکنڈہ واپس آئی اور عشرۂ شریف محرم ۱۱۹۸ھ (م اواخر ۱۷۸۳ء) یہیں گزارا۔ نظام علیخاں ۶ ذیحجہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۲ نومبر ۱۷۸۲ء) کو فتح میدان سے نکل کر قلعہ ایلگندل روانہ ہوئے۔ ۸ ذیحجہ کو وہاں پہنچے دوسرے روز قلعہ کی سیر کی اور ۲۸ ذیحجہ کو وہاں سے نکل کر ۲۹ ماہ مذکور کو املواڑہ پہنچے اور راجہ باگسوار کے چلہ کے پاس قیام فرمایا۔ ۳ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۹ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو دولت رائے قلعہ جگتیال[2] کے محاصرہ پر مامور ہوئے اور کریم داد خاں اور نو مسلم فرنگی اور رسالہ یکہ تاز جنگ اور رسالہ شجاعت جنگ و نوشیروان و غلام علی وغیرہ رائے مذکور کے ساتھ متعین کئے گئے۔ بعد عشرہ محرم بندگانعالی املواڑہ سے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۳۰۵

[2] اس قلعہ کی تعمیر ۸۷۷ھ (م ۱۴۷۲ء) میں ابراہیم بیگ خاں دھولسرے کی تھی اور احتشام جنگ کی طرف سے یہاں کی قلعداری سر سری الطور [illegible] متعلق تھا

کوچ فرمانے لگے تو راجہ پدم سنگھ وکنور جودہ سنگھ کو بھی جگتیال ہی کے محاصرہ میں شریک رہنے کا حکم دیا۔ آخر محاصرہ سے عاجز آکر قلعہ مذکور کا قلعہ دار سدی ظفر الماس ۲۸ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۳ جنوری ۱۷۸۳ء) کو قلعہ سرداران سرکاری کے سپرد کر کے خود آپ دولت رائے کے توسط سے بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوا حضور سے اُس کو منصب پانصدی اور خطاب خانی پر سرفرازی ہوئی اور خود بدولت غرۂ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۶ جنوری ۱۷۸۳ء) کو کورٹلہ سے نکل کر جگتیال رونق افروز ہوئے قلعہ کو ملاحظہ فرما کر بالکنڈہ کی طرف کوچ فرمایا اور موضع کرطیمیال، کورٹلہ، مٹ پلی سے ہوتے ہوئے موضع پالم پر نہضت افروز ہوئے۔ جب سواری مبارک بالکنڈہ کے قریب پہنچی تو گھانسی میاں اور دوسرے امرا اپنی اپنی فوج کے ساتھ استقبال کر کے قدمبوس ہوئے اس کے دوسرے روز یہاں سے ساری مجتمعہ فوج آگے روانہ ہوئی اور ۱۴ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ جنوری ۱۷۸۳ء) کو رفعت الدولہ، سربلند جنگ، حسام الدین خاں گھانسی میاں، یکہ تاز جنگ، محمد بہلول خاں، سدی عبداللہ خاں، سید عمر خاں، محمد سلیماں، مصطفیٰ بیگ وشجاعت جنگ، محمد حسین خاں وغلام رسول خاں وغیرہ سرداران اپنی اپنی افواج کے ساتھ دریائے گوداوری کے پار ہوئے۔ احتشام جنگ اس عبور کے موقع پر بے پروائی کے ساتھ مصروف سیروشکار تھے ورنہ دوران عبور میں جنگ کا معقول امکان تھا سرکاری فوج کی طلایہ داری پر رفعت الدولہ، راجہ چہندر، راجہ پدم سنگھ، کنور جودہ سنگھ مامور ہوئے عبور کی اطلاع کے بعد احتشام جنگ کی فوج مقابل ہوئی۔ لیکن توپوں کی زد سے بہت جلد پسپا ہو کر قلعہ چٹیال میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ ۱۵ صفر کو خود بدولت نے بھی دریائے مذکور کو عبور فرمایا۔

اس کے بعد غرۂ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ (م ۴ فبروری ۱۷۸۳ء) کو احتشام جنگ نے ملازمت حضور

وعفو جرائم کی نسبت بعض شرائط کے ساتھ ایک معروضہ روانہ کیا۔ جن میں سے بعض کو منظور فرما کر خود بدولت نے ان کو حاضری کا حکم دیا لیکن اس کو احتشام جنگ نے تسلیم نہ کیا اور سوال و جواب میں معذرت و معافی ملتوی رہی یہاں تک کہ ۶ ربیع الاول کو حضوری سرداروں میں سے بعض نے اپنی قیام گاہ اور قلعہ کے درمیان جو پشتہ کوہ واقع تھا اُس پر اس خیال سے قبضہ کر لیا کہ کہیں فریق مخالف اُس پر توپیں نہ چڑھا دے اس کے قبضہ میں مختصر سا مقابلہ ہوا جس میں احتشام جنگ کے سپاہی پسپا ہوے اور قلعۂ چٹپال میں داخل ہو گئے۔ اس پشتہ کوہ پر قبضہ پانے کے بعد دوسرے ہی روز بندگانعالی دریائے گوداوری کے کنارے سے اُٹھ کر اپنی فوج سے آملحق ہوے۔ اس کے دوسرے دن خود بدولت ہودج میں سوار ہو کر نکلے۔ خواصی میں تیغ جنگ شمس الملک تھے حسب الحکم ہر طرف حملہ شروع ہوا۔ اثناء جنگ میں سید عمر خاں نے حاضر ہو کر حضور عرض کی کہ سدی یاقوت و دلاور جنگ فرنگی اپنے اپنے گروہ کے ساتھ میری افواج سے مقابل ہو گئے ہیں جمعیت غلام قلیل ہے اس لئے کمک کا امیدوار ہے معاً شمس الملک نے حضور کے حکم پر مکارم خاں کو اس کے ساتھ کر دیا اور محمد عظیم خاں اور پرورش علیخاں کو جلد کمک پہنچانے کے لئے حکم دیا اسی دوران میں شاہ میرزا پسر ثابت جنگ سواران پائیگاہ و جوق جوشن و رسالہ کے ساتھ حملہ میں شریک ہو گئے اور ادھر عظیم خاں جوانان پائیگاہ اور اپنے رسالہ کے ساتھ حریف کے قلب پر حملہ آور ہوے۔ اس جنگ میں نظام علیخاں کی فوجی ترتیب نقشہ سے ظاہر ہوگی

نقشہ صفوف جنگ سنہ ۱۱۹۷ھ

بمقابلہ احتشام جنگ بمقابلہ چٹپال من مضافات فارمل

التمش

سید عمر خان و شاہ مرزا پسر ثابت جنگ و محمد عظیم خان

میسرہ	قلب	میمنہ
گھانسی میاں و علی محمد خان پسر مجاہد جنگ	نظام علی خان	نجم الدولہ امجد خان و غلام امام خان (صولت جنگ پسر الہ ایلم)

طرح میسرہ	طرح میمنہ
رفعت الدولہ	پرورش علیخاں

یہی معرکہ فیصلہ کن ثابت ہوا اس کے متعلق صاحب تذکرۂ نرمل نے تفصیل یہ لکھا ہے کہ جس وقت
احتشام جنگ کو سدی ظفرالماس کے مطیع ہونے اور قلعہ جگتیال کے ہاتھ سے نکل جانے کی
اطلاع ملی تو انہوں نے بسرِ جلسۂ عام تمام گروہ غلامان وحبشیوں پر سخت اظہار رنج وغضب کر کے
بے وفائی کا دھبہ ان پر لگایا تھا اس محفل میں سدی یاقوت بھی موجود تھا (اس حبشی غلام کے زیر حکم
رسالہ عرب وحبش وروہیلہ ودیگر کارخانہ جات بھی تھے) اس کو یہ ناگوار گزرا اور اس کے بعد سے
اس نے عزم بالجزم کر لیا کہ کسی موقع پر اپنی بہادری اور وفاداری کا ثبوت دے یہاں تک کہ
ایک روز جب کہ سرکاری فوج میدان میں نمودار ہوئی تو وہ اپنی عرب وروہیلہ اور حبشیوں کی جملہ
ایک ہزار فوج کے ساتھ قلعہ مذکور سے نکل کر حملہ آور ہو گیا اس کے ساتھ ہی فرانسیسی فوج کا سردار
ولاور جنگ بھی اپنی فوج کو لیکر نکل آیا اور قلعہ کی توپوں سے گولے آگ برسنے لگے۔ ادھر سے حضوری
افواج بھی آگے بڑہیں مقابلہ دست بدست ہو گیا احتشام جنگ کی ٹرہ کرآئی ہوئی تقریباً ساری
فوج کٹ گئی عہدہ داروں میں سے سدی یاقوت تو زخموں میں چور ہو کر میدان ہی میں گرفتار ہو گیا
ولاور جنگ البتہ زخمی ہو کر واپس ہو گیا احتشام جنگ کے گارڈیوں کی فوج کے بارہ نشان
بندگانعالی کی فوج کے ہاتھ آئے۔ اس شکست سے احتشام جنگ کا دل شکستہ ہو گیا اور جنگ
سے نادم ہو کر عفو تقصیرات کے لئے اپنی والدہ کو خدمت بندگانعالی میں روانہ کیا اس سیدہ
بیوہ کی عرض پر احتشام جنگ کو دربار میں حاضر کرنے کے لئے مشیرالملک (غلام سید خان
سہراب جنگ) کو روانہ کیا گیا ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ہجری (م ۱۷ فبروری ۱۷۸۳ء) کو

لہ تذکرہ نرمل صفحہ (۳۱۷)

وہ حاضر دربار ہوئے ان کی تقصیرات کو معاف کر کے بندگانعالی نے اپنے ہاتھ سے ان کو سرپیچ مرصع باندھا اور خلعت عفو سے سرفرازی بخشی طلب معافی کے واقعہ کی نسبت حسب تذکرہ نرمل کا بیان یہ ہے کہ پہلے احتشام جنگ نے اپنی والدہ کی طرف سے عریضہ لکھا جس میں اُن کی ناتجربہ کاری اور سخن نشنوی کا اظہار کر کے عفو تقصیرات کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کو ملاحظہ فرما کر بندگانعالی نے ماما بڑن کو پھولوں کا گہنا دیکر احتشام جنگ کے پاس روانہ فرمایا وہ اُن کے پاس جاکر بڑی مدارات سے پیش آئی پھولوں کے ہار ان کو پہنائے اور فہمائش کر کے احتشام جنگ کو گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ہمراہ حضور میں لے آئی قدمبوسی کے بعد بندگانعالی نے ان کے تقصیرات کو معاف فرمایا اور احتشام جنگ نے ابراہیم باغ (جس کو ان کے والد ابراہیم بیگ خان دھونسہ نے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر تیار کیا تھا اور اسی میں ان کے محلات وغیرہ رہتے تھے) خالی کر کے خود آپ عیدگاہ کے متصل میدان میں ڈیروں میں جا ٹھیرے جس کے بعد خود بدولت نے غلام سیّد خان سہراب جنگ (معین الدولہ مشیر الملک ارسطوجاہ اعظم الامرا) کو حکم دیا کہ علاقہ نرمل کا جمع خرچ وخزاین نقد وجواہر وغیرہ کا متصدیوں سے جایزہ لیں اور ملاحظہ میں پیش کریں چنانچہ نقد یک کروڑ روپیہ کے علاوہ از قسم زر وزیور وجواہر وجنس کارخانہ جات قیمتی ایک کروڑ روپیہ برآمد ہوئے کارخانہ جنسی کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ ڈھ دہات وپنجریں وغیرہ کی عمدہ عمدہ توپیں قلعہ گولکنڈہ روانہ کردیں اور باقی دو سو ہی توپیں نرمل کے قلعہ اور شہرپناہ اور برجوں پر رکھدیں اس کے بعد نرمل کی عملداری اور قلعہ نرمل کی قلعداری پر امام علی خان بیان الدولہ کو

---

۵۷ تذکرۂ نرمل صفحہ (۹۴)

نامزد فرمایا۔ اور احتشام جنگ کو صوبہ داری ایلچپور اور خطاب ظفر الدولہ سے سرفراز کیا۔ اس انتظام واہتمام کے بعد سیر و تماشائے محلات و باغ وغیرہ میں ایک عرصہ گزار کر ۲۶ر جمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ر مئی ۱۷۸۳ء) کو وہاں سے نکلکر بروز جمعہ ۴ر رجب ۱۱۹۷ھ (م ۵ر جون ۱۷۸۳ء) کو داخل بلدہ حیدر آباد ہوئے۔

۱۱۹۸ھ میں پیشوا کے ساتھ ایک معاہدہ کے طے کرنے کے سلسلے میں بندگانعالی اودگیر تشریف لے گئے۔ اس معاہدہ کی تفصیل اور اسباب اوراق مابعد میں بیان ہوگی۔

اتحاد پیشوا و نظام علیخاں

ٹیپو سلطان کے معاملہ کے لئے مرہٹوں کا نظام علی خان کو اپنے ساتھ متفق کرنا اور اسی غرض کے تحت صلح نامہ ایت گر کا طے پانا

۴ رجمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۱۷ر مارچ ۱۷۸۳ء) کو انگریزی کمپنی اور پیشوا کے مابین ایک صلح نامہ (بنام صلح نامہ سالبائی) طے پایا جس کا فقرہ نہم ریاست خداداد میسور سے متعلق اس مضمون پر مشتمل تھا کہ حیدر علی خان نے پیشوا سے گو مصالحت کرلی تھی لیکن وہ پھر فساد برپا کرکے انگریزی کمپنی اور اس کے حلیف محمد علی خان والی کرناٹک کے بعض علاقہ جات پر قابض و متصرف ہو گئے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ ان مقبوضات کو واپس اور گرفتاران جنگ کو رہا کردیں جو حالیہ جنگ میں انہوں نے حاصل و گرفتار کئے تھے اور ۹ر رمضان ۱۱۸۱ھ (م ۲۹ر جنوری ۱۷۶۸ء) کے عہد نامہ کی رو سے (جو حیدر علی خان اور پیشوا کے مابین ہوا تھا) محمد علی خان اور انگریزوں کے جس حصہ ملک پر وہ قابض ہو گئے تھے چھ مہینے میں واپس کردیں۔ اس کے مقابل انگریزوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ حیدر علی خان کے ساتھ کوئی مخالفت اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ وہ انگریزوں یا ان کے حلیف کے ساتھ کوئی مخالفانہ طرز عمل اختیار نہ کریں۔

اس شرط صلح سے ظاہر ہے کہ انگریزی کمپنی پیشوا کے ذریعہ حیدر علی خان سے اپنے متنازعہ مقبوضات کو حاصل کرلینا چاہتی تھی لیکن اس صلح نامہ کے پانچ ماہ قبل ہی یکم محرم ۱۱۹۷ھ (م ۷ر دسمبر ۱۷۸۲ء) کو مرض سرطان سے حیدر علی خان کا انتقال ہو گیا تھا۔

جن کے بعد ان کے فرزند ٹیپو سلطان ان کے قایم مقام ہوئے تھے اُن پر لازم نہ تھا کہ وہ اس باہمی مصالحت کو قایم رکھتے جو ان کے والد اور پیشوا کے مابین تھی۔ اور نہ اُن پر اس شرط مندرجہ صلح نامہ سال بائی کی تعمیل کی ذمہ داری قانوناً عاید ہو سکتی تھی اور ممکن ہے کہ انگریز کمپنی نے سابقہ عہد نامہ کی تجدید اور ٹیپو سلطان سے اس کی توثیق کرانے کے لئے پیشوا کو مجبور یا آمادہ کرانا نامناسب تصور کیا ہو اس لئے انہوں نے راست ٹیپو سلطان سے ایک جدید صلح نامہ کی تکمیل کا تصفیہ کر لیا لیکن وہ اپنے والد کے انتقال کے قبل ہی سے انگریزی کمپنی اور اس کے جنوبی ہند کے زمیندار حلیفوں کے ساتھ برسر پیکار تھے جس کا سلسلہ سال مابعد تک چلتا رہا۔ آخر جب انگلستان کی حکومت نے اپنے فرانسیسی حریفوں [1] سے صلح کر لی تو اس کی شرایط کے تحت فرانسیسیوں کو ٹیپو سلطان کے پاس کے متعینہ فرانسیسی عہدہ داروں کو واپس طلب کر لینا پڑا۔ اس طرح ٹیپو سلطان کے پاس سے جب ایک شایستہ اور معقول فرانسیسی فوج نکل گئی تو پیش پا افتادہ مہم میں وہ اس قابل نہیں رہے کہ خود تنہا انگریزی فوج سے مقابلہ کرتے اس زمانے میں وہ قلعہ منگلور کے محاصرہ پر تھے ناچار انہوں نے مصالحت کو مناسب تصور کیا اور ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء (م ۱۶ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ) کو ایک صلح نامہ (بنام صلح نامہ منگلور) طے پایا جس کی رو سے فریقین نے اپنے اپنے سابقہ مقبوضات پر قابض اور حالیہ مقبوضات کو چھوڑنے کا اقرار کر لیا جس طرح انگریزوں کو ریاست میسور کا کھٹکا لگا ہوا تھا اسی طرح مرہٹہ سرداروں کو بھی اس کی طرف سے خطرہ تھا جب پیشوا کو یہ علم ہوا کہ

[1] یہ صلح ۱۷۸۳ء (م ۱۱۹۷ھ) میں بمقام وارسیلز (فرانس) ہوئی۔

انگریز اور ٹیپو سلطان کے مابین صلح ہو رہی ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ انگریزی کمپنی معاہدہ
سال بائی کو فسخ کرنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ جس پر انہوں نے ٹیپو سلطان کے پاس بغرض
مصالحت وصول چوتھ اپنے ایلچی روانہ کئے جس کے جواب میں ٹیپو سلطان نے کہلا بھیجا کہ
ان کے والد نے چند ضرب توپ اور بندوقوں کے سوائے کوئی اور چیز متروکہ میں نہیں چھوڑی ہے
جس کے ساتھ میں حاضر ہوں اس جواب سے مرہٹوں نے خائف و پردل ہو کر یہ تجویز کی کہ
نظام علی خان کے ساتھ اتحاد قایم کر کے ٹیپو سلطان سے ان علاقوں کو حاصل کریں جن پہ
انہوں نے قبضہ کر لیا تھا اور ان حملوں کا جواب ہر دو کے مقبوضات پر ہو رہے تھے یا آئندہ
جن کے لئے تیاریاں جاری تھیں مقابلہ اور سدباب کریں انہوں نے نظام علی خان کو یہ
سمجھایا کہ جس طرح پیشوا کے اکثر علاقہ پر ٹیپو سلطان نے قبضہ کر لیا ہے اسی طرح خود نظام علیخان
کے علاقے بھی ان کے حملات و تصرف سے محفوظ نہیں رہے اور یہ تحریک کی کہ ہر دو قوتیں کسی
باہمی مصالحت کے ساتھ ٹیپو سلطان کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے مقبوضات ان سے حاصل
کر لیں اور اس کے بعد بھی وہ صلح نہ کریں تو ان کے علاقے میں در آئیں لیکن ہر دو رؤسا
کا اپنے اپنے مستقر حکومت پر رہکر ایسے معاہدہ کا جلد اور حسب مراد طے پانا غیر ممکن تھا اس لئے
دونوں فریقوں نے یادگیر کے قریب دریائے بھیرا کے کنارے اس کی تکمیل کی قرارداد کی
چنانچہ نظام علی خان ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ (م ۶ فروری ۱۷۸۴ء) کو حیدر آباد سے نکل کر
یادگیر روانہ ہوئے اس موقع پر ٹیپو سلطان کے خلاف عمل جارحانہ اختیار کرنے میں نظام علیخان
کو بجانب حق قرار دینے کے لئے صاحب تو زک آصفیہ پہلے ٹیپو سلطان کی زیادتیوں کو

بیان کرتا ہے اور اس کے بعد نظام علی خان کی فہمایش چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ۱۹۸ھ کے اوائل میں ٹیپو سلطان نے اپنا روپیہ (جو وزن میں دو تولے اور جس میں ان کے نام کے ساتھ سلطان کا لفظ شامل تھا) مسکوک کر کے میسور کے علاقہ میں جاری کرنے کے علاوہ ممالک محروسہ بندگانعالی میں بھی جاری کرا دیا چنانچہ ایسا بہت سا روپیہ حیدر آباد میں بھی پہنچکر کوچہ بکوچہ رائج ہو گیا اور یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی کہ وہ بندگانعالی کے مقابلہ میں خروج کر رہے ہیں ان کے مراسلات جو اسی زمانے میں بندگانعالی کی خدمت میں وصول ہوے اس کی تائید کرتے تھے کہ خلاف رسم قدیم اور اپنے باپ کے طرز عمل کے خلاف انہوں نے مراسلات میں عرضی کی مد نکالکر مساویانہ طریقہ پر خطوط لکھ بھیجے اور ان قلعہ جات و پرگنوں کو جنہیں ان کے باپ حیدر علی خان کھو بیٹھے تھے۔ لوٹ لاٹ کر ویران کر دیا۔ دریائے شور کے زمینداران و رعایا کو معمولی حرکات و جرایم کے بہتان کے ساتھ ان کے ورثہ سے محروم کر کے علم ظلم بلند کر رکھا تھا اس پر بھی قانع نہ رہ کر غنیم (انگریزی کمپنی) کے مقبوضات پر طرح طرح کے خارج از تقریر و تحریر مظالم برپا کر کے اکثر قلعے بجبر حاصل کر لئے اور ہر طرف اپنی سلطانی کا شہرہ اور طنطنہ قایم کر دیا تھا اور برہمنان پونہ وغیرہ کو جس جگہ پاتے دستگیر کر کے مختون کر دیتے اور انگریزوں کو بندرگاہوں اور ان کے قلعوں میں سے قید و گرفتار کر کے آتش غضب میں جلا ڈالتے تھے ان مظالم کی اطلاع جب بندگانعالی کو دیگئی تو انہوں نے یہ نصیحت نامہ لکھا کہ "مابدولت اب تک تمھاری بے اعتدالی و شوخی سے چشم پوشی کرتے رہے

لہ تزک آصفیہ صفحہ (۳۳۰)

اور چونکہ تمہاری ہمت بلند ان عیسائیوں کے دفع کرنے اور غاصبوں کے خلاف کوشش میں مصروف رہی ہے ہم نے تمہاری مدد اور رعایت کو مقدم جانا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے مناسب یہ ہے کہ اپنے حرکات سے باز آکر راہ راست اختیار کرو ہم کو اُس عہد و پیمان کا پاس ہے جو ہمارے اور تمہارے والد کے مابین ہوا تھا انہوں نے تم کو ہماری حفظ و امانت میں سپرد کیا تھا اور ہم نے اپنی شمشیر خاص تمھیں مرحمت کی تھی اب بھی اگر اپنے حدود سے متجاوز نہ ہو تو حسب حال تمہاری رعایت کیجائیگی والا آنچہ خواستہ ایزدی است بظہور می رسد۔[1]" اس نصیحت نامہ کے بعد چندے انہوں نے ملک و مال سے دست تعدی کھینچ لیا لیکن پھر حسب سابق زیادتیاں شروع کیں مگر پنڈت پردھان کے سرداروں کے عرائض پر ٹیپو سلطان کے خلاف مرہٹوں سے اتحاد قایم کرنے کے لئے بندگانعالی ایت گیر (یادگیر) روانہ ہوئے ۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ (م ۱۸ مارچ ۱۷۸۴ء) کو بالاجی پنڈت عرف نانا پھڑنویس نے باریاب ہوکر اپنا عندیہ بیان کیا گفت و شنید کے بعد بوقت رخصت بندگانعالی نے اپنے دست مبارک سے شمشیر با قبضۂ مرصع و علی بند اور خنجر مرصع با علاقہ مکلل ان کی کمر میں لگایا جس پر پنڈت مذکور نے سروقد کھڑے ہوکر تسلیمات بجالائی ۔اور ایک اشرفی نذر گزرانی دوسرے روز پنڈت مذکور سوال جواب صلح نامہ کے تحت پھر حاضر دربار ہوئے ۔ ۷ جمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۲۹ مارچ ۱۷۸۴ء) کو خود بدولت ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے پنڈت مذکور نے

---

[1] ورک آصفیہ صفحہ (۳۳۲)

ایک کوس آگے آکر حضور کا استقبال کیا اور ان ڈیروں میں جو حضور ہی کے لئے نصب کئے گئے تھے
ان کو لیجا کر بٹھایا اور بہت سارے جواہر گراں بہا اور اقمشہ اعلیٰ نذر کئے۔ یہیں تکاجی ہولکر نے
بھی بندگانعالی سے ملاقات کی دفعات عہدنامہ کے طے ہونے کے بعد مرہٹہ سرداروں کی طرف
سے بندگانعالی کو پرتکلف دعوت دیگئی جس میں ۱۳ رجمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۴ر اپریل ۱۷۸۴ء) کو اعلیحضرت معہ
صاحبزادگان و امراء رونق افروز بزم ہوئے اور ۲۲ رجمادی الاول کو دریائے بھیما کے کنارے سے
نکل کر قلعہ ایت گیر کی سیر کی اور وہیں عسکر جنگ قلعدار کی نذر قبول فرمائی اور ان کو جواہر سے سرفراز
بھی فرمایا۔ اس کے بعد تکاجی ہولکر نے بندگانعالی کی ایک ضیافت علیحدہ کی۔ اس میں جن
مرہٹہ سرداروں پر بندگانعالی کی جانب سے سرفرازیاں ہوئی ہیں ان کی تفصیل شاہ تجلّی[1] نے
بتائی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل آٹھ نامور مرہٹہ سردار اس موقع پر موجود تھے
تکاجی ہولکر[1]۔ ناناپھڑنویس[2]۔ ہری رام پھڑکیہ[3]۔ کشن راؤبلال[4]۔ اپابلونت راؤ[5]۔ گوبند کشن پسر[6]
کشن راؤ۔ گوبند راؤ بھگونت[7]۔ بلونت راؤ نایب مودھاجی بھونسلہ[8]۔ بندگانعالی یہاں سے ۵ر رجب
۱۱۹۸ھ (م ۲۶ر مئی ۱۷۸۴ء) کو حیدرآباد واپس ہوئے۔ منازل واپسی میں بمقام دھنواڑہ
حضور کے ملاحظہ میں عہدنامۂ ایت گیر پیش ہوا جس پر ۶ر شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۵ر جون ۱۷۸۴ء)
کو خود بدولت نے دستخط کر کے تکمیل کر دی۔ یہ عہدنامہ عہدنامہ ایت گیر کے نام سے موسوم ہے
اس کی نقل ضمیمہ (ب) میں قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کی جائیگی۔

اسی سفر میں ایک مقام پر کسی آوارہ گرد درویش نے ہندوی قوم پر درشت کلامی کی

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ (۳۳۲)

فوج ہمرکاب ہیں بعض اس قوم کے افراد بھی تھے جن کو اس کی تلخ کلامی ناگوار گذری جس پر سپاہیوں میں خون ریزی ہوگئی اس واقعہ کی تفصیل ہم نے اپنی تصنیف "سوانح تیغ جنگ" میں بتلائی ہے آخر تیغ جنگ (شمس الملک امیر اول پائیگاہ خاص) کی فہمایش پر جھگڑا چکا اس واقعہ کے دوسرے روز سواری مبارک پالمور (معروف بہ محبوب نگر) پہنچی جہاں سے بمنازل طولانی طے مسافت کر کے ۱۲ شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۱۱ جون ۱۷۸۴ء) کو بدولت و اقبال داخل حیدرآباد ہوئے

انگریزی کمپنی کو جب یہ علم ہوا کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کے مابین کوئی باہمی سمجھوتہ ہو رہا ہے تو اس اتحاد کو اپنے اغراض کے خلاف تصور کیا اور مسٹر جانسن کو بحیثیت سفیر حیدرآباد روانہ کیا تاکہ اس باہمی اتحاد میں اگر کوئی امر انگریزی کمپنی کے مقاصد کے خلاف طے ہوا ہو تو اس کا دفع دخل ہو جائے اور یہ بھی ان کے شریک مصلحت ہو جائیں اس موقع پر انگریزی کمپنی کو نظام علی خان سے جنگ برپا کرنے کے لئے ایک حیلہ موجود تھا کہ بسالت جنگ کا انتقال ہو کر ایک عرصہ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے گنٹور کو بموجب معاہدہ ۱۱۸۱ھ انگریزی کمپنی کے سپرد نہیں کیا تھا اس لئے اس موقع پر اپنے سفیر کو بھیجنے میں مصلحت تھی کہ ان کو اپنے خلاف ہونے نہ دیں چنانچہ مسٹر جانسن حیدرآباد پہنچکر یکم شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۲۱ مئی ۱۷۸۴ء) کو حضور میں باریاب ہوئے اور منجانب شاہ انگلستان تحفے تحایف پیش کئے۔ وہ تقریباً دس مہینے حیدرآباد میں رہکر ۲ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ (م ۱۲ اپریل ۱۷۸۵ء) کو واپس ہوئے۔

قلعہ بادامی کا محاصرہ | ایمت گیر کے صلح نامہ کے بعد پیشوا نے ادھر اپنے سرداروں کے نام فوراً ہی فوج کے احکام دیئے اور ادھر نظام علی خان نے اس کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پونہ سے

پیشوا ٹیپو سلطان کی حدود کی طرف بڑھے اور نظام علی خاں بھی ۲۳ محرم سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۶ نومبر ۱۷۸۵ء) کو جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کی غرض سے حیدرآباد سے نکل کر عیدگاہ جدید کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ ان ایام میں تیغ جنگ کے فرزند کی تسمیہ خوانی ہو رہی تھی جس کی تکمیل یہیں کر کے ۸ صفر (م ۱۱ دسمبر) کو آگے بڑھے اور منزل بمنزل اودگیر سے ہوتے ہوئے ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۳ اپریل ۱۷۸۶ء) کو قلعہ بادامی کے محاصرے میں مرہٹہ سرداروں کے شریک ہو گئے۔ محاصرہ کا دوران بڑھنے لگا تو نظام علی خاں اپنی طرف سے شرف الملک رفعت الملک، حشمت جنگ، راجہ تیج سنگھ، کنور جودھ سنگھ، کنور بیجے سنگھ، کنور نرندر سنگھ، رستم راؤ باندھرہ، محمد لودھی خاں، سوائی خاں، داؤد خاں وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ محاصرہ پر چھوڑ کر خود آپ بلدہ حیدرآباد واپس ہوئے جہاں ۱۹ رجب سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۸ مئی ۱۷۸۶ء) کو پہنچے۔

قلعہ ادھونی کا محاصرہ

قلعہ بادامی کا محاصرہ حسب بیان نشان حیدری[1] تو مہینے رہا آخر برضامندی قلعہ دار اس پر قبضہ ہوا جس کے بعد متحدین کے سرداروں نے قلعہ دھارواڑ، جالی ہلی، گجندر گڈھ، نول کنڈہ، رگوندہ وغیرہ پر بھی قبضہ حاصل کر لیا۔ جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ملی اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس نواح کے زمیندار اور پالیگار متحدین سے متفق ہو گئے ہیں تو اس سمت پیش قدمی کرنے سے باز رہکر انھوں نے اپنی فوج جرار کے ساتھ قلعہ ادھونی کا رُخ اختیار کیا یہ قلعہ بسالت جنگ کے فرزند مہابت جنگ کے زیر تصرف تھا جو نظام علی خاں کے بھتیجے (فرزند بسالت جنگ) بھی تھے اور داماد بھی۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کے پاس اپنے

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۴۲

دیوان اسد علی خان کو روانہ کیا تاکہ ان کا عندیہ معلوم کرے اور اگر ممکن ہو تو مناسب شرائط کے ساتھ ان سے مصالحت کی بنا قایم کرے لیکن ٹیپو سلطان نے کسی شرط صلح پر رضامندی کے اظہار کے عوض ان سے کہا کہ نظام علی خان کی مخالفت کی وجہ سے وہ اس قلعہ (ادھونی) پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر مہابت جنگ خود ٹیپو سلطان کے ساتھ متفق ہو کر باہمی صلح کرلیں تو پھر ان کو ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ لیکن مہابت جنگ نے اس کو تسلیم نہ کیا اور متحصن ہو گئے ٹیپو سلطان نے قلعہ ادھونی کا محاصرہ کرلیا اس کی اطلاع نظام علی خان کو ملتے ہی انھوں نے تیغ جنگ اور ارسطو جاہ کو اپنے بھائی ہمایوں جاہ (میر مغل علی خان) کی رکاب میں ٹیپو سلطان کے مقابلے کے لئے ادھونی روانہ کیا۔ ہر دو امیر ہمایوں جاہ کی رکاب میں غرۂ شعبان ۱۲۰۰ھ (م ۲۰ مئی ۱۷۸۶ء) کو حیدر آباد سے نکل کر کوچ ہائے طولانی مضافات ادھونی میں پہنچے اس خبر کے سنتے ہی ٹیپو سلطان محاصرہ چھوڑ کر شاہ ڈونگر کی پہاڑی پر جا ٹھیرے اور اس تازہ دم سرکار عالی کی فوج پر چھاپے مارنے لگے۔ دو ایک خفیف مقابلے بھی ہوئے جس میں سے ایک میں نظام علی خان کی افواج کو کامیابی ہوئی آخر ارسطو جاہ و تیغ جنگ نے مہابت جنگ کو ان کے زنانے اور خاص خاص متعلقین کے ساتھ قلعہ ادھونی سے نکال کر معقول بدرقہ اور فوج کے ہمراہ رائچور روانہ کردیا۔ قلعہ مذکور کو خالی پاکر ٹیپو سلطان کی افواج نے اس پر قبضہ کرلیا۔

اس اثناء میں بعض بداندیشوں نے یہ افواہ اڑائی کہ مہابت جنگ کے دریائے کرشنا پار ہوتے وقت ٹیپو سلطان نے اپنی بے شمار فوج کے ساتھ حملہ کردیا جس سے

پریشان ہوکر تیغ جنگ و ارسطوجاہ میدان جنگ سے سراسیمہ نکل گئے۔ حالانکہ یہ دونوں
امراء مہابت جنگ کو دریا پار کر کے آپ ہری رام پھڑکیہ کے ساتھ کپل بہادر بنڈہ
روانہ ہوئے تھے نظام علی خان نے اس خبر سے پریشان ہوکر ان ہردو امرا کو لکھا کہ اپنے
چند سرداروں کو مرہٹہ فوج کی کمک کے لئے چھوڑ کر جلد تر حاضر خدمت ہوجائیں جس پر
انہوں نے شرف الملک، اعتقاد الدولہ، رفعت الملک، سردار الدولہ، رائے بہار امل،
جمنا راجہ وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا اور آپ خود واپس ہوکر ۳ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۸ اگست ۱۷۸۶ء) کو حاضر حضور ہوئے۔

قلعہ شاہ نور پر متحدین کا حملہ

ہری رام پھڑکیہ اور افواج سرکار عالی نے بہادر بنڈہ پہنچ کر اس کا محاصرہ
کر لیا اور تین چار ہی دن میں اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ چاہتے تھے کہ کپل کے قلعہ
کو بھی فتح کریں لیکن ٹیپو سلطان نے ادھونی سے سیدھا اسی طرف کا رخ اختیار کیا اور قریب
پہنچ کر متحدہ افواج پر شبخون مارا چونکہ اطراف پہاڑیاں تھیں اس لئے افواج سرکار عالی اور
مرہٹہ کو نقصان پہنچا۔ جہاں سے متحدہ فوجیں آگے بڑھ گئیں اور قلعہ شاہ نور پر حملے کا ارادہ
کیا اس نوبت پر راجہ ہولکر بھی تیس ہزار سوار کے ساتھ متحدین سے آملے تھے یہاں کا
قلعدار حلیم خان (ٹیپو سلطان کا بہنوئی) افواج متحدہ سے مل گیا تھا لیکن ٹیپو سلطان نے
سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ایک دم تاخت کر کے چوبیس گھنٹے ہی میں اس قلعہ پر قبضہ کر لیا
اب ہری رام پھڑکیہ نے سرینگ پٹن پر حملے کا ارادہ کیا ٹیپو سلطان بھی ان افواج متحدہ کے
پیچھے پیچھے دو تین کوس فاصلے پر ساتھ رہے اور موقع بموقع حملے کرتے رہے پیچھے سے

آگے نکل کر غنیم کو روکنے کے لئے کوئی مناسب راستہ یا موقع ٹیپو سلطان کو نہ ملا یہاں تک کہ
ایک پہاڑیوں سے گھرے ہوئے تنگ مقام میں متحدین کی افواج پہنچیں یہاں جاسوسوں
نے خبر پہنچائی کہ اس مقام پر ٹیپو سلطان نے افواج متحدہ پر شبخون مارنے کی تیاری کر لی ہے
اس اطلاع پر یہاں سے جلد تر نکل جانے کی تجویز ہوئی لیکن آگے بڑھتے بڑھتے رات ہو گئی
آخر ٹیپو سلطان نے حملہ کر دیا۔ بہزار خرابی افواج متحدہ اس تنگ و تاریک مقام سے نکلیں
بہت سارا مال و متاع ٹیپو سلطان کو غنیمت میں ملا جب یہاں سے نکل کر متحدہ فوجیں بہادر بنڈہ
کے قریب پہنچیں تو ٹیپو سلطان نے نہایت تیزی سے اس قلعہ پر قبضہ کر کے گولہ باری شروع
کر دی۔ اس کے بعد جب ٹیپو سلطان کو ہری رام پھڑکیہ کے عزم مصمم کی خبر ملی کہ وہ سرینگاپٹن
پر حملہ کرنے کو بڑھ رہا ہے تو انہوں نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی آخر ہر سال پینسٹھ لاکھ روپے
بطریق چوتھ ادا کرنے پر صلح ہوئی جس کے بعد تمام فوجیں اپنے اپنے مقام و مرکز کو واپس ہوئیں

تنخواہ جاگیر کے بست احکام

جس عہد کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس میں تنخواہ جاگیر سے جو لوگ
سرفراز ہوتے تھے ان کا فریضہ تھا کہ جتنے جوانان و سوار کی عہدہ داری کے عوض ان کو
تنخواہ جاگیر ملی ہو اتنے جوانوں اور سواروں کا ہمیشہ ملازم رکھنا اور ان کی تنخواہ اس جاگیر سے
ادا کرنا ان پر لازم تھا لیکن اکثر عہدہ داروں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ وقت ضرورت
مقررہ سوار و جوانوں کو مامور کر لیتے اور بعد رفع ضرورت ان کو برطرف کر دیتے تھے اس طرح
اپنی جاگیر سے ایک معتد بہ حصہ محاصل بچا لیتے تھے۔ ارسطو جاہ جب دیوان ہوئے تو انہوں
نے اس کی ممانعت میں تاکیدی احکام جاری کئے آخر جنگ مذکور سے فراغت پانے کے بعد

انہوں نے ایسے عہدہ داروں اور جاگیرداروں کو حکم دیا کہ اب تک جو کچھ بچت اس طرح
کر لی گئی ہے اس سے درگزر کیجاتی ہے سال رواں کی بابت جو کچھ بچت ہوی ہو داخل
سرکار کردیجائے اور آیندہ مقررہ تعداد ملازمین کی مامور رکھی جائے اس حکم سے موہن راؤ
نیکلیہ (جاگیردار رود رور) نے انحراف کیا تو ۱۲۰۲ھ میں اس کی جاگیر ضبطی کے احکام جاری
کئے گئے جس پر وہ اپنے علاقہ میں فوج کثیر فراہم کر کے آمادۂ پیکار ہو گیا اور اطراف کے علاقۂ
سرکاری پر دست بُرد شروع کردی نظام علی خان نے اس کی تادیب وسرکوبی کے لئے
قلعدار او دگیر سزاوار الدولہ اور راجہ بہارامل کو مامور کیا۔ موہن راؤ نیکلیہ نے تاب مقاومت
نہ لاکر راہ فرار اختیار کی اور قلعہ رود رور پر سرکار عالی کا قبضہ ہو گیا۔

۱۲۰۲ھ ہی میں سرکار املگیندل و ورنگل و میدک وغیرہ بعنوان تعہد راجنا دیسکھ
کے سپرد کئے گئے تھے زمیندار جنپور (جو قوم بلیہ سے تھا) ایلگندل کے تحت تھا اس نے راجنا
دیسکھ کے احکام کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ اس کے ساتھ بداخلاقی سے بھی پیش آیا جس
پر دیسکھ نے بندگانعالی سے اس کی تنبیہ کے لئے اجازت اور مدد چاہی خود بدولت نے
راجہ بہارامل تیجونت بہادر کو اُس کی کمک پر نامزد کیا دیسکھ مذکور اور راجہ بہارامل نے
متفقاً اس پر حملہ کر کے اس کے قلعہ کی بیرونی فصیل پر قبضہ کر لیا جس کے پاس ہی آب
نوشیدنی کے چشمے تھے ان چشموں کے قبضہ سے نکل جانے کی وجہ سے راجہ جنپور اور تمام
قلعہ والے پریشان ہو کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ راجہ بہارامل اور راجنا دیسکھ نے قلعہ پر قبضہ کر کے شرائط
پیش کردہ کو منظوری کی خاطر بندگانعالی کے ملاحظہ میں روانہ فرمایا۔ اسطجاہ کی تحریک پر اعلیحضرت نے یہ حکم دیا
کہ راجہ جنپور کو طلب کر کے قلعہ محمد نگر میں قید کردیا جائے۔

سفارت جان کناوے

کمپنی نے اپنی طرف سے کپتان جان کناوے کو سفیر بنا کر حیدرآباد روانہ کیا وہ یہاں پہنچ کر ۲۹ر شعبان ۱۲۰۲ھ (م ۲ر اگست ۱۷۸۸ء) کو حاضر دربار ہوئے اور کمپنی کی طرف سے تحایف نذر گزرانے اس سفارت کی غرض یہ تھی کہ انگریزی کمپنی کی پیشکش کے بقایا کا تصفیہ کیا جائے اور سرکار گنٹور کو حسب معاہدہ سابقہ کمپنی کے قبضہ میں دیدیا جائے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۹۳ھ (م ۱۷۷۹ء) میں انگریزی کمپنی نے جو معاہدہ بسالت جنگ سے کیا تھا وہ نظام علی خان کی بغیر اطلاع ہوا تھا اسی وجہ سے انہوں نے خیال کیا کہ ۱۱۸۱ھ (م ۱۸۶۷ء) کا عہدنامہ فسخ و منسوخ ہو گیا جب ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۱ء) میں بسالت جنگ نے وفات پائی اور انگریزوں نے بروئے عہدنامہ ۱۱۸۱ھ سرکار گنٹور پر قبضہ کرنا چاہا تو عہدہ داران نظام نے ۱۷۶۷ء کے عہدنامہ کے انفساخ کے تصور پر ان کی مزاحمت کی جس کے رفع کرنے اور اُس پیشکش کے بقایا کی نسبت جو کمپنی پر واجب الادا تھی کوئی سمجھوتہ کرنے کی غرض سے جان کناوے مامور ہوئے تھے۔ ان کے حاضر دربار ہونے کے بعد نظام علی خان نے گنٹور پر قبضہ دیدینے کا حکم دیدیا لیکن بقایا پیشکش کے تصفیہ کا انحصار گورنر جنرل کی رائے پر منحصر رکھا گیا جس کے لئے ریاست حیدرآباد سے میر ابوالقاسم (میر عالم) کو بہ حیثیت سفیر چند امراء اور منصبداروں کے ساتھ کلکتہ روانہ کیا گیا۔ ان کی جو کچھ آؤ بھگت وہاں ہوئی

اس کا تفصیلی ذکر ہم نے اپنی تصنیف 'میر عالم' میں کیا ہے صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میر عالم کو سفارت کلکتہ پر روانہ کیا گیا اسی زمانہ میں حافظ فرید الدین خان کو ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کیا گیا۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جان کناوے کی سفارت پر یہ لازم تصور کیا گیا کہ ٹیپو سلطان سے کوئی مفاہمت ہو جائے کہ پیش پا افتادہ معاملات میں اگر کمپنی کے ساتھ کوئی سوء فہمی پیدا ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں ان سے کمک حاصل ہو سکے

میر عالم کی سفارت میں جو مسایل طے ہوئے اس کا اظہار ارل کورنوالس نے اپنے ایک خط مورخہ ۷ جولائی ۱۷۸۹ء موسومہ نظام علی خان میں کیا ہے جو عہد نامہ کی حیثیت سے سی یو ایچی سن نے اپنے مجموعہ عہد نامہ جات میں شایع کیا ہے اس کا ترجمہ بطور خلاصہ یہاں لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کے عہد نامہ کے مطابق نہ نظام نے سرکار گنٹور کو کمپنی کے تفویض کیا اور نہ کمپنی نے ان کو پیشکش، نظام چونکہ ان دنوں اہم امور میں مصروف تھے۔ اس لئے کمپنی نے اس معاملہ میں نہ کوئی تحریک کی اور نہ کوئی پیروی جب وہ ان امور سے فارغ ہو چکے تو رزیڈنٹ (جان کناوے) کو بھیجا گیا کہ سرکار گنٹور کی تفویض کے متعلق وہ نظام سے عرض کریں اور سرکاران شمالی کی پیشکش کی بابت نظام کو اطمینان اور یقین دلائیں کہ کمپنی نظام کو پیش کش کا واجبی بقایا ادا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور آیندہ بھی بروقت ادا کرتی رہیگی جب نظام نے سپردگی گنٹور کا حکم جاری فرما کر دوستی و خیر اندیشی کا ثبوت دیا ہے تو کمپنی بھی ان سے مراسم مرعی رکھے گی۔

"ہم نے ان مضامین عہد نامہ پر جن کے معانی مبہم اور مطالب صاف نہ تھے میر ابوالقاسم (میر عالم) سے گفتگو کی (پیشکش کی) ادائی بقایا ر کی ضمانت داخل کرنے اور سرکاران شمالی کے ایک حصہ کو مکفول کرنے سے میرا انکار اس لئے واجبی تھا کہ انگریزوں کی راستبازی اور قول و قرار کی پابندی ہی خود اس کی ضامن ہے۔"

نظام علی خان نے تجدید عہد نامہ کی خواہش کی تھی اس کے متعلق ارل کورنوالس نے اسی خط میں یہ لکھا کہ میں نے اکثر مواقع پر کپتان کناوے کی معرفت اور میر ابوالقاسم کی زبانی بھی کہلا بھیجا ہے اور آغاز تحریر میں بھی یہی درج کیا ہے کہ عہد نامہ ۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کی تعمیل ہو اور ہمیشہ آپ سے دوستی و اتحاد قایم رہے اور آپ کو بھی میرے بیان سے اور پیچیدہ شرایط معاہدہ کی صراحت سے یہ یقین ہوا ہوگا کہ میں صدق و صفا کی بنیاد پر ہر ایک امر کا تصفیہ کرتا ہوں مگر یہاں مجھ کو بہ اعتبار مباحثہ میر ابوالقاسم یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب تک کوئی معقول وجہ عہد نامہ کی تجدید کی نہ ہو اس وقت تک ہمارے ملک کے آئین اور انگلستان کے بادشاہ اور کمپنی کے احکام اور نیز قوم انگریزی کی ایمان و حرمت مانع تجدید عہد نامہ ہیں اس لئے تبدیل یا تجدید عہد نامہ مذکور کو میں نے قبول نہیں کیا اگرچہ عہد نامہ کی تجدید کو منظور نہیں کیا گیا تاہم آپ میرے اس اقتدار کے لحاظ سے جو شاہ انگلستان اور انگریزی پارلیمنٹ نے مجھ کو عنایت کیا ہے میری اسی تحریر کو مثل عہد نامہ تصور فرمائیں کیونکہ یہ خط منظورۂ کونسل ہے اور اس سے زیادہ تصریح کے لئے آپ میر ابوالقاسم سے دریافت کریں جن کو میں نے اس تمام گفت و شنید میں آپ کا وفادار صادق اور باخبر و

خیر خواہ ملازم معتبر و معتمد تصور کیا ہے۔

میر عالم کلکتہ سے یہ خط اور بقایا پیشکش کے منجملہ نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو پینسٹھ روپے گیارہ آنے کی تین ہنڈویاں اور قیمتی جواہر و تحایف کے ساتھ ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۰۳ ہجری (۲۲ فبروری ۱۷۸۹ء) کو حیدرآباد داخل ہوئے اور بار یاب حضور ہو کر نذر پیش کی اور تحفے گزرانے

سنہ ۱۲۰۳ ہجری کا جشن سالگرہ

نظام علی خان نے قلعہ گولکنڈہ میں ایک نیا مکان[1] تعمیر کرایا تھا اس زمانے میں اسی میں فروکش تھے چنانچہ میر عالم کی نذر بندگانعالی نے اسی مکان میں لی۔ نئے مکان کی گھر بھرائی کی تقریب میں یہاں ایک مینا بازار قایم کیا گیا جس میں اقسام کے نفایس و جواہر، ہاتھی گھوڑے بغرض خرید و فروخت مہیا کئے گئے تھے چھوٹے بڑے امیر امراء اور خود بدولت اس میں حصہ لیتے رہے انہیں دنوں میں ایک پالتو بندر نے بندگانعالی کا ہاتھ کاٹ لیا۔ یہ زخم ایک مہینہ تک رستا رہا اس کے اندمال کے بعد غسل صحت و سالگرہ کے جشن کی تیاری شروع ہوئی جس کا تمام اہتمام ارسطو جاہ کے تفویض کیا گیا تھا ابھی جشن شروع ہونے نہ پایا تھا کہ سر دربار ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا وہ یہ کہ ارسطو جاہ ہی کے علاقہ کے ایک جمعدار مسمی حیدر علی بیگ کی جاگیر عرصہ سے ضبط تھی قرض بڑھ گیا تھا وہ قرضخواہوں کے تقاضہ سے تنگ آرہا تھا اور سپاہی اپنی اپنی تنخواہوں کے وصول پانے کے لئے علحدہ دق کر رہے تھے آخر عید الفطر کی نذر پیش کرنے کے حیلے اپنے ہمراہیوں کو لیکر حاضر دربار ہوا اور بندگانعالی کے آگے بڑھ کر ہمراہیوں کو نذر کے لئے پیش کرتے کرتے

---

[1] یہ مکان قلعہ گولکنڈہ کا مشہور موتی محل ہے جو اب تک علی حالہ قائم ہے۔

اپنی کٹار نکال لی اور ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا کہ "حضور یا تو مجھے اس کٹار سے ذبح کر دیں یا مقدمۂ جاگیر و تنخواہ سپاہ کا فیصلہ فرمائیں" ارسطوجاہ درمیان آ کر کٹار چھیننے لگے اس کشمکش میں اُن کا ہاتھ زخمی ہو گیا خون بہتا دیکھ کر اُن کے ہواخواہ جمعدار اور اس کے ہمراہیوں پر ٹوٹ پڑے ہنگامہ میں جمعدار معہ چند ہمراہیوں کے قتل ہو گیا اور بعض جوان زخمی ہو گئے۔ ارسطو جاہ کا زخم مندمل ہونے تک جشن سالگرہ ملتوی ہو گیا آخر اوایل ماہ ذیقعدہ میں بڑی دھوم سے جشن منایا گیا اس تقریب کے لئے پانچ لاکھ روپے کی منظوری ہوئی تھی۔ ارسطوجاہ نے ایک لاکھ کئی ہزار سانچے موتیوں سے تیار کیا ہوا ملبوس خاص بندگانعالی کی نذر کیا اسی جشن میں صاحب توزک آصفیہ نے ایک اردو قصیدہ پیش کیا جس کا ہر ایک مصرع مادۂ تاریخ تھا افسوس ہے کہ یہ کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا۔

سفارت منجانب ٹیپو سلطان

قبل ازیں ریاست حیدرآباد سے حافظ فریدالدین خان بہ حیثیت سفیر ٹیپو سلطان کے پاس قیام اتحاد کی غرض سے روانہ کئے گئے تھے وہ ۱۲۰۴ھ میں سرینگ پٹن سے واپس آئے۔ ان کے ہمراہ ٹیپو سلطان کے ایلچی محمد غیاث و قطب الدین خان و علی رضا خان ٹیپو سلطان کے خط اور تحایف لیکر آئے اور باریاب حضور ہوئے نظام علی خان چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے بھی اتحاد قایم کریں اور ٹیپو سلطان بھی اس تخیل سے متفق تھے لیکن اس خیال سے کہ باہمی تعلقات میں مزید استحکام ہو انہوں نے نظام علی خان کے ساتھ سمدھاوے کے رشتۂ اتحاد کے قیام کی تحریک کی معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت برسر دربار سفیروں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو نظام علی خان کے چہرے سے رضامندی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جن کو ٹیپو سلطان کے اُن مخالفین نے جو حاضر دربار تھے محسوس کر کے محل میں اس کی اطلاع کرادی اور ٹیپو سلطان کی غیر واقعی برائیوں کو بھی گوش گزار کرادیا جس پر محل میں ایک بے چینی پیدا ہوگئی اور قبل اس کے کہ سفرائے ٹیپو سلطان کو کوئی تشفی بخش جواب دیتے نظام علی خان کو محل میں جانا پڑا۔ جہاں محلات نے ٹیپو سلطان کی سنی سنائی برائیوں کو دہرا کر اس رشتہ سے ناراضی ظاہر کردی جس سے بندگانعالی سخت متاثر ہوگئے اور باہر آکر اس پیغام کو اس امر کے اظہار کے ساتھ کہ وہ ایک

ادنیٰ نایک بچے کے ساتھ قرابت قایم نہیں کر سکتے مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی نظام علی خان نے اپنے ان ممالک کے قبض و تصرف کا سوال پیش کر دیا جن پر ٹیپو سلطان متصرف تھے۔ اس انکار سے انگریزی کمپنی کا بڑا فایدہ ہوا۔ اس واسطے کہ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ دکن ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا کوئی رئیس اپنے نواحی رئیس سے متحد رہے تاکہ ہر دو کی باہمی مخالفت سے فریق ثالث (انگریزی کمپنی) کو اس کا فایدہ حاصل ہو

اس سفارت کے جواب میں ارل کورنوالس کے ایک خط موسومہ میر عالم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے ایلچیوں کے ذریعے کسی اقرار نامہ کی تجدید کا مسئلہ بندگانعالی کے حضور میں پیش ہوا مگر ان سفیروں کے کلام کے شاق گزرنے سے ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوی جب ٹیپو سلطان کے سفیروں کو یہ معلوم ہوا کہ بندگانعالی بہ نفس نفیس ٹیپو سلطان سے جنگ اور اپنے مقبوضات کو حاصل کرنے کے ارادے سے نکل رہے ہیں تو انہوں نے موید جنگ کے ذریعے اس امر کا اقرار کیا کہ قلعہ گتی سے سرحد قلعہ سرا تک وہ تمام سرکار اور پرگنے جو تنخواہ و سپاہ کے عوض میں ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پیشتر سے ان کے تصرف میں تھے حضور بندگانعالی کو تفویض کر دیں گے۔ اور اس غرض کے لئے جلد تر اپنے ملک کی طرف واپس جانے کی اجازت مانگی جس پر ان سفیروں کو جاگیر و منصب کی توقع دلائی گئی اور اجازت واپسی دیدی گئی وہ موید جنگ کے ہمراہ واپس روانہ ہوئے تاکہ ٹیپو سلطان سے حکم حاصل کر کے اس علاقہ کا قبضہ ان کو دلا دیں۔

علاقہ میسور کی طرف پیش قدمی کرنے کی غرض سے نظام علی خان معہ فوج و خدم و حشم حیدرآباد سے غرۂ رجب ۱۲۰۴ھ (۱۷ مارچ ۱۷۹۰ء) کو نکلے اور گوڑ دھنداس کے باغ میں قیام فرمایا۔ سفرائے ٹیپو سلطان کے جانے کے بعد ان کے قول و قرار کے نتیجہ سے آگاہی پانے تک بندگانعالی کو یہیں ٹھیرنا پڑا۔ دوران قیام میں ہر روز پائیگاہ کی گارڈیوں کی فوج کا تماشا ملاحظہ فرماتے رہے آخر ایک مہینہ کے بعد جب یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کا سفیر قطب الدین خان گتی پہنچ کر اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا تو بندگانعالی گوڑ دھنداس کے باغ سے نکل کر دریائے کرشنا کی سمت راہی ہوئے۔

معاہدۂ نظام علی خان و کمپنی انگریزی

جس زمانے میں ٹیپو سلطان کے سفیر حیدرآباد آئے انگریزی کمپنی کے وکیل جان کناوی بھی یہاں تھے اور چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان کے خلاف نظام علی خان کے ساتھ کوئی معاہدہ تکمیل پائے ٹیپو سلطان سے انگریزوں کی مخالفت کے جملہ وجوہ میں ایک وجہ یہ تھی کہ وہ انگریزوں کی مخالف قوم فرانسیسیوں کے ساتھ متفق تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اثر و قوت کے تحت اطراف کے راجاؤں اور زمینداروں پر حکمران بنکر اپنے دایرہ حکومت کو وسیع کر رہے تھے جس سے انگریزی کمپنی کے مقاصد متاثر ہو رہے تھے تیسری وجہ جو ان دونوں سے پیدا ہوئی اور سب سے زیادہ اہم اور منفعت بخش یہ تھی کہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۲ء) میں انگریزوں نے میسور کے معزول راجہ کی بیوی کے نام سے ترمل راؤ[1] کے ساتھ ایک معاہدہ[2] کیا تھا جس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ انگریزی کمپنی ٹیپو سلطان سے ملک حاصل کر کے رانی یا اس کے متبنیٰ کو گدی نشین کرادے۔ اس مقابلہ میں جب انگریزی فوج ٹیپو سلطان کو کو میسور اور اس کے مضافات سے نکال دیگی تو رانی کی طرف سے تین لاکھ پگوڈا کمپنی کو

---

[1] یہ ایک برہمن اور میسور کی رانی کا وکیل تھا رانی میسور میں ٹیپو سلطان کے زیر نگرانی تھی اور اس کا وکیل ترمل راؤ مدراس کے پاس رہتا تھا مدوّن مجموعہ عہدنامجات مسٹر ایچی سن کو اس امر کا اقرار ہے کہ اس عہدنامہ کی تکمیل کی کوئی اطلاع رانی صاحبہ میسور کو نہیں تھی۔

[2] ایچی سن جلد (۹) طبع ۱۹۲۹ء صفحہ (۲۲۴)۔

دئے جائیں گے اور جب انگریزی فوج بالا گھاٹ پر چڑھائی کر کے بورم پر قابض ہو جائیگی
تو مزید ایک لاکھ پگوڈا دئے جائیں گے۔ اور جب میسور فتح ہو کر رانی یا اس کے متبنیٰ کو دیدیا
جائے گا تو اور ایک لاکھ پگوڈا کمپنی کو دئے جائیں گے۔ اور جب سرینگ پٹن فتح ہو جائیگا
تو اور پانچ لاکھ پگوڈا دیئے جائیں گے اس کے بعد جس روز رانی یا اس کا متبنیٰ سرینگ پٹن
میں گدی نشین ہو گا اسی دن پانچ لاکھ پگوڈا اور کمپنی کو دیئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد سے
ہر سال پانچ لاکھ پگوڈا کمپنی کو دیا جایا کرے گا جس کے عوض کمپنی نے حفاظت میسور اور
فوج کے قیام کی ذمہ داری اپنے پر لے لی۔ اس معاہدہ کے تحت جو مفاد انگریزی کمپنی
کو حاصل ہو سکتے تھے ان کے حصول کی بہت جلدی تھی انہوں نے دوسرے رؤسا کو بھی
ٹیپو سلطان کی شکست و بربادی میں اپنا شریک بنانے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کو کام میں لایا۔

ٹیپو سلطان کے سفیروں کے حیدرآباد آنے کے بعد غالباً انگریزی کمپنی کے ہوا خواہوں
کی سرگرمیاں بڑھ گئیں جن کی تائید سے انگریزی کمپنی کو کامیابی ہو گئی۔ چنانچہ ایک معاہدہ
نظام علی خان، پیشوا اور انگریزی کمپنی کے مابین طے ہوا جس کے دفعات کے مطالعہ سے
یہی معلوم ہوتا ہے کہ محض ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے مقبوضات کے
تقسیم کر لینے کی نسبت طے پایا ہے۔ یہ سی یو ایچی سن کے مجموعۂ عہدنامہ جات میں موجود نہیں ہے
لیکن اس کا ایک اصل مخطوطہ اور ایک مسودہ ہمارے دیکھنے میں آیا ہے جس کو نقل کرنا
یہاں بے محل نہ ہو گا۔

"قول و قرار دوستی اتحاد برائے دفع دشمن یعنے ٹیپو سلطان فیمابین سرکار کمپنی انگریز

سرکار نواب مستطاب معلی القاب نواب آصفجاه بہادر صوبہ دار ملک دکن و سرکار پیشوا سوائی
مادھو راؤ نراین پنڈت پردھان بہادر معرفت احترام الدولہ کپتان جان کنوی بہادر دلاور جنگ
بموجب اختیار و اقتدار کہ از طرف گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر کہ برائے انصرام و
انتظام جمیع امور در تمام بنادر ہندوستان متعلقہ کمپنی انگریز بہادر از جانب بادشاہ جم جاہ
و پارل منٹ گریٹ برٹن ماموراند بہ بہادر موصوف مفوض گشتہ بموجب دفعات ذیل
بعمل آمد ہر سہ سرکار بر آن ثابت و مستقل خواہند بود و شرائط مندرجہ آن بلا تفاوت از ہر سہ
سرکار بعمل خواہد آمد۔

دفعہ اول - ہر سہ عہدنامہ ہائے سابق کہ از صلابت جنگ مرحوم معرفت کرنل فورڈ
در ۱۷۵۹ء و از نواب معلی القاب نواب آصفجاہ بہادر معرفت جنرل کلیو در ۱۷۶۶ء و معرفت
کارپردازان چینا پٹن در ۱۷۶۸ء تحریر یافتہ و مکاتبہ گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر مرقومہ
ہفتم ماہ جولائی ۱۷۸۹ء کہ بجائے عہدنامہ چہارم است بحال و برقرار مگر آن دفعات کہ از
روئے عہدنامہ حال بوجہ دیگر انتظام یافتہ باعث دوستی دایمی نسلاً بعد نسلٍ فیما بین ہر یک
از طرفین و قایم مقام طرفین بموجب عہدنامہ ہائے سابق بحال و برقرار۔

دفعہ دویم ٹیپو با ہر سہ سرکار با وجودیکہ عہد داشت نقض عہد با ہر سہ سرکار نمود
ازین سبب این ہر سہ سرداران متفق شدہ عزم نمودہ حتی المقدور تنبیہ او بعمل آرند کہ آیندہ
برائے بدعہدی کردن در طاقت نتواند ماند و چون ہر سہ سرکار در این مہم شریک اند ملکے
کہ ازین مہم بتصرف در آید مع آمدنی آن از وقت تصرف تا ختم این مہم و فاین معتد بہ میان کمپنی

و نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان کہ پنڈت معزبرائے شرکت درین مہم و مامور کردن فوجے معقول اقرار نمودہ اند سہ حصہ مساوی مناسب سرحد ملک ہر یک تقسیم خواہد یافت مگر تعلقات پالیگران مرقومہ دفعہ دہم از عہدنامہ فیمابین کمپنی و راؤ پنڈت پردھان کہ معرفت مسٹر مالٹ قرار یافتہ و بحضور معلی القاب فرستادہ شدہ و بازازین جارفتہ اگر بمصلحت شرکاء داخل تقسیم نباشند مستثنی از ملک متصرفہ مذکورہ است افواج نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان در ملک ٹیپو داخل شدہ شروع بجنگ و تسخیر خواہند کرد اگر پیش از آن انگریز ملک از ٹیپو خلاص کنانند در آں حصہ ہر دو سردار نیست ۔

دفعہ سیوم ۔ بوکلاء ہر سہ شرکاء برائے حاضر بودن پیش افواج ہر سہ کہ بر سر این مہم باشند پروانگی شود و نظر براین کہ شرکاء را موافقت و اتحاد دلی ہمدیگر ہمیشہ بحال و برقرار ماند قرار یافتہ کہ در صورتے کہ فیمابین دو شریک تکرارے بمیان آید شریک سیوم کفیل باشد کہ فیمابین ہر دو شریک واسطہ شدہ حتی المقدور سعی و کوشش نماید کہ تکرار مذکور از روئے واجبی بر سبیل درستی رفع سازد ۔

دفعہ چہارم ۔ ہیچ کس از شرکاء ہیچ سوال و جواب علیحدہ با ٹیپو نماید بلکہ ہر چہ پیغامے از طرف ٹیپو پیش کسے بیاید آن کس اطلاع بدیگران بدہد و مصالحہ با ٹیپو بے استرضائے ہر شرکاء بعمل نیاید ۔

دفعہ پنجم اگر ٹیپو بعد مصالحہ بملک قدیم یا جدید از سرکار کمپنی یا سرکار نواب معلی القاب یا سرکار راؤ پنڈت پردھان مصدر خلل و فساد گردد یعنے ہرگاہ ابتدائے خلل و فساد از طرف

ٹیپو باشد ہر یک از شرکاء حفاظت و حراست ملک ہمدیگر از اذیت و بدعت او کفیل خواہد بود در خواست اخراجات حفاظت از ہمدیگر نخواہند نمود۔

دفعہ ششم۔ تعلقات مقبوضہ و متصرفہ ہر سہ سرکار و مقبوضہ و متصرفۂ رفقاء و متوسلان ہر سہ سرکار کہ ہر یک از شرکاء بموجب دفعہ صدر کفیل حفاظت تعلقات مذکورہ خواہند بود اسامی آن تعلقات بعد انجام مہم مفصل نوشتہ شود۔

دفعہ ہفتم۔ این عہدنامہ کہ مشتمل بر ہفت دفعات است نواب معلی القاب نزد راؤ پنڈت پردھان و دلاور جنگ نزد مسٹر مالٹ برائے اطلاع ہر دو معز خواہند فرستاد بعد از آن دو قطعہ مزین بمہر و دستخط نواب معلی القاب پیش گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر فرستادہ شود گورنر جنرل موصوف در عرصۂ چہل و پنج روز یک قطعہ را مہر و دستخط خود کردہ پیش دلاور جنگ بہادر واپس خواہند فرستاد کہ بہادر موصوف تفویض نواب آصفجاہ خواہند نمود و قطعہ دویم را در دفتر کمپنی داخل خواہند کرد و تا رسیدن قطعۂ مہری و دستخطی گورنر جنرل موصوف دلاور جنگ بہادر قطعۂ مہری و دستخطی خود را از نواب معلی القاب واپس خواہند گرفت۔"

یہ ممکن ہے کہ ایچی سن کو اس عہدنامہ کا کوئی نسخہ نہ ملا ہو اسی لئے وہ اس کو اپنے مجموعہ میں درج نہ کر سکے بغیر اس عہدنامہ کے ۱۷۹۰ء کے اس عہدنامہ کی تکمیل ہو نہیں سکتی جو اس کے بعد ہی اس امر کے لئے طے پایا کہ ملک ٹیپو سلطان پر حملہ کرنے کے لئے منجانب نظام انگریزی فوج کو بنگالہ سے طلب کیا جائے۔ اسی کے دفعہ پنجم میں عہدنامہ مذکورۂ بالا کے دفعہ دوم کا حوالہ ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

"آنچہ غنیمت بدست جمعیت نیپالن ہائے مذکور آید داخل سرکار بندگانعالی خواہد شد سوائے خزاین و دفاین معتدیہ کہ بموجب دفعہ دویم عہدنامہ میان ہر سہ شرکا تقسیم خواہد یافت"

اس عہدنامہ سے یہ امر صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ وہی عہدنامہ ہے جس کی دفعہ دوم کا حوالہ ۱۷۹۰ء کے عہدنامہ کی دفعہ پنجم میں درج ہے۔

جنگ میسور ۱۷۹۲ عیسوی ۱۲۰۶ ہجری

ان معاہدوں کی تکمیل کے بعد میسور کی طرف پیش قدمی ہونے لگی اور جنگ کے لئے یہ چھیڑ نکالی کہ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے حلیف راجۂ ٹراونکور کے قلعہ کرنگانور[1] پر قبضہ کر لیا تھا۔ راجۂ مذکور کو جب اس قلعہ پر حملہ کی خبر لگی تو انہوں نے مدراس گورنمنٹ سے کمک چاہی لیکن اس گورنمنٹ کی امدادی کوشش غالباً اس جنگ میں کام نہ آسکی۔ آخر انگریزی فوج مدراس سے میجر جنرل میڈوز کے زیر کمان میسور کی طرف بڑھی انگریزوں اور نظام علی خان کے مابین ٹیپو سلطان کے خلاف تقریباً اسی زمانے میں وہ معاہدہ تکمیل پایا جس کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے اسی معاہدے کے تحت وہ اپنی کثیر فوج کے ساتھ اپنے ممالک کے جنوبی حدود کی جانب روانہ ہوئے۔ دریائے کرشنا کے قریب قلعہ پانگل میں آپ خود قیام گزین ہوئے اور اپنی فوج کے ایک حصہ کو انگریزی امدادی فوج کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقبوضات پر حملہ کے لئے روانہ فرما دیا چنانچہ میجر ہیو منگامری اپنی انگریزی فوج کو لیکر اس سرکار عالی کی فوج کے ساتھ قلعہ کپل پر حملہ آور ہوا قلعدار محصور ہو کر مقابلہ کرنے لگا۔ یہ محاصرہ اس

---

[1] یہ قلعہ پہلے کوچین کے علاقہ میں تھا جس کو ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۱۶۳ھ م ۱۷۵۰ء مع متصل قلعہ اماکوٹہ راجگیرداں سے حاصل کیا تھا کہا جاتا ہے کہ راجۂ ٹراونکور نے اپنے حدود ملک کی حفاظت کے لئے ان ہر دو قلعوں کو ۱۲۰۳ھ م ۱۷۸۹ء میں ڈچ سے خرید لیا تھا جب ٹیپو سلطان نے کوچین کے علاقہ کو اپنے زیر نگیں کر لیا تو انہوں نے ان قلعوں کے حصول کی کوشش کی۔

(شعبان ۱۲۰۵ھ) انگریزی سردار کی ناقابلیت کی وجہ سے چھ مہینے تک جاری رہا آخر ۱۸ اپریل ۱۷۹۱ء (م ۱۴ شعبان ۱۲۰۵ھ) کو اس قلعہ کا قبضہ ملا اس وقت میجر ہیومنگامیری سرکار نظام کی امدادی فوج کی کمان سے علیحدہ اوران کی جگہ کیپٹن انڈر ورڈان کے قایم مقام ہوئے تھے یہ فتح اسی افسر کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔ وہاں سے یہ فوج کڈپہ روانہ ہوی اور ۱۵ ستمبر ۱۷۹۱ء (م ۱۶ محرم ۱۲۰۶ھ) کو گورم کنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کا قلعہ نہایت مستحکم اور بلند پہاڑی پر واقع تھا جب اوایل نومبر (اوایل ربیع الاول) میں لارڈ کورنوالس[۵۱] نے نندی ورگ سے قلعہ شکن توپیں روانہ کیں تو کیپٹن رڈ نے ان سے حملہ کرکے ۶ نومبر (م ۹ ربیع الاول) کو قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ دیا اور اس کے بعد اس قلعہ پر قبضہ کرکے سرکار عالی کی افواج کے سپرد کر دیا۔ لفٹننٹ کرنل ولسن ہسٹری آف مدراس آرمی کے مولف کا بیان ہے کہ[۵۲] ۲۰ نومبر (م ۲۳ ربیع الاول) کو ٹیپو سلطان کے سرداروں نے اس قلعہ پر مکرر قبضہ کرلیا اور جس وقت انہوں نے قبضہ کیا ہے انگریزی امدادی فوج سرکار عالی کی فوج کے ساتھ نہیں تھی لیکن ہم کو اس انگریزی فوج کے غیاب کا یقین نہیں ہے اس واسطے کہ سرکار عالی کی فوج اور اس کی امدادی انگریزی فوج لازم وملزوم تھیں کیپٹن رڈ یا اس کی فوج کے خدمات اس دوران میں کہیں اور

---

۵۱ مدراس گورنمنٹ کی افواج انگریزی میجر جنرل میڈوز (گورنر مدراس) کے کمان میں والاجاہ آباد پہنچی تھیں کہ ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ میں خود حصہ لینے کے لئے ارل کورنوالس کلکتہ سے مدراس آئے اور میجر جنرل میڈوز کو طلب کرکے ان سے فوج کا جایزہ حاصل کرلیا جس کے بعد آئندہ فوجی پیش قدمی اور حملے ارل کورنوالس ہی کی صوابدید پر منحصر رکھے گئے۔

۵۲ ہسٹری آف مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔

طلب بھی نہیں کی گئی تھیں اگر ایسا ہوتا تو ولسن اس کے وجوہ غیر حاضری کو ضرور بتاتا یا وہ مقام بتاتا جہاں وہ یا اس کی فوج بھیجی یا متعین کی گئی تھی۔ محض عدم موجودگی بتا دینے سے یہ امر قابل تسلیم نہیں ہے کہ اگر انگریزی فوج ہوتی تو اس قلعہ پر ٹیپو سلطان کا قبضہ نہ ہو سکتا بہرحال اس قلعہ پر ۲۵ دسمبر ۱۷۹۱ء (م ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ) کو مکرر قبضہ حاصل کر لیا گیا۔

ٹیپو سلطان نے جب دیکھا کہ ان کے علاقہ میں چار طرف سے حملہ کیا جا رہا ہے تو مجبوراً ان کو دایرۂ جنگ تنگ کرنا پڑا تا کہ اپنی مجموعی قوت کو ایک جگہ کر کے ہر مقابلہ کا جواب دیا جا سکے۔ چنانچہ وہ لڑتے لڑتے ہٹتے ہوئے اپنے دار السلطنت سرینگ پٹن پہنچ گئے اور اس کے اطراف کے ایک سو اٹھائیس دمدمے اور برجوں پر اپنی افواج کو تقسیم کر دیا جب ارل کورنوالس بڑھتے ہوئے سرینگ پٹن سے قریب پہنچے تو برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا اور سامان رسد کی کمی اور بدقت فراہمی سے فاقہ کشی کی نوبت آ رہی تھی اور حملہ میں تیزی کر کے لارڈ صاحب جنگ کو ختم کر نہیں سکتے تھے کہ مقابلہ بھاری تھا۔ اور ان کو اپنے ایک حلیف ہری پنت (سردار مرہٹہ فوج) کا انتظار تھا کیونکہ پیشوا کی فوج انہیں کے تحت انگریزوں کی مدد پر آ رہی تھی اور یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کدھر ہے اور کب تک آ سکے گی اس لئے کورنوالس نے اپنی فوج کو بنگلور واپس ہونے کا حکم دیدیا۔ انگریزی فوج کے بنگلور واپس ہونے کی اطلاع ملتے ہی نظام علی خان نے اپنی سابقہ فوج کی کمک کے لئے میر عالم کو مزید فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے بعد ۷ صفر ۱۲۰۶ھ (م ۶ اکتوبر ۱۷۹۱ء) کو اپنے صاحبزادے سکندر جاہ کو بھی روانہ فرمایا جن کی رکاب میں اعظم الامرا اور دوسرے

امیر بھی اپنی اپنی فوج کے ساتھ تھے وہ ۲۵ جنوری ۱۷۹۲ء (م ۳۰ جمادی الاول ۱۲۰۶ھ) کو مقام ماگیری پر لارڈ کورنوالس سے ملے۔ ختم بارش پر ارل کورنوالس کی فوج سرکار نظام کی سابقہ فوج کے ساتھ بنگلور سے نکل کر آگے بڑھی اور ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۵ فروری ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن کے مقابل پہنچی۔ سرکار عالی کی فوج سرینگ پٹن سے چار کوس پر ایک نالے کے کنارے اتری جہاں سے داہنی جانب موتی تالاب تقریباً دو میل تھا۔ ۱۱ جمادی الثانی کی شب میں ہی ٹیپو سلطان نے فوج طلایہ پر چھاپہ مارا لیکن انگریزی فوج کی بیداری و ہوشیاری سے کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۶ فروری ۱۷۹۲ء) کو انگریزی فوج نے ٹیپو سلطان کے دمدموں پر شبخون مارا۔ ٹیپو سلطان نے قلعہ سرینگ پٹن سے آٹھ ہزار گولے برسائے لیکن سب بے سود ثابت ہوئے۔ [۱] تمام تبریوں اور دمدموں پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

اب سرینگ پٹن کے محاصرے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ لفٹنٹ چامرس اور ناش کو (جنہیں دوران جنگ میں اسیر کر لیا گیا تھا) ٹیپو سلطان نے ۸ فروری ۱۷۹۲ء (م ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ) کو رہا کر کے ان کے ذریعے ایک خط موسومہ ارل کورنوالس روانہ کیا جس میں انہوں نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی لیکن اس خط پر کوئی توجہ کرنے کے عوض یہ تصور کر لیا گیا کہ مصالحت کے حیلے میں ٹیپو سلطان اپنے حالات درست کرنے کے لئے وقت نکالنا چاہتے ہیں اور اسی لئے سرینگ پٹن کے محاصرہ کے لئے پیش قدمی ہونے لگی۔ حالانکہ اسی تاریخ ٹیپو سلطان نے اپنی تمام تبریاں جو دریائے کاویری کے پار تھیں

---

[۱] ہسٹری آف بنگال آرمی جلد اول صفحہ ۱۴۷

خالی کردی تھیں۔ اس کے بعد بھی تقریباً دو ہفتے جانبین سے مقابلے ہوتے رہے۔

۲۲ر فیروری (م ۲۸ر جمادی الثانی) کو ٹیپو سلطان نے علاقہ ممبئی کی انگریزی فوج پر ایک پُر زور حملہ کیا جو شام تک برابر جاری رہا جس میں طرفین سے بہت سارے کام آئے اسی تاریخ پھر ٹیپو سلطان کی طرف سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور ابتدائی شرائط صلح تجویز کر کے ارل کورنوالس نے ان کے پاس روانہ کئے جس کے یہ پانچ شرائط تھے

(۱) ٹیپو سلطان کے مقبوضات کا نصف حصہ متحدین کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) تین کروڑ تیس لاکھ روپے متحدین کو دیئے جائیں جن میں سے ایک کروڑ سینتیس لاکھ روپے فوراً ادا کر دیئے جائیں اور باقی مساوی اقساط میں جس میں سے ہر ایک چار چار مہینے سے زیادہ میعاد پر نہ پہنچے۔

(۳) ہر فریق صلح کی وہ رعایا جو حیدر علی خان کے زمانے سے دوسرے کے پاس اسیر و محبوس ہے رہا کر دی جائے۔

(۴) تا تکمیل و تعمیل شرائط مذکورہ ٹیپو سلطان کے دو لڑکے بطور یرغمال متحدین کے پاس رہیں اور جب وہ متحدین کے پاس آ جائیں تو جنگ موقوف ہو گی۔

(۵) جب ان شرائط مذکورہ کا اقرار نامہ ٹیپو سلطان کی مہر و دستخط سے آ جائے تو ایک ایک نقل متحدین ثلثہ کے پاس سے تکمیل کرا کے بھیج دی جائے گی اور بعد موقوفی جنگ ایک عہد نامہ اتحاد حسب تجویز فریقین تکمیل کیا جائے گا۔

اس عہد نامہ کے بموجب ٹیپو سلطان نے اپنے فرزندوں (عبد الخالق و معز الدین) کو

انگریزی کیمپ میں روانہ کیا جس کے بعد ادائی رقم نقد اور ممالک مفوض شدنی کے جمع و خرچ کی تفصیل میں پندرہ سولہ روز کا توقف ہوا۔ ممالک کے جمع کامل کے صحیح افراد تیار کرتا وقت طلب تھا اس لئے اس میں تاخیر کا امکان بھی تھا لیکن نقد رقم کی ادائی میں جو توقف ہوا اس کے خاص اسباب معلوم ہوتے ہیں پہلے تو یہ کہ عہدنامہ[۱] مذکور میں رقم ادا شدنی جملہ تین کرور تیس لاکھ بتائی گئی اور تفصیل ادائی جو اُسی کے ساتھ بتائی گئی ہے اس سے اس کی جملہ میزان صرف تین کرور آتی ہے۔ اور صاحب توزک آصفیہ نے فوری ادائی کی رقم ایک کرور پچاس[۲] لاکھ بتائی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس رقم کی ادائی میں جو کچھ سونا اور اشرفیاں ٹیپو سلطان نے ادا کیں اس میں نرخ کا اضافہ کرکے مجموعی رقم دو کرور شمار کیا جس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا یہ ممکن ہے کہ ٹیپو سلطان نرخ میں اضافہ بتا کر زیادہ رقم کی ادائی کا ادعا کرتے ہوں لیکن عہدنامہ ابتدائی میں رقم کے لکھنے میں غالباً ایلچیان سے تسامح ہو گیا ہے اسی وجہ سے طباعت میں بھی غلطی ہو گئی ہے جس کی اصلاح بعد میں نہ ہوئی اس کو ہم جامع عہدنامجات کا تسامح اس وجہ سے تصور کرتے ہیں کہ خود ریاست میسور کی تاریخ نشان حیدری[۳] میں بھی اس رقم کی مقدار تین کرور بتائی گئی ہے اور اسی قدر رقم کے محاصلی مقبوضات کے تفویض کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

۱ مجموعہ عہدنامجات جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۳۲

۲ توزک آصفیہ صفحہ ۱۵۱۴

۳ نشان حیدری صفحہ ۳۶۵

بہرحال عہدنامہ ابتدائی کے بعد ۱۸ ؍مارچ ۱۷۹۲ء (م ۲۴ ؍رجب ۱۲۰۶ھ) کو معاہدہ آخر تکمیل پایا۔ جس کی رو سے بقیہ امور کا تصفیہ ہوا اور اسی کی رو سے ان مواضعات کی قرارداد ہوئی جنکو ٹیپو سلطان نے اپنے قبضہ سے علیحدہ کرکے متحدین کے سپرد کیا تھا اور ہر ایک فریق اتحاد کے حصہ میں اس کے حدود کے متصلہ مواضع آئے چنانچہ نظام علیخان کے حصہ میں کڑپہ، تاڑپتری، نارمری، بلاری وغیرہ آئے جن کا مجموعی محاصل تیرہ لاکھ سولہ ہزار چھ سو چھپن ٹکوڑا سالانہ تھا۔

اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد سکندر جاہ ۲ شعبان ۱۲۰۶ھ (م ۲۶ ؍مارچ ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن سے واپس ہوئے اور اسی روز ارل کورنوالس بھی لوٹے راستہ میں کچھ دور ہمراہ رہے سکندر جاہ نے ارل صاحب مذکور و دیگر انگریز عہدہ داران کی دعوت بھی کی۔ اس دوران میں یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان پانگل میں مرض استسقا سے علیل ہوگئے جس کی وجہ سے حضور حیدرآباد واپس ہوئے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی سکندر جاہ و اعظم الامرا منازل جلد جلد طے کرتے ہوئے بندگانعالی کے پہنچنے کے دوسرے ہی روز ۱۲ ؍رمضان ۱۲۰۶ھ (م ۴ ؍مئی ۱۷۹۲ء) کو حیدرآباد پہنچے اور فتح کی نذریں پیش کیں۔

جنگ کھڑلہ

کھڑلہ کی جنگ کے اسباب | تقریباً دس سال سے نظام علی خان نے پیشوا کو چوتھ اور سردیسمکھی کی رقم ادا نہیں کی تھی پیشوا نے اس کی ادائی کی نسبت توجہ دلانے کی غرض سے ۱۷۹۱ء (م ۱۲۰۶ھ) میں گوبند راؤ کالے اور گوبند راؤ پنگلے کو وکالتہ بھیجا نظام علی خان نے اس مطالبے کے جواب میں اپنے چونتیس مطالبات مرہٹہ ریاست پر قائم کر دیئے ۔ جن میں اُن رقوم کی بابت بھی مطالبے تھے جو مرہٹوں نے ناجائز طور پر نظام علی خان کے علاقے سے حاصل کرلی تھیں ۔ اور ان کے علاوہ اُن علاقوں کا محاصل بھی تھا جن پر وہ بلا استحقاق قابض و متصرف ہو گئے تھے اور انہیں مطالبات میں اُن نقصانات کا معاوضہ بھی تھا جو اُن کے زیر اثر پنڈاریوں کے حملوں سے نظام علی خان کے مقبوضات میں پہنچے تھے ان مطالبات کے جواب میں نانا فرنویس نے اٹھائیس دلایل کے تحت اپنے مطالبات کا وجوب ثابت کیا جن میں سے بعض کو نظام علی خان نے تسلیم کیا اور بعض کو رد کر دیا ۔ لیکن ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا کہ جنگ میسور کے اختتام کے بعد ہی تصفیۂ معاملہ کے لئے کسی شخص کو مقرر کر دیں گے اور غالباً اس موقع پر ان کا خیال تھا کہ وہ اس کے تصفیہ کے لئے انگریزوں کو ثالث بنائیں گے ۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں انگریزوں کا نظام کی مدد سے انکار | ارل کورنوالس نے میسور کی جنگ کے بعد ہی

نظام علیخان اور پیشوا وغیرہ کے ساتھ ایک معاہدہ بنام ٹریٹی آف گارنٹی (عہدنامہ کفالت) تجویز کرکے اپنی اعلیٰ گورنمنٹ میں پیش کیا جس کی رو سے بوقت ضرورت ہر ایک فریق کی مدد دوسرے کو لازم آتی۔ اس موقع پر گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ کسی جنگ میں جو آیندہ کبھی کسی ریاست سے ہو فوجی امداد کے لئے انگریزی کمپنی سے معاہدہ کرنے کے لئے نظام علی خان نے کوشش کی لیکن ہم ڈف کے اس بیان سے اس وجہ سے متفق نہیں ہیں کہ ۱۱۸۲ھ (م ۱۷۶۸ء) کے معاہدہ کی چھٹی شرط کی رو سے انگریزی کمپنی کے لئے جنگ کے وقت نظام علی خان کی فوجی مدد کرنا لازم تھا کیونکہ اس کی تنسیخ یا تبدیل کسی عہدنامہ مابعد سے نہیں ہوئی تھی[۱]

نظام علی خان کے خلاف راجہ سندھیا کی ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی

جب مرہٹہ سرداروں کو یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان انگریزی کمپنی کو ثالث بنانے یا ان سے تائید حاصل کرنے والے ہیں تو اُن میں سے راجہ سندھیہ نے بندگانعالی کے خلاف ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی شروع کی۔ ٹیپو سلطان بہت خوشی سے اور بہت جلد ان کے ساتھ متفق ہو جاتے لیکن اس وقت اُن کی حالت نازک تھی ایک تو اس وجہ سے کہ حال ہی میں وہ اپنے اخراجات جنگ کو برداشت کرنیکے علاوہ صلح میں بھی ایک معقول رقم ادا کرکے بہت زیر بار ہو گئے تھے اور اپنے ملک کا نصف حصہ کھو چکے تھے اور دوسرے یہ کہ ابھی ان کے لڑکے (جو تعمیل عہدنامہ کے تحت انگریزی کمپنی کے حفظ و امان میں تھے) انگریزوں کے پاس سے واپس نہیں ہوئے تھے۔ ان وجوہ سے ٹیپو سلطان کو مرہٹوں کے ساتھ متفق ہونے میں تامل تھا۔

---

[۱] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد ۲ صفحہ ۲۴۹

نظام علی خان کی مدد سے انگریزوں کے انکار کی وجہ

جب انگریزوں کو اس کا علم ہوا کہ مرہٹہ سردار ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی کر رہے ہیں تو انہوں نے نظام علی خان سے کنارہ کشی کر لی جس سے یہ غرض تھی کہ دکن کے دیسی رؤسا میں سے ٹیپو سلطان تو کمزور ہو چکے تھے اب پیشوا اور نظام علی خان باقی رہے تھے اور دونوں میں باہمی مطالبات کی بناء پر یہ گمان تھا کہ کوئی جنگ ضرور ہو گی جس میں کسی ایک فریق کا دوسرے پر غالب آجانا اور فریق مغلوب کا کمزور ہو جانا اور ہر ایک فریق کا زیر بار ہونا متیقن تھا جس کے بعد کمزور فریق کی حمایت میں معقول طور پر جلب منفعت کی توقع تھی۔ آخر سر جان شور نے بحیثیت گورنر جنرل نظام علی خان اور پیشوا کے معاملات میں مداخلت کرنے سے صراحتاً انکار کر دیا۔ سر جان شور کے جواب صاف سے قبل ہی میر عالم کو نظام علی خان نے سفیر بنا کر پونہ روانہ کیا تھا تاکہ مناسب طریقے سے پیش پا افتادہ معاملہ کا تصفیہ کریں اور اس تصفیہ میں اپنے شناسائیوں اور ملاقات کو کام میں لا کر وہاں کے انگریزی رزیڈنٹ مسٹر مالٹ وغیرہ سے بھی تائید حاصل کریں لیکن شدنی یہ تھی کہ باہمی جنگ ہو جس کے لئے اسباب بھی ایسے ہی پیدا ہو رہے تھے جب سر جان شور کی طرف سے جواب صاف مل گیا تو مرہٹوں کو اپنے مطالبات میں استبداد اور مبادرت کا موقع ملا چنانچہ ان کے وکلاء نے برسر دربار نظام علی خان سے تصفیۂ مطالبات کا تقاضا کیا جس پر مدار المہام وقت ارسطو جاہ نے بری طرح تند کلامی کی اور وکلاء کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔

اب فوج کی فراہمی کی ضرورت تھی انگریزی کمپنی نے اپنی تائید سے تو معذرت کر لی تھی

اس لئے نظام علی خان نے اپنی فرانسیسی تعلیم یافتہ فوج میں (جو ۱۷۸۶ء سے موسیٰ ریمون کی کمان میں تھی) اضافہ کیا۔ یہ فوج جنگ ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پانچ ہزار سپاہیوں پر مع عہدہ داران مشتمل تھی اب اس کی تعداد دس ہزار تک بڑھادی گئی۔ اور حسب بیان گلزار آصفیہ[1] ارسطو جاہ نے معقول رقم کے لالچ پر مہادیوجی سندھیہ کو اپنے ساتھ متحد کرلیا جو اس زمانہ میں شاہجہاں آباد میں مقیم تھے۔ جب بندگانعالی کو یہ اطلاع ملی کہ مہادیوجی سندھیہ اپنے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کی خاطر ہندوستان سے دکن آرہے ہیں تو وہ بھی ۲۷ شعبان ۱۲۰۵ھ (م ۳۰ مارچ ۱۷۹۴ء) کو جنگ کے لئے حیدرآباد[2] سے نکلے اور ۱۱ رمضان ۱۲۰۷ھ (م ۱۲ اپریل ۱۷۹۴ء) کو بیدر پہنچے۔ یہاں یہ اطلاع ملی کہ مہادیوجی سندھیہ کا انتقال ہوگیا جس سے خود بندگانعالی کو اور ان کے ساتھ ارسطو جاہ کو بھی پیش پا افتادہ مہم کی نسبت فکر و تردد لاحق ہوا۔ ارسطو جاہ نے مہادیوجی سندھیہ کے فرزند دولت راؤ سندھیہ کو اس کے باپ کی مراسلت کا اظہار کرکے اپنے ساتھ متحد کرلینا چاہا لیکن نانا پھڑنویس کی تیزی اور چالاکی سے وہ ان کے ساتھ متفق نہ ہو سکا آخر وہاں سے تمام لشکر کے ساتھ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ (م ۴ دسمبر ۱۷۹۴ء) کو نکل کر پونہ کی سمت دریائے مانجرا کے کنارے کنارے بڑھنے لگے۔ پیشوا پونہ سے جنوری ۱۷۹۵ء (م رجب ۱۲۰۹ھ) میں نکلے ان کے ساتھ جملہ فوج ایک لاکھ تیس ہزار تھی

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ (۸۴)

[2] صاحب گلزار آصفیہ بیدر سے نکلنے کی تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۰۹ھ بتاتا ہے جو قرین قیاس نہیں ہے۔

مختلف مرہٹہ سرداروں میں سے دولت راؤ سندھیہ کی فوج کا بڑا حصہ باقاعدہ فوج پر مشتمل تھا۔ پنڈاری قزاق علیحدہ تھے جو صرف فریق مقابل کے مقدمہ پر چھاپے مارنے کے لئے معین کئے گئے تھے۔ مرہٹہ سردار جدا جدا رستہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود میں داخل ہونے لگے۔ اور ایک لاکھ دس ہزار سوار معہ ڈیڑھ سو ضرب توپ کے راست نظام علی خان کے مقابلے میں پڑ رہے۔

جنگ کی تفصیل | صاحب حدیقۃ العالم کا بیان ہے کہ ۲۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ[1] (م ۱۸ دسمبر ۱۷۹۴ء) کو پنڈاریوں کے سوار سرکار عالی کی فوج سے قریب آگئے اور اطراف میں لوٹ مار مچا دی۔ ۱۰ شعبان ۱۲۰۹ھ (م ۲ مارچ ۱۷۹۵ء) کو بندگانعالی کی فوج نے کوہ موہیری کے گھاٹ کو عبور کر کے پائین گھاٹ کی ندی پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹ شعبان کو مرہٹہ فوج سے مقابلہ ہوا جس میں مرہٹہ سردار پرسرام بھاؤ زخمی ہوا۔ اور قریب تھا کہ مرہٹہ فوج کے قدم اکھڑ جاتے لیکن عین وقت پر تازہ کمک مرہٹہ فوج کو مل گئی اور نظام علیخان کی حملہ کن فوج کو کمک نہیں پہنچی جس سے سرکار عالی کی افواج کو ہٹ آنا پڑا جس کے بعد مغرب تک مقابلے ہوتے رہے۔ آخر بعد مغرب نظام علی خان معرکہ جنگ سے برخواست کر کے قلعہ کھرڈہ[2] میں (جو قریب ہی واقع تھا) اقامت گزیں ہوئے۔ گرانٹ ڈف نے

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ (۸ ۴)

[2] یہ احمد نگر کے جنوب مشرق میں ۵۶ میل پر ایک موضع ہے جو عرصہ سے مرہٹہ خاندان نمبالکر کے تصرف میں تھا موضع مذکور کے جنوب مشرق میں اس کا قلعہ واقع ہے جسے نمبالکر ہی کے خاندان میں سے کسی نے ۱۷۴۵ء (م ۱۱۵۸ھ) میں تعمیر کرایا تھا۔

تفصیل جنگ اس طرح بتائی ہے کہ پیشوا[1] کی فوج کوہ موہری پر اتر آئی جس کے بعد ہری پنت کے فرزند بابا راؤ نے نظام علی خان کی فوج پر اس وقت حملہ کیا جب کہ وہ گھاٹ سے اتر رہی تھی لیکن وہ نقصان اٹھاکر پسپا ہوا جس کی خوشی میں نظام علی خان نے اسی شب دربار کیا اور فتح کی نذریں لیں۔ اس واقعہ کے دوسرے روز جب بندگانعالی کی افواج کھڑلے سے پورندیہ کی طرف بڑھنے لگیں تو اُن کی داہنی طرف سے مرہٹہ فوج نے حملہ کر دیا جس پر نظام علی خان نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور فوراً اسد علی خان کے رسالے کو ریموں کی باقاعدہ سترہ ہزار کی فوج کے ساتھ مرہٹہ افواج پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ پرسرام بھاؤ اس فوج کا مقابل ہوا۔ اس موقع پر مرہٹہ فوج کی ترتیب نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

نقشہ صفوف افواج مرہٹہ در جنگ کھڑلہ

سنہ ۱۲۰۹ھ م سنہ ۱۷۹۵ء

میسرہ	قلب	میمنہ
دولت راؤ سندھیہ	پرسرام بھاؤ پیشوا سوائی مادھو راؤ ہولکر	راگھوجی بھونسلہ

پرسرام بھاؤ مقابلے میں کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ لال خان بلوچی کے تحت پٹھانوں کی ایک ٹکڑی اس پر حملہ آور ہوئی اور بہت سارے مرہٹوں کو کاٹتے ہوئے پرسرام تک

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد (۲) صفحہ (۲۴۵)

پہنچ گئی ۔ اور خود لال خان نے یرسرام بھاؤ کو اپنے ہاتھ سے گھوڑے سے نیچے کھینچ کر زخمی کر دیا
لیکن قبل اس کے کہ اس کا کام تمام کرے بھاؤ کے لڑکے نے آگے بڑھ کر لال خان
پر وار کیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا ۔ اس کے بعد بھی پٹھان جماعت پسپا نہ ہوی بلکہ
آگے بڑھتی گئی ۔ اور اپنی زد و برد سے غنیم کی فوج میں ایک تھلکہ ڈال دیا اس پٹھان جماعت
کی کمک پر الف خان نواب کرنول اور صلابت خان فرزند اسمٰعیل خان پنی تھے ۔ مرہٹہ
فوج بھاگنے لگی اور بابا راؤ پھڑکیہ بھی بھاگنے ہی کو تھا کہ جو باجنٹی نے اُسے برا بھلا کہہ کر
روکا عین ایسے موقع میں جبکہ نظام علی خان کی فرانسیسی فوج موسیٰ ریموں کے تحت اپنی
مقابل فوج سے لڑنے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی رگھوجی بھونسلہ نے بان چھوڑے اور
ٹھیک اسی وقت مرہٹہ سردار موسیٰ پیروں نے پینتیس[۳۵] ضرب توپ ایک دم داغے
جس پر اسد علی خان کا رسالہ منہزم ہو کر لوٹا البتہ موسیٰ ریموں اپنی پیدل فوج کو لیکر مقابلے
پر اڑا رہا اس عرصہ میں نظام علی خان کھڑلہ واپس ہو چکے تھے ۔ شام تک موسیٰ ریموں اپنی
فوج سے مقابلہ کرتا رہا آخر پاس ہی کی ندی کی گزرگاہ میں اپنی فوج کے ساتھ پڑا رہا لیکن
کچھ رات گزرنے کے بعد جب مرہٹہ فوج طلایہ کا اِدھر گزر ہوا تو اس نے صرف رفع شبہ
کے لئے بندوقیں فیر کیں جس پر موسیٰ ریموں کی فوج نے بے ترتیبی سے بندوقیں چھوڑیں
جس سے خود اسی فوج میں ایک حواس باختگی پیدا ہو گئی بندوقوں کی تاڑ توڑ آواز نظام علیخاں
کے پڑاؤ تک پہنچی تو خیال ہوا کہ مرہٹہ فوج رات میں بڑھی آرہی ہے اس لئے بندگانعالی
اپنے مقام سے اٹھ کر قلعہ کھڑلہ میں قیام گزیں ہوئے جب صبح ہوئی تو مرہٹوں نے دیکھا کہ

میدان میں توپ اور بندوق او سامان وغیرہ ایسا ہی پڑا ہوا ہے جیسا کہ کسی فوج کی ہزیمت میں ہوا کرتا ہے اور جاسوسوں کے ذریعے یہ پرچا لگا کہ خود نظام علی خان بھی قلعہ کھڑلہ میں متحصن ہو گئے ہیں۔ اور ان کے پاس بہ مشکل تمام فوج کا دسواں حصہ باقی رہا ہے۔ معاً مرہٹہ فوج قلعہ کے قریب تک بڑھ آئی اور گولہ اندازی شروع کر دی جو دو روز تک جاری رہی آخر نظام علی خان کو صلح کی سلسلہ جنبانی کرنی پڑی۔

کھڑلے کی جنگ میں نظام علیخاں کی شکست کا سبب

صاحب گلزار آصفیہ اس شکست کی توجیہہ یہ بیان کرتا ہے کہ[1] ارسطوجاہ کی مخالفت و عداوت میں بعض سرکار عالی کے نمک حرام عہدہ داروں نے تھوڑی سی رقم کے لالچ پر مرہٹہ سرداروں سے ساخت باخت کر لی جس سے نظام علی خان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کی تائید و تصدیق اُس بیان سے بھی ہوتی ہے جو ارسطوجاہ اور ناناپھڑنویس کے مابین ہوا جب کہ ارسطوجاہ تحت صلح نامہ مرہٹوں کے اسیر کی حیثیت سے اس کے پاس پہنچے تھے چنانچہ سب سے پہلے نانا فرنویس نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ

"نواب صاحب۔ ہمارے سات لاکھ روپیوں نے جو کام کیا ہے آپ کے ایک کروڑ روپے نے نہیں کیا۔"

اس جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ مہادیوجی سندھیہ کو فراہم کرنے میں ارسطوجاہ نے ایک کروڑ روپیہ صرف کیا تھا اور اسی لالچ یا اثر کے تحت وہ اپنے ہم قوموں کے خلاف

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ (۵۴)

نظام علی خان کے ساتھ شریک جنگ ہونے کے لئے ہندوستان سے دکن آرہے تھے اور برخلاف اس کے نانا پھڑنویس نے صرف ساتھ لاکھ روپے کے صرفہ سے عہدہ داران سرکار عالی کو اپنا کرلیا تھا جن کی نمک حرامی سے اس جنگ میں نظام علی خان کو ناکامی ہوی

صلح نامۂ کھرڈلہ کے شرائط | محاصرے کے تیسرے روز صلح کی سلسلہ جنبانی ہوی اور کشن راؤ بلال پنڈت پردھان کے وکیل کی حیثیت سے شرائط صلح لیکر آیا جو حسب ذیل تھے۔

(۱) نظام علی خان اپنے مدار المہام ارسطو جاہ کو مرہٹوں کے حوالے کردیں۔

(۲) وہ تمام حصۂ ملک جو دریائے تاپتی سے لیکر جنوب میں پورندیہ کے حدود تک ہے مرہٹوں کے تفویض کردیں۔

(۳) قلعہ دولت آباد اور وہ علاقہ بھی جس پر سداشیو راؤ بھاؤ نے ۱۷۶۰ عیسوی (م ۱۱۷۴ ہجری) میں قبضہ کیا تھا دے دیں

(۴) بقایا چوتھ اور اخراجات جنگ کی بابت جملہ تین کروڑ روپیہ ادا کریں۔

(۵) گنگا کی متصل علاقہ بھونسلہ سے ساڑھے تین لاکھ محاصل کا علاقہ سپرد کردیں

(۶) رگھوجی بھونسلہ کو انتیس لاکھ روپیہ ادا کریں جو نظام علی خان کے ذمہ واجب الادا تھا

(۷) ان تمام شرائط کی ایفاء کے بعد نظام علی خان حسب عملدرآمد قدیم برار کے محاصل کے (تا بحد حصہ مقررہ) وصول کرنے کے مقتدر رہیں گے۔

اس صلحنامہ کی تکمیل ۹ رمضان ۱۲۰۹ ہجری (م ۳۰ مارچ ۱۷۹۵ء) کو ہوی۔ ۱۲ رمضان ۱۲۰۹ ہجری (م ۲ اپریل ۱۷۹۵ء) کو نظام علیخان وہاں سے نکلکر، شوال ۱۲۰۹ ہجری م ۲۷ اپریل ۱۷۹۵ء کو حیدرآباد پہنچے

انگریزی فوج کی برطرفی

انگریزوں سے نظام علی خان کی ناراضی

نظام علی خان کھرلہ کی جنگ میں انگریزوں کے انکار اعانت
سے ناراض ہو گئے تھے ان کی ناراضی بجا اس واسطے تھی کہ کمپنی سے اب تک جتنے
معاہدے ہوئے تھے اس میں یہ شرط ضرور تھی کہ وہ فوجی مدد دیں گے چنانچہ سنہ ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۸ء
کے عہد نامہ میں بعوض پانچوں سرکاران شمالی کے قبضے کے انگریزی کمپنی نے وعدہ کیا تھا
کہ ایک دستہ فوج نظام کے صحیح و واجب معاملات کے تصفیے کے لئے حسب ضرورت
مستعد و آمادہ رکھے گی اور جس سال نظام کو ضرورت نہ ہو تو اس سال صرف تین سرکاران
(راجمندری، ایلور، مصطفےٰ نگر) کی بابت پانچ لاکھ روپے بطور پیشکش دیگی۔ لارڈ کورنوالس
نے جو خط سنہ ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۷ء میں بتصریح عہد نامہ مذکور لکھا ہے اس میں بھی اس عہد نامہ کی توثیق
کی ہے تنسیخ نہیں کی اور سنہ ۱۲۰۴ھ م ۱۷۸۹ء کے معاہدہ پانگل میں بھی اس کی کوئی صریح تنسیخ
نہیں ہوی تھی اور سرکاران شمالی بدستور انگریزی کمپنی کے قبض و تصرف میں تھے۔ پس اس
عہد نامہ کی رو سے انگریزی کمپنی کو چاہیئے تھا کہ اگر اپنی طرف سے کسی فوجی مدد کا دینا مناسب
تصور نہ کرتی تھی تو سرکار نظام کی ملازم انگریزی فوج ہی کو ان کے مطالبہ پر دے دیتی اور
اگر اس کو بھی دینا نہیں چاہتی تھی تو اس عہد نامہ کے دفعہ سیوم کے اعتبار سے جو اوراق
گزشتہ میں (از صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵) درج ہے اس کو چاہیئے تھا کہ مرہٹوں اور نظام کے درمیان

وخیل ہوکر بیچ بچاؤ کر دیتی لیکن یہ مداخلت ان کے جدید قرار دادہ اصول کے خلاف تھی
اگر اُن پر کاربند نہ ہوتی تو کمپنی کی بدنامی کا ایک سبب بنجاتی۔ اسی لئے کمپنی نے اس معاہدہ
سے قطع نظر کر کے عدم مداخلت یا غیر جانب داری اختیار کرلی اور نظام علی خان کو جواب
صاف دیدیا۔ اور جب کھرڈے کی جنگ میں ان کو شکست ہوگئی تو وہ کمپنی کے نقض عہد
سے اور زیادہ بُردل ہوگئے۔ اور انگریزی فوج کو برطرف کر کے اپنے پاس سے کمپنی کے
علاقہ میں واپس چلے جانے کا حکم صادر فرمایا اور موسیٰ ریموں کے تحت فرانسیسی فوج میں
اضافہ کی نسبت احکام دیئے۔ اور اس کی تنخواہ میں ریاست کا ایک مرکزی علاقہ (میدک)
بطور تعہد موسیٰ ریموں کو دیدیا گیا تھا جس کے لئے ایک زمانہ میں موسیٰ بوسی بہت متوقع تھا
اس برطرفی اور فرانسیسی فوج میں اضافہ کی اطلاع جب عہدہ داران کمپنی کو ملی تو ان کے
رزیڈنٹ ولیم کرک پیاٹرک المخاطب بہ شوکت جنگ نے اس خیال سے کہ یہ قوم ریاست
حیدرآباد میں قوت نہ پکڑے۔ ذریعہ مراسلہ[1] مورخہ ۲۹ ہر دسمبر ۱۷۹۵ء (م ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ)
میر عالم کو (جو انگریزی رزیڈنٹ اور مدارالمہام سرکار عالی کے مابین وکیل تھے) لکھا کہ یہ قباحت
سے خالی نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ انگریزی اور فرانسیسی قوموں کے درمیان
محض خیر خواہی عامۂ رئیسان و فواید عموم خلایق کی بناء پر نزاع و نفاق پھیلا ہوا ہے اس
قوم کو اس طرح ترقی و اقتدار دینا آئین اتحاد انگریزی کے منافی ہے اور اس سے کوتاہ بینوں
کے خیال میں بعض امور کے احتمالات کا امکان ہے۔ اسی تعلق سے میں اس فرانسیسی فوج کے

---

[1] اصل خط کے لئے ملاحظہ ہو "میر عالم" صفحہ (۵۷)

ایک حصہ کو سرکار عالی کی طرف سے کڑپہ اور کھمم میں متعین کیا گیا تھا تاکہ اس فوج کے ذریعے ان مخالفین کا سدباب ہو سکے جو اس سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی پر دست درازی کریں چونکہ یہ تعلقے انگریزی کمپنی کے حدود سے متصل تھے اس لئے لارڈ کورنوالس کو شبہ ہوا کہ یہ کوئی جارحانہ کارروائی ہے چنانچہ اس کا اظہار ان کی یادداشت مورخہ ۱۵ جون ۱۷۹۵ء سے ہوتا ہے جو یہ ہے ۔

"یہ کارروائی ناجائز نہیں بھی تو شبہ انگیز ضرور ہے موسیٰ ریموں کی فوج کو وہاں سے واپس بلا لینے کے لئے نظام کو مایل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے"۔

یہی نہیں بلکہ کھمم میں ایک اور حصہ فوج روانہ کر کے سابقہ متعینہ فوج میں اضافہ کرنے کے لئے کمپنی سے پروانہ راہداری بھی طلب کیا گیا تاکہ نئی پہنچنے والی فوج حدود کمپنی میں سے آسانی کے ساتھ مقام متعینہ پر پہنچ سکے جس کے جواب میں کئی وجوہ کی بنا پر انگریزی ریذیڈنٹ نے اجراء پروانہ سے انکار کر دیا ۔

جب انگریزی فوج کی برطرفی کا فرمان بغرض تعمیل میر عالم کے پاس پہنچا تو انہوں نے بہ حیثیت وکیل اس حکم پر نظر ثانی کے لئے معروضہ کیا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے کیونکہ انگریزوں کے ساتھ سعی بلیغ اور حسن تدبیر سے اتحاد پیدا کر کے ان کی فوج کو ملازم کر لیا گیا ہے اور اسی سے ہماری ریاست کا استحکام اور سطوت و صولت قایم ہے اس حکم سے بندگانعالی کا رعب داب ان کے دلوں سے اور ریاست کے دشمنوں سے اٹھ جائے گا اور مہمات و حادثات پیش آتے جائیں گے جن کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا مگر راجہ شام راج بہادر جو ارسطوجاہ کے

غیاب ہیں امور دیوانی کے اجراء کے ذمہ دار تھے) نظام علی خان کے صلاح کار تھے اور اس فوج کے مامور رکھنے میں اسراف ظاہر کرتے تھے کہ وہ فوج اپنی ضرورت کے وقت بھی اپنی مرضی کے تحت کام نہ آسکتی تھی چنانچہ حالیہ جنگ کھرڈلہ میں اس سے کوئی کام نہ لیا جا سکا۔ آخر راجہ صاحب مذکور ہی کی صلاح کے موافق برطرفی کے احکام بحال رہے اور انگریزی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا گیا۔

نظام علی خاں کے فرزند اکبر عالیجاہ کا خروج

انگریزی فوج کی برطرفی کے بعد ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا یعنے صاحبزادہ اکبر عالیجاہ[۱] نے ۹ ذیحجہ ۱۲۰۹ھ (م ۲۷ رجون ۱۷۹۵ء) کو شب عید میں بعض ناعاقبت اندیشوں کے اغوا پر خروج کیا۔ اور ایک معقول فوج فراہم کر کے بیدر کی طرف نکل گئے اور وہاں پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ سدا سیو ریڈی، غالب جنگ، سیف جنگ، بدیع الزماں خان ناظم جنگ بھی شریک ہو گئے تھے۔

ان صاحبزادے صاحب کی تادیب کے لئے سدی عبداللہ خان جمعیت جوانان بار کے ساتھ متعین کئے گئے تھے جو اپنی فوج کے ساتھ صاحبزادے صاحب کے عقب میں قابو جو تھے۔ سدا شیو ریڈی ایک روز بحالت غفلت اس سرکاری فوج پر ٹوٹ پڑا۔ جس سے سرکاری فوج منتشر ہو گئی اور خود سدی عبداللہ خان بھی بری طرح زخمی ہوئے اور ان کے اہل و عیال کو سدا شیو ریڈی نے اسیر کر لیا۔ اس کی اطلاع پر نظام علی خان نے بصلاح امتیاز الدولہ ممتاز الامرا عالیجاہ کی والدہ بخشی بیگم صاحبہ کے مہر سے ایک نصیحت نامہ

---

[۱] یہ نظام علی خان کے تیسرے صاحبزادے ہیں احمد علی خان ان کا نام تھا یہ بخشی بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۱۸۲ھ میں تولد ہے سنگ ظہور اللہ بیگم

لکھ بھیجا جس میں انہیں لکھا گیا تھا کہ بغاوت سے باز آکر قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاؤ تو
نرمل اور برار کی جاگیر سے سرفراز کئے جاؤ گے ۔

انگریزی فوج کی مکرر ماموری

اس خط کے مضمون سے مطلع ہو کر میر عالم نے معروضہ کیا کہ عالیجاہ
کو جاگیر دینا موجب خلل ہوگا جس سے ان کو رفتہ رفتہ قوت حاصل ہو جائیگی اور امرا و رعایا
ان کی طرف مایل ہو جائیں گے اور زمام ریاست خود بدولت کے دست قدرت سے
نکل جائیگی بالفعل صلاح دولت یہ ہے کہ برخاست شدہ انگریزی افواج ابھی حدود ریاست
سے باہر نہیں ہوی ہوں گی ان کو واپس طلب فرمالیا جائے جس پر ان افواج کو واپس طلب
کرنے حکم ہوا جس کی تعمیل میں انگریزی فوج کنڈاپلی (مصطفے انگر) میں بماہ اگسٹ جمع ہو کر میجر
رابرٹس کے تحت ۳۱ اگسٹ ۱۷۹۵ء (م ۱۵ صفر ۱۲۱۰ھ) کو حیدرآباد پہنچی ۔ اس موقع
پر یہ بتانا نامناسب نہیں ہے کہ برخاست فوج انگریزی کے معنے یہی تھے کہ نظام علی خان
نے اس حکم سے اس معاہدہ کو منسوخ و کالعدم کر دیا جس کی بناء پر فوج انگریزی متعین و مامور
تھی ۔ اس کے بعد مکرر اس کی جو تعیناتی ہوی ہے وہ کسی جدید معاہدے کے بغیر ہوی ایسی
صورت میں وہ فوج بلا کسی شرط کے بالکلیہ سرکار نظام کے احکام کے تابع ہونی چاہیئے ۔
نہ کہ معاہدہ منسوخ کے تابع ۔

سرکاری فوج کا عالیجاہ سے مقابلہ اور عالیجاہ کا سرکاری فوج کی حراست میں آجانا

بہر حال یہ انگریزی فوج بھی میر عالم کے زیر اثر عالیجاہ کے مقابلہ پر
مامور ہوی ۔ قبل ازین بندگانعالی نے موسیٰ ریموں کو اپنی فرانسیسی
فوج کے ساتھ اس مہم پر جانے کا حکم دیدیا تھا اور پائیگاہ سے بھی سردار الملک گھانسی میاں کو

متعین کر دیا تھا۔ جب ساری سرکاری فوج بیدر کے قریب پہنچی تو باغی افواج نے مقابلہ کیا جس
میں ان کو سخت ناکامی ہوی اور باغی فوجیں منہزم ہو کر بھاگ نکلیں۔ صاحبزادے کو جب یہ
اطلاع ملی تو شب ہی میں اپنے تن چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ بیدر سے نکل کر اورنگ آباد چلے گئے۔
اور راستہ ہی سے صاحبزادے نے پونہ سے استمداد کی لیکن مرہٹوں کے پاس سے جواب نفی پایا
جب مدد بھی نہ ملی اور فوج پر فوج مقابلہ پر جمع ہو گئی تو صاحبزادے صاحب خود وار ہوے اور
اپنے آپ کو سرکاری افواج کے حوالے کر دیا۔ انہیں معقول انتظام کے ساتھ واپس لانے لگے
لیکن کہتے ہیں کہ بتقاضائے غیرت راستہ میں زہر کھا گئے جس سے ہلاکت واقع ہو گئی
اس مہم کے بعد وسط ماہ شعبان ۱۲۱۰ھ (م اواخر ماہ فبروری ۱۷۹۶ء) میں نظام علیخان
ایک شب خلوت مبارک کی چاندنی پر آتشبازی کا تماشہ ملاحظہ کر رہے تھے کہ قریباً آدھی
رات کو مزاج بگڑا اور کچھ آثار لقوہ اور فالج ظاہر ہوئے۔ صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ
حکیم حمایت اللہ خان[1] نے کوئی دوائے تقویت بشمول گلاب تیار کی تھی جس کو بندگانعالی ان
دنوں استعمال فرما رہے تھے۔ حکیم الملک حکیم عبدالجلیل خان آمیزش گلاب والی دوا کو حضور
کی طبیعت کے خلاف تصور کرتے تھے لیکن ان کے عرض معروض پر بھی بندگانعالی نے
اس دوا کے استعمال کو ترک نہ کیا جس کا اثر ان امراض کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد
علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن سوء پرہیز سے امراض میں کوئی خاطر خواہ افاقہ نہ ہو سکا یہاں تک کہ
۱۲۱۱ھ (م ۱۷۹۷ء) میں ارسطو جاہ پونہ سے واپس آئے اور آتے آتے وہ تمام حصہ ملک میں

۱؎ گلزار آصفیہ صفحہ (۸۸)

واپس لائے جو کھڑلہ کی جنگ میں مرہٹوں کے قبض و تصرف میں جا چکا تھا اس استرداد کی اصل وجہ پیشوا کی حکومت میں درمیانی مخالفتیں تھیں جس کو تفصیل سے معلوم کرنے کے بعد اس استرداد کے حقیقی اسباب واضح ہو سکیں گے اسی لئے ہم اس تفصیل کو ضروری سمجھتے ہیں اور باب مابعد میں علیحدہ بیان کرتے ہیں۔
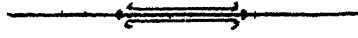
پیشوا سے استرداد ملک

پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال اور ان کی قائم مقامی کے جھگڑے

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۰ھ (م ۲۴ اکتوبر ۱۷۹۵ء) کو پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال ہو گیا چونکہ وہ لاولد فوت ہوئے تھے اس لئے ان کی قائم مقامی کے لئے مرہٹہ سرداروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب مستحقین میں سوائی مادھوراؤ کے چچا رگھناتھ راؤ کے تین فرزند تھے سب سے بڑے باجی راؤ ان سے چھوٹے چمناجی اپا اور سب سے چھوٹے امرت راؤ اور یہ تینوں سیومیری کے قلعے میں نظر بند تھے انزہاق روح[1] سے قبل سوائی مادھوراؤ نے اپنی قائم مقامی کے لئے باجی راؤ کو نامزد کیا تھا لیکن تکاجی ہولکر اور نانا فرنویس ان کے خلاف تھے۔ نانا فرنویس یہ چاہتے تھے کہ ایک لڑکا متوفی پیشوا کی بیوہ کا متبنّیٰ ہو اور وہی گدّی پر بٹھایا جائے اور اس کے قابل حکمرانی ہونے تک خود آپ معاملات ریاست میں دخیل رہیں صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ جیسے[2] ہی ارسطو جاہ کو سوائی مادھوراؤ کے انتقال کی خبر ملی انہوں نے دولت راؤ سندھیہ کو یہ لکھ بھیجا کہ نانا فرنویس امرت راؤ کو گدی نشین کرنا چاہتے ہیں جو مناسب نہیں ہے باجی راؤ سن تمیز کو پہنچ گئے ہیں اور اجراء امور ریاست کے اہل

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ ۲۵۴

[2] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۷

اس لئے وہی گدی پر بیٹھنے کے قابل ہیں جس کے جواب میں سندھیہ نے بھی اس خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

باجی راؤ کو جب نانا فرنویس کے منصوبے کی خبر ہوی تو انہوں نے بلّوبا تاتیہ (مختار سندھیہ) کے ذریعے دولت راؤ سندھیہ کو اس عہدو پیماں کے ساتھ فراہم کیا کہ اپنی گدی نشینی کے لئے اُن کی فوجی تائید میں جو کچھ اخراجات ہوں وہ بھی ادا کریں گے اور اس کے علاوہ چار لاکھ محاصل کا علاقہ بھی سندھیہ کو دیں گے اس معاہدے کی اطلاع نانا فرنویس کو ہوی تو اس نے اپنی تائید پر پرسرام بھاؤ کو تاسگاؤں سے بلوایا لیکن اس کے آنے کے بعد مباحثہ میں یہی طے پایا کہ باجی راؤ کو گدی نشینی کے حیلے طلب کر کے اپنے عہدہ داروں کی نگرانی میں رکھ لیا جائے چنانچہ پرسرام باجی راؤ کو قلعہ سیویتری سے لالیا صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ان کی گدی نشینی[1] کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوی اور یہ قرار پایا کہ اس تاریخ وہ پہلے ایک خاص مندر میں جائیں جہاں پوجا وقشقہ سے فارغ ہو کر گدی پر پہنچیں اور جس وقت وہ دیول پہنچیں تو ان کو وہاں سے بالا بالا پانچ ہزار عربوں کی حفاظت میں پھر قلعہ جنیر پہنچا دیا جائے جہاں وہ نظربند رہیں تاریخ مقررہ تک پرسرام نے باجی راؤ کو اپنا کر لیا اور اُن سے اپنے لئے مختاری ریاست کا وعدہ لیکر نانا فرنویس کے اس منصوبے کو بیان کر دیا اور تجویز یہ بنائی کہ تاریخ مقررہ کو ناسازئی مزاج کا عذر کر کے ٹال دیا جائے۔ جب تاریخ مقررہ اسی غیر واقعی عذر پر ٹال دی گئی تو نانا فرنویس کو کچھ شبہ ہو گیا۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۹۶

پیشوا کی قائم مقامی کے جھگڑے میں ارسطوجاہ کی حکمت عملی اور اُن کی مخلصی

اِسی دوران میں ایک روز دولت راؤ سندھیہ سیر و شکار کے سلسلے میں ارسطوجاہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اُن سے بھی آملے اور تقریب ملاقات یہ بتائی گئی کہ کسی نے ارسطوجاہ کے گھوڑے "ہمدم" کی تعریف ان سے کردی جس کے دیکھنے بلکہ حاصل کرنے کا شوق ان کو ہوگیا جب اُدھر سے گزرنے لگے تو اس گھوڑے کی خاطر وہ ارسطوجاہ سے جا ملے جنہوں نے بعد ملاقات اپنا گھوڑا معہ ساز و سامان ان کو دیدیا جب نانا فرنویس[1] کو یہ اطلاع ملی کہ راجہ سندھیہ ارسطوجاہ سے آملے تو ان کو تردد ہوا اور وہ فوراً ان کے پاس چلے آئے اور دریافت کرنے لگے کہ کیا باتیں ہوئیں۔ آخر بڑے اصرار اور قسما قسمی کے بعد ارسطوجاہ نے کنایتہً اتنا کہدیا کہ بہرحال آپ کی خیر نہیں ہے بے فکر نہ رہیں۔ اب نانا فرنویس پریشان ہوگئے اور ارسطوجاہ ہی سے صلاح چاہی انہوں نے یہ رائے دی کہ بہتر ہے کہ آپ کانکن چلے جائیں اور جاتے جاتے اپنا سوال جواب پیش کردیں اگر اس کا تصفیہ حسب مراد ہوجائے تو ٹھیک ورنہ اپنی تدبیر آپ کریں اور انگریزوں کو ہموار کرکے یہ دیکھتے رہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اس کو تسلیم کرکے نانا فرنویس نے ارسطوجاہ سے کہا کہ آپ بھی میرے شریک رہیں اور مجھ سے دور نہ رہیں اس کے بعد اسی شب نانا فرنویس پورندھر چل دیئے اور وہاں سے وائی پورندھر جاتے ہوئے انہوں نے باجی راؤ سے یہ اقرارنامہ حاصل کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ متحد و متفق رہیں گے مخالفت نہ کریں گے

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۸

ل اور جاتے جاتے ارسطوجاہ کو جلد تر اپنے پاس لانے کے لئے ایک مرہٹہ سردار کو دو سو سوار کے ساتھ چھوڑ دیا جس کی اطلاع ارسطوجاہ کی طرف سے راجہ سندھیہ کو دی گئی تو وہ معاً اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس چلے آئے جب دولت راؤ کی فوج کو آتا دیکھا تو نانا پھڑنویس کے متعین کردہ سوار اور سپاہی ارسطوجاہ کے پاس سے فرار ہو گئے۔

نانا پھڑنویس وائی پہنچنے کے بعد بلوبا تاتیہ (مختار دولت راؤ سندھیہ) نے پرسرام بھاؤ کو فراہم کر کے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۷۹۶ء (م ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۱۰ھ) چمناجی اپا کو گدی نشین کر دیا اور پرسرام بھاؤ ان کا مختار و وزیر بنا۔ اس نوبت پر باجی راؤ راجہ سندھیہ کو فراہم کرنے کے لئے ان کے ڈیرے گئے جہاں باتوں باتوں میں دیر ہو گئی وہیں ان کو یہ خبر ملی کہ چمناجی اپا کو پرسرام بھاؤ گدی نشین کرنے کے لئے ان کی قیام گاہ سے لے گیا جس کے بعد باجی راؤ نے سندھیہ ہی کی حمایت میں رہنے کو پسند کیا اب سندھیہ نے اپنے اخراجات فوج پرسرام سے طلب کئے اس نے یہ وعدہ کیا کہ ارسطوجاہ کو کھرڈلہ کے صلح نامہ کے بموجب ادائی رقم کے لئے کہے گا وہ رقم دیدیں تو آں (سندھیہ) کو ادا کر دی جائیگی لیکن ارسطوجاہ نے اس کے مطالبہ پر ادائی رقم کا وعدہ اس شرط سے کیا کہ پہلے ان کو نظربندی سے مخلصی ملے البتہ وہ ادائی رقم تک پونہ کی سکونت نہ چھوڑیں گے جس کی ان کو اجازت مل گئی اور وہ پونہ کے باہر گھانسی رام کوتوال کے میدان میں جا ٹھیرے اور جب انہوں نے نانا پھڑنویس کے مقابلے میں پرسرام بھاؤ کو مدد دینے کے لئے فوج کے فراہم کرنے کا ذکر کیا تو پرسرام نے خوشی سے ان کو فراہمی فوج کی اجازت دیدی جب پر انہوں نے وہیں پونہ کے ساہوکاروں سے کچھ رقم قرض حاصل کی

ل گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۹

ایک معقول فوج تیار کر لی اور مزید فوج کی ضرورت محسوس کر کے غالباً اسی زمانہ میں انہوں نے نظام علی خان کو معروضہ لکھا کہ سرکار عالی کی افواج جلد تر روانہ کی جائیں چنانچہ بندگانعالی نے فوراً عبسی میاں اور سبحان خان کو روانہ فرمادیا اور ان کے بعد فرانسیسی فوج کو موسی پیرو اور موسی ریموں کے تحت بھیجدیا جن کے ساتھ راجہ راو رنبھا اور سردار الملک گھانسی میاں اور اسد علی خان بھی تھے ـ

اب پرسرام بھاؤ نے نانا پھڑنویس کو اپنی خدمت پر رجوع ہونے کے حیلے سے پونہ طلب کیا لیکن نانا پھڑنویس نے یہ کہلا بھیجا کہ اپنے آنے سے قبل چند شرایط کی تکمیل منظور ہے جس کے لئے وہ (پرسرام) اپنے فرزند ہری پنت کو ان کے پاس روانہ کردے چنانچہ ہری پنت نانا پھڑنویس کی طرف روانہ ہوا لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بڑی بھاری اور منتخب فوج کے ساتھ آرہا ہے تو ان کو سوء ظن ہوا جس کی تائید بابا راؤ پھڑکیہ کے خط سے بھی ہوئی جس میں اپنی آپ حفاظت کرنے کے متعلق اس نے لکھا تھا وہ وہاں سے معاً گانکن چلے گئے اور پرتاب گڑھ سے ہو کر مہاڑ جا پہنچے ۔ بلّوبا تاتیہ ان کے تعاقب میں سندھیہ کی پیادہ پلٹن کو مقرر کر رہا تھا لیکن پرسرام نے نانا پھڑنویس کے خفیہ طرفداروں کے اثر میں آکر اس کو اس امر سے باز رکھا البتہ نانا پھڑنویس کی جاگیرات سندھیہ کو دیدیں اور ان کے مکانات اور دوسری جائداد ضبط کر لی ـ

اس کے بعد باجی راؤ کی طرف سے ایک مرہٹہ سلحدار بالاجی کنجر نے ان کی

لہ ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد ۲ صفحہ ۲۶۲

اعظم الامرا ارسطو جاہ مشیر الملک معین الدولہ
سہراب جنگ غلام سید خاں

گدی نشینی کے لئے نانا پھڑنویس سے ریشہ دوانی شروع کی اور ادہر نانا پھڑنویس بھی مرہٹہ سرداروں کو فراہم کرنے لگے جس میں ان کو کامیابی بھی ہوگئی چنانچہ بابا راؤ پھڑکیہ امیر پائیگاہ پیشوا تکارام (۱) ہولکر ان کے موید ہوگئے اور بلوبا تاتیہ کے ایک مخالف رایاجی پٹیل کے ذریعے انہوں نے دولت راؤ سندہیہ کو بھی اپنا موید بنالیا اور نظام علی خان کو اپنا طرفدار بنالینے کے لئے انہوں نے ارسطوجاہ سے سلسلہ جنبانی کی جس پر اس دوراندیش مدارالمہام نے کھرلہ کی جنگ میں دیئے ہوئے ملک اور رقم کے استرداد کا مطالبہ کیا اور اس کے علاوہ اُن مزید اخراجات کا بھی مطالبہ کیا ۔ جو اس نوبت پر نانا پھڑنویس کی طرفداری میں عاید ہوں جس پر نانا پھڑنویس نے ایک عہدنامہ مرتب اور اپنی دستخط سے تکمیل کرکے جہاڑ سے ارسطوجاہ کے پاس بھیجدیا ۔ نانا پھڑنویس بحالت موجودہ ایسے عہدنامہ کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے اس لئے انہوں نے اس میں ایک فقرہ یہ اضافہ کردیا کہ ان شرائط پر سری منت باجی راؤ کے دستخط کرادئے جائیں گے یہی عہدنامہ عہدنامۂ جہاڑ کے نام سے موسوم ہے جس کی نقل ضمیمہ (ج) میں درج ہے ۔

---

(۱) اس شخص کا نام سکارام گھاٹگے تھا جس کا تعلق کاگل خاندان سے تھا یہ اپنے ایک عزیز الیتوست راؤ گھاٹگے سے لڑکر شکست پاکر اور کولاپور سے نکل کر پرسرام بھاؤ کا ملازم ہوگیا جس کے بعد نانا پھڑنویس کے پاس ایک سوسوار کی عہدہ داری پر مامور ہوا جب نانا پھڑنویس سے نکل گئے تو دولت راؤ سندھیہ کی فوج میں ملازم ہوگیا ۔ اس کی لڑکی بہت خوبصورت تھی دولت راؤ اس لڑکی سے عقد کرنا چاہتا تھا اور غالباً اسی غرض سے اس نے اپنی فوج میں اس کو نامزد کردیا تھا ۔

نانا پھڑنویس کے منصوبوں کی تکمیل | اس سازش و تیاری کی اطلاع جب بلوبا کو ہوی تو اس نے باجی راؤ کے اکثر طرفداروں کو گرفتار کرلیا اور خود اُن کی قیام گاہ کا بھی محاصرہ کرلیا اور اس خفیہ فوج کو بھی نکال دیا جو باجی راؤ نے نانا پھڑنویس کی بھیجی ہوی رقم سے مہیا کرلی تھی لیکن یہ برطرف شدہ فوج عالم پراگندگی میں وائی تک پہنچ گئی تھی کہ مناجی پھڑکے اس سے جاملا اور اس کو پھر جمع کرلیا اور دوسرے سرداروں کے ساتھ یہ حصہ فوج بھی ملحق ہوگیا اس تمام فوج کی رقمی احتیاج نانا پھڑنویس نے پوری کردی اور اس کو ایما کیا کہ ساپلی گھاٹ میں جمی رہے۔ اس طرح وہاں تقریباً دس ہزار فوج جمع کرلی گئی جس کے بعد باجی راؤ کی گدی نشینی کا اعلان کیا گیا۔

بلوبا نے اس تمام کارروائی کو باجی راؤ ہی کی کارسازی پر محمول کیا اور ان کو قید کرکے ہندوستان بھیجدینے کے لئے سکارام گھاٹکے (راجا جی پٹیل) کو مامور کیا۔ باجی راؤ کو معلوم تھا کہ اس کی لڑکی پر دولت راؤ سندھیہ عاشق ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کو فراہم کرنے کی ترکیب یہ نکالی کہ گھاٹکے کو اس امر پر راضی کرلیں کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی سندھیہ سے کردے چند وعدوں کے تحت وہ راضی ہوگیا جس کی اطلاع باجی راؤ نے اپنی حسن کارگزاری کے اظہار کے ساتھ دولت راؤ سندھیہ کو کردی اور سندھیہ کے فراہم ہونے تک (ہندوستان جانے سے رُکنے کے لئے) خود آپ بیمار ہونے کا عذر کرکے نیرا ندی کے کنارے ہی ٹھیرے رہے۔

جب راجہ سندھیہ بھی نانا پھڑنویس کے ہم خیال ہوگئے اور منصوبہ پوری طرح مکمل ہوگیا تو ۲۷ ؍ اکتوبر ۱۷۹۶ء (۲۴ ؍ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ) کو سندھیہ نے بلوبا کو گرفتار کرلیا

اور ایک حصۂ فوج بمعیت فوج نظام علی خان نا روپنت چکردیو کی رہبری میں پرسرام بھاؤ کو گرفتار کرنے پر مامور ہوا جس کی سن گن پاکر پرسرام بھاؤ جمناجی کو لیکر سیونیری بھاگا جہاں وہ گرفتار کرلیا گیا صاحب گلزار آصفی نے اس کی گرفتاری میں نظام علی خاں کی فوج کی کارگزاری کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ ارسطوجاہ[۵۱] نے اس مقصد کے لئے اپنی فوج میں سے سبحان خان میراں یار جنگ (علیٰ میاں) و موسیٰ پیرو کو مامور کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ رات کو پرسرام کے گھر کا محاصرہ کرکے اس کو گرفتار کرلیں لیکن وہ محاصرہ سے کچھ ہی قبل اپنے مکان سے نکل بھاگا اور پونہ سے دو کوس پر اپنے لڑکے کے لشکر میں پہنچ گیا جب یہ خبر ملی تو سبحان خان اپنی فوج لیکر آدھی رات کے قریب اس لشکر پر حملہ کردیا لیکن پرسرام کو یہاں سے بھی نکلجانے کا موقع مل گیا اور جب یہ خبر ملی کہ وہ قلعہ جنیر[۵۲] کی سمت گیا ہے تو سبحان خان نے معاً اس کا تعاقب کیا آخر صبح صبح اس کو قلعہ جنیر کے دروازے پر گرفتار کرلیا اور ارسطوجاہ کے پاس پیش کردیا جنہوں نے اس کو دولت راؤ سندھیہ کے حوالے کردیا۔

عہدنامۂ مہاڑ کی تعمیل | نانا پھڑنویس ۲۵ نومبر ۱۷۹۶ء (م ۲۴ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ) کو مہاڑ سے پونہ واپس ہوکر اپنی خدمات پر مامور ہوئے اور باجی راؤ ۴ دسمبر ۱۷۹۶ء (م ۳ جمادی الثانی ۱۲۱۱ھ) کو گدی نشین ہوئے۔ پرسرام بھاؤ کی جاگیرات اور قلعہ احمد نگر سندھیہ کو دیدیا گیا اور رگھوجی بھونسلہ کے اقرارنامہ کی تعمیل کردی گئی لیکن عہدنامہ مہاڑ کی تعمیل سے باجی راؤ نے انکار کردیا جس پر

---

۵۱ گلزار آصفیہ صفحہ ۱۷۱

۵۲ غالباً یہ وہی قلعہ سیونیری ہے جس میں باجی راؤ اور ان کے دونوں بھائی نظربند تھے۔

ارسطو جاہ بگڑسے اور بلا حصول رخصت ۱۳ جولائی ۱۷۹۶ء (م ۱۸ محرم ۱۲۱۲ھ) کو حیدر آباد لوٹے۔ ارسطو جاہ پونہ سے نکل کر۔ یدا ٹیکہ تک پہنچے تھے کہ نانا پھڑنویس نے اُن کی تالیف قلب کیلئے اپنے معتمدین کو تحفہ تحایف کے ساتھ روانہ کیا اور معاہدے کے تصفیہ تک وہیں رُکے رہنے کی تاکید کی چنانچہ وہ ڈیڑھ مہینے تک وہیں ٹھیرے اور اس دوران میں نانا پھڑنویس نے حسب بیان کھارے[1] بہ اختلاف جزوی باجی راؤ کو عہدنامہ کہاڑ کی تعمیل پر رضامند کرلیا۔ اور اس علاقہ کا سہ ربع حصہ نظام علی خان کو واپس دیا گیا جو صلح نامہ کھڑلہ کی رو سے پیشوا کو ملا تھا اور بیدر کے چوتھ میں سے سہ ربع حصہ بحق نظام علی خان قرار پایا اور دو کرور نقد ادا شدنی رقم میں سے صرف پندرہ لاکھ منہا کر کے دستاویزات پر بقیہ کی بھرپائی کردیگئی۔

نظام علیس ریلے شنس وِد مرہٹاس کے مولف کا خیال ہے کہ عہدنامۂ کہاڑ کی تعمیل محض جنگی دھمکی کے تحت ہوئی ہے۔ اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تمام مرہٹہ سردار اپنے مقام کو واپس ہو رہے تھے اور نظام علی خان کی فوج ارسطو جاہ کے تحت پونہ سے قریب ٹھیری ہوئی تھی اگر اس موقع پر کہاڑ کے عہدنامہ کی تعمیل سے انکار ہی کردیا جاتا تو اس امر کا امکان تھا کہ ارسطو جاہ اعلان جنگ کردیتے جن کا مقابلہ پیشوا کو تنہا کرنا پڑتا اور اُن کی فوج غالباً ان کے مقابلہ کے لئے کافی نہ ہوسکتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ نانا پھڑنویس نے جس وقت اس عہدنامہ کی تکمیل کی ہے وہ

---

[1] کھارے جلد دہم صفحہ ۵۱۵

[2] بموجب حوالہ نظام علیس ریلیے شنس وِد مرہٹاس۔

کسی حیثیت سے اس کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے چنانچہ اس کا فقرہ (۱۲) اس کا شاہد ہے جس میں وہ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ان فقرات عہد نامہ پر سری منت بالاجی کے تکمیلی دستخط کرا دیں گے اور انہیں کی اس عدم قابلیت کا لحاظ کر کے غالباً ارسطوجاہ نے اس عہد نامہ کے بعد ہی ۲ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ (م ۳ نومبر ۱۷۹۶ء) کو دولت راؤ سندھیہ سے ایک علیحدہ عہد نامہ طے کیا جو ضمیمہ (د) میں درج ہے اور جس کا فقرہ (۲) یہ ہے۔

"بالاجی پنڈت نانا پھڑنویس از سرکار نواب آصف جاہ بہادر قرار کردہ باشند بدین موجب از طرف مشارٌ الیہ عمل خواہد آمد احیاناً اگر دقتے در آن ظہور رسد اینجانب (سندھیہ) شریک صاحب (ارسطوجاہ) گردیدہ بموجب قرار عمل کنانیدہ خواہد داد و از سرکار این جانب ہم بالاجی پنڈت پھڑنویس قرار کردہ باشند بدان موجب از جانب نامبردہ عمل خواہد آمد احیاناً اگر دقتے در آن رو دہد صاحب شریک باماشدہ بموجب قرار از نامبردہ عمل کنانند ذمہ داران مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود۔"

غالباً یہی معاہدہ نانا پھڑنویس اور باجی راؤ کے منشا کو زیادہ متاثر کرنے والا تھا اس واسطے کہ عہد نامہ کھاڑ کی تعمیل نظام علی خان کے حق میں نہیں ہو رہی تھی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ارسطوجاہ کو اسی فقرہ کے تحت سندھیہ سے مدد لینی پڑتی جس کا نتیجہ جنگ ہی ہو سکتا تھا اور ظاہر تھا کہ سندھیہ کی فوج تقریباً تمام ہندوستان میں بہتر اور آزمودہ تھی عجب نہیں جو خود سندھیہ نے اس فقرہ کے نظر کرتے اور نانا پھڑنویس نے اپنے تکمیل کردہ عہد نامہ کے پاس و لحاظ سے اس کی تعمیل کے لئے باجی راؤ کو مجبور کیا ہو۔

نظام علیس رسالے شنس کے مولف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نامئہ کہاڑ کی تعمیل جزاً ہوئی لیکن صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ بموجب اقرار[1] نانا پھڑنویس نے ایک کروڑ روپیہ نقد اور تین کرور روپیہ کی دستاویز اور صوبہ بیدر کے چوتھ کی معافی کی سند اور گذاشت محالات وقلعہ دولت آباد لیکر اور پونہ کے ساہوکاروں سے جو قرض ایک کرور روپیہ حاصل کیا تھا اس کی ادائی نانا پھڑنویس کے ذمہ کر کے ارسطوجاہ حیدرآباد واپس ہوئے۔

عہدنامئہ کہاڑ میں ایک کروڑ روپیہ نقد ادا کرنے یا ارسطوجاہ کے ذمگی قرض کی ادائی کا بار اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر ہے یہ البتہ ممکن ہے کہ تحت اخراجات جنگ بموجب فقرہ (۸) مندرجہ معاہدۂ کہاڑ ان کو دس لاکھ روپے دئے گئے ہوں جس پر صاحب گلزار آصفیہ نے ایک صفر کا اضافہ کر دیا۔

بہرحال مرہٹوں کی اس خانہ جنگی میں نظام علی خان کا معقول فایدہ ہوا جو ان کے فہمیدہ و مدبر مدارالمہام ارسطوجاہ کی حسن سعی اور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۷۵

جنگ میسور

۱۷۹۹ء
۱۲۱۳ھ

اسباب جنگ | ٹیپو سلطان کے لڑکے جو ۱۷۹۲ء (م ۱۲۰۶ھ) کے صلحنامہ کے تحت بطور یرغمال
کمپنی کے زیر نگرانی تھے اوایل ۱۷۹۴ء (م ۱۲۰۸ھ) میں باعزاز و اکرام واپس کر دئے گئے
اس کے بعد سے غالباً ٹیپو سلطان اپنی سلطنت کی وسعت کے خیال میں دور دور کے
منصوبے قایم کرنے لگے چنانچہ وہ اپنے قلعہ جات کی ترمیم و تعمیر کی طرف توجہ کرنے کے علاوہ
دور دور کی خود مختار سلطنتوں سے مراسلت کرنے لگے ایران کے ایک شاہزادے ان کے
پاس آئے شاہ افغانستان سے کوئی مفاہمت ہوئی اور ایک سفیر کو خلیفۃ المسلمین سلطان
ترکی کے پاس روانہ کیا شاہ فرانس (نپولین اعظم) سے بھی ریشہ دوانی کی یہ اعمال اس قابل
نہیں تھے کہ وہ جماعت (یا کمپنی) ان کو صرف نظر کر جاتی جو طلب منفعت اور ملک گیری کی
خاطر اپنا وطن (انگلستان) چھوڑ ہندوستان میں قسمت آزمائی کے لئے آئی ہو۔ انگریزی کمپنی
کے عہدہ داروں نے اس کو نظر تعمق سے دیکھ کر قرار دیا کہ ٹیپو سلطان انگریزوں ہی کے خلاف
کسی جارحانہ کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی خیال سے ان کے منصوبوں کے دفع و خلل کی

تیاریاں کرنے لگے۔

کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرس نے خاص اسی غرض سے لارڈ مارننگٹن (المعروف مارکوئیس ویلزلی) کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا جنہوں نے مسایل ہندوستان پر غور کرتے ہوئے مرہٹوں کے مقابلے میں نظام علی خان کو کمک نہ دینے پر اپنے مراسلہ مورخہ ۲۲ر فروری ۱۷۹۸ء موسومہ پریزیڈینٹ بورڈ آف کنٹرول میں بایں الفاظ اظہار خیال کیا ہے۔

"یہ کوئی دوراندیشانہ پالیسی نہیں ہے کہ نظام اور مرہٹے آپس میں لڑکر کمزور ہو جائیں درآں حالیکہ ٹیپو سلطان آرام میں ہیں"[1]

اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مطمح نظر صرف ٹیپو سلطان تھے گورنر جنرل موصوف نے اس امر پر بھی توجہ کی کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کو معاہدوں کے ذریعے اپنے قابو میں لا لیا جائے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے متفق ہو کر ان کی قوت میں اضافہ کرنے کا باعث نہ ہو جائیں۔

مارکوئیس ویلزلی بحیثیت گورنر جنرل ۱۷ر مئی ۱۷۹۸ء (م یکم ذی الحجہ ۱۲۱۲ھ) کو کلکتہ پہنچے یہاں آنے کے تین ہی ہفتے بعد ان کو یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کے دو ایلچی فرانس پہنچے جن کے ذریعے انہوں نے حکومت فرانس سے اتحاد قایم کرنے کی تحریک کی اور اسی سلسلہ میں کچھ فرانسیسی عہدہ داروں کو بھی طلب کیا جس پر وہاں سے تقریباً دو سو سپاہی مع عہدہ دار[2] ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کئے گئے جو منگلور کی بندرگاہ پر ۲۶ر اپریل ۱۷۹۸ء (م ۱۰ر ذیقعدہ ۱۲۱۲ھ) کو پہنچے[3]

---

[1] مسوار اینڈ ڈسپاچز آف مارکوئیس ویلزلی مرتبہ آر۔ آر۔ پیرس جلد اول صفحہ ۱۵ [2] حسب مراسلہ لارڈ مارننگٹن مورخہ ۲۰ر مارچ ۱۷۹۹ء موسومہ کورٹ آف ڈائرکٹرس۔ [3] ملس ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۲۶ء صفحہ ۶۶

نظام علی خاں آصف جاہ ثانی

انگریز مورخ اس فرانسیسی فوج کے آنے کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ ٹیپو سلطان انگریزوں سے سابقہ جنگ کا انتقام لیکر اپنے کھوئے ہوئے علاقہ کو واپس حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ سپاہیوں کی اس قلیل تعداد[۱] سے اس سوءظن کی گنجائش پیدا ہوتی ہے کہ یا تو انگریزی کمپنی کو نیچا دکھانے کے لئے صرف انہی دوسو سپاہیوں کی کمی تھی یا یہ کہ ٹیپو سلطان کو صرف انہیں دوسو سپاہیوں کی امداد کی ضرورت تھی۔ یہ ضرور ہے کہ ٹیپو سلطان انگریزوں کے موافق نہیں تھے اور عجب نہیں کہ وہ یہ بھی چاہتے ہوں کہ نہ صرف اپنے منتزعہ حصہ ملک کو انگریزوں سے واپس حاصل کرلیں بلکہ ان کو ہندوستان سے بھی نکال باہر کردیں لیکن اس نوبت پر ان کے ان اعمال پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاہ کابل و شاہ ایران سے جو مراسلت ہوئی تھی وہ مرہٹہ ریاست کے مقابلے کے لئے تھی۔ شاہ ترکی سے جو مراسلت ہوئی اس کا امکان محض قومیت کے اعتبار سے تھا یا اس لئے کہ خلیفۃ المسلمین کے پاس سے اپنی شاہی کے لئے سند طلب کریں جس کے بعد سے وہ مستند طور پر اپنی ریاست کے خودمختار بادشاہ کہلائے جاسکیں کیونکہ جو امور کہ مخالفین ٹیپو سلطان ان کو برا ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ بطور خود بادشاہ یا سلطان کا لقب اختیار کئے ہوئے تھے۔ شاہ فرانس سے جو مراسلت انہوں نے کی اس لئے ہوسکتی تھی کہ اپنی فوج کو زیادہ باقاعدہ بنانے اور اس کو یورپی اصول پر فوجی اور حربی تعلیم دلانے کے سامان مہیا کریں اور

---

[۱] اس کی تعداد ٹیپو سلطان نے اپنے اطلاعی خط مورخہ ۳۰ر اگست ۱۷۹۸ء بنام موسیو ملارتک فرانس میں صرف ساٹھ سپاہی بتائی ہے اور لارڈ مارننگٹن نے مشمول عہدہ داران دو سو بتائی ہے۔ ملس ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۵۸ء صفحہ ۶۷

اس مخالف انگریز قوم سے اس قسم کی مدد حاصل کرنے میں سہولت اسی صورت میں تھی کہ اس قوم کو یہ جتائیں کہ وہ خود بھی انگریزی قوم کے افراد سے خوش نہیں ہیں۔ بہرحال ٹیپو سلطان کے ان اعمال کو انگریزی کمپنی نے سخت ترین بدگمانی سے دیکھا اور یہ تصفیہ کر لیا کہ جتنا جلد ہو سکے ان کے منصوبوں پر پانی پھیر کر ان کی روز افزوں قوت کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا جائے۔ سب سے پہلے لارڈ صاحب نے مدراس گورنمنٹ کی فوج کو سواحل ملیبار و کورومنڈل پر اتر آنے کے احکام دیئے اور اپنے اس خیال کی تائید و تکمیل میں جو بورڈ آف کنٹرول کے پریزیڈنٹ کے موسومہ خط میں ظاہر کیا تھا ٹیپو سلطان سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نظام علی خان اور مرہٹہ راجگان و پیشوا کے ساتھ ایک مزید معاہدہ کرنے کی کوشش کی تا کہ اس پیش پا افتادہ مہم میں ان دیسی ریاستوں کی فوجی قوت کمپنی کے زیر اثر آجائے اور ان کے خود مختارانہ اقتدارات کمپنی کی صواب دید پر منحصر ہو جائیں۔

عہدنامۂ امدادی کی تکمیل | ۱۷۹۷ء (م ۱۲۱۲ھ) تک حیدرآباد میں ولیم کرک پاٹرک رزیڈنٹ تھے جب وہ کیپ آف گڈ ہوپ چلے گئے تو ان کے بھائی جیمس اکیلیس کرک پاٹرک ان کے قایم مقام ہوئے۔ انہیں کے ذریعے نظام علی خان کے ساتھ ایک عہدنامہ یکم سپٹمبر ۱۷۹۸ء (م ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ) کو تکمیل پایا جس میں دائمی طور پر انگریزی امدادی فوج کو ملازم رکھنے اور اس فرانسیسی فوج کو جو سرکار عالی میں ملازم تھی برطرف کر دینے کا معاہدہ ہوا اور یہ بھی طے پایا کہ ان فرانسیسیوں کو جو اس فوج میں ملازم ہوں انگریزی کمپنی کے حوالے کر دیا جائے اور آیندہ کوئی یوروپین بلا اطلاع کمپنی مامور و ملازم نہ کیا جائے لفٹننٹ کرنل ولسن کا

بیان ہے کہ اس[1] فرانسیسی فوج کی برطرفی کے لئے نظام علی خان اور ان کے وزیر ارسطو جاہ کو راغب کرنے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں ولسن کا یہ بیان خلاف واقعہ نہیں ہے اس واسطے کہ نظام علی خان کے تخیل کے تحت ارسطو جاہ کا مسلک یہ تھا کہ فرانسیسیوں سے خطرے کی صورت میں انگریزی افواج سے مدد لیں اور انگریزی افواج سے خطرے کی صورت میں فرانسیسی فوج سے اور اس فوج کو برطرف کر دینے کی صورت میں اس فایدہ کے حاصل کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا بلکہ صرف انگریزی فوج کی رضاجوئی میں رہنا پڑتا جیسا کہ بعد میں فی الحقیقت ہوا لیکن اس وقت نظام علی خان کے مرض فالج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ریاست کے اندرونی حالات اور ان کی قایم مقامی کی کشمکشوں میں (جس کا ذکر آگے آئے گا) ارسطو جاہ اس عہد نامہ کی تکمیل پر مجبور ہوئے اور نظام علی خان سے تکمیلی دستخط حاصل کر لی۔ یہ وہی عہد نامہ ہے جس کی رو سے ریاست آصفیہ تمام خارجی معاملات میں انگریزی کمپنی کے زیر اثر آگئی اور ایک حد تک اپنی حقیقی خود مختاری کھو بیٹھی اور چونکہ یہ خاص اہمیت رکھتا ہے اس کا ترجمہ ہم ضمیمہ ۵ میں درج کرتے ہیں۔

عہد نامہ کی تکمیل کی نوبت پر سکندر جاہ کی تخت نشینی میں استمداد کی شرط اور اس کے اسباب

اس عہد نامہ کے شرایط کے تصفیے کے لئے جو مشکلات انگریزی کمپنی کو درپیش تھیں ان کا اجمالی ذکر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ[2] نشان (۴۷) موسومہ کپتان جے اے کرک پیاٹرک میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو جاہ یہ بخوبی جانتے تھے کہ اس عہد نامہ کے شرایط زیادہ تر کمپنی کے مفید مطلب تھے۔

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۳۰۹

[2] ڈسپاچز آف دی مارکویس ویلزلی مرتبہ آر ایم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۵۸

اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ چند ایسے امور بھی طے کر لئے جائیں جو اپنے لئے بھی مفید ہوں وہ امور یہ ہیں :۔

(۱) سکندر جاہ کی تخت نشینی کی تائید انگریزی گورنمنٹ کرے۔

(۲) ریاست آصفیہ کے اندرونی انتظامات و رفع مناقشات کے لئے انگریزی افواج متعینہ ریاست سے مدد ملا کرے۔

(۳) حیدرآباد اور پونہ کی ریاستوں میں جو اختلافات واقع ہیں یا آیندہ ہوں ان کے ارتفاع میں انگریزی کمپنی حصہ لے اور مدد دے۔

ان میں سے مابعد الذکر دو امور ایسے تھے جن کے متعلق انگریزی کمپنی نے قبل ازیں جواب دیدیا تھا کہ اس کو ریاست کے ان امور سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ ان امور میں نظام کی کوئی مدد نہیں کر سکتی جس پر ارسطو جاہ کو ضروری معلوم ہوا کہ ان ہر دو مسایل کے متعلق بھی انگریزی کمپنی سے کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ اور امر مقدم الذکر یعنے تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق تائید حاصل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پائی گئی کہ نظام علی خان کی علالت (از مرض فالج) کے دوران میں سکندر جاہ نے جلد بازی کر کے امور ریاست میں بیجا مداخلت[۱] کی تھی جو نظام علی خان کو ناگوار گذری اسی بنا پر خود بدولت نے اُن پر نگرانی قایم کر دی تھی سکندر جاہ کی جلد بازی کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ نظام علی خان نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ اپنے ممالک محروسہ کو تین حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصہ اپنے فرزندوں میں سے سکندر جاہ

---

[۱] فرنچ پس آف ریاست علی الائی دی نظام صفحہ ۱۹۳

فریدوں جاہ اور جہاندار جاہ کے نامزد کردیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان[1] کے متعلق سندیں بھی تیار کردی گئی تھیں لیکن امیر پائیگاہ اور راجہ شام راج نے اس خیال کے تحت کہ فریدوں جاہ نظام علی خان کے قایم مقام ہوں ان اسناد کو بروئے کار آنے سے روک رکھا۔

فریدوں جاہ ایک حد تک انگریزوں کے مخالف تھے جب ارسطو جاہ پونہ سے واپس آکر خدمت مدارالمہامی کا جائزہ حاصل کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ نظام علی خان کے وہ صاحبزادے (سکندر جاہ) جن کے عقد میں وہ اپنی پوتی کو دینا چاہتے تھے اس طرح محروم کئے گئے ہیں تو ان کو اپنی آیندہ توقعات کے منقطع ہوجانے کا یقین ہوگیا اس لئے انہوں نے سکندر جاہ سے خفیہ طور پر مفاہمت کر کے پہلے نظام علی خان سے یہ منظوری حاصل کرلی کہ سرکاری کاغذات پر سکندر جاہ[2] دستخط کیا کریں کیونکہ فالج کا اثر سیدھی جانب پر ہونے کے باعث نظام علی خان اس قابل نہیں رہے تھے کہ سرکاری کاغذات پر کچھ لکھ سکیں یا دستخط کرسکیں اس حکم کے حصول کے ساتھ ساتھ ارسطو جاہ نے ان کی تخت نشینی کے لئے انگریزی کمپنی سے تائید حاصل کرنیکی تجویز کی۔ اور اسی تجویز کے تحت مابہ البحث عہدنامہ کی تکمیل کے وقت اس مسئلہ کو بھی پیش کردیا گیا کپتان جے لے کرک پیاٹرک کی اطلاع دہی پر مارکویس ویلزلی نے ان کو مراسلہ نشان (۴۷) میں یہ لکھا کہ :۔

"میرا مصمم ارادہ ہے کہ سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کیجائے لیکن میں نے اس کو اعظم الامرا سے فی الحال مخفی رکھنے کی جو تم کو ہدایت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار

---

[1] اورہبت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۴ [2] اورمیت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۶ ۔

ممکن ہے کہ نظام کے دل میں کوئی بدگمانی یا شک پیدا کرے“۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نظام علی خان سکندر جاہ کو تخت نشین کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن کی تخت نشینی کی نسبت جو مفاہمت کہ ارسطو جاہ اور انگریزی کمپنی کے مابین ہو رہی تھی وہ نظام علی خان کے بلا علم و اطلاع تھی۔

ارسطو جاہ کے ان پیش کردہ امور میں سے تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق کسی تحریری وثیقہ یا تصفیہ کے بغیر عہد نامہ تکمیل پا گیا اور میسور کی جنگ کے بعد ویلزلی نے سکندر جاہ کی تخت نشینی میں مدد دینے کے لئے آٹھ شرائط پیش کر کے جے اے کرک پیاٹرک کو لکھا کہ

”اگر سکندر جاہ[1] ان شرائط سے نا راضی ہوں تو تم ارسطو جاہ اور میر عالم سے مل کر نظام کے کسی اور لڑکے کو انہیں شرائط کے ساتھ تخت پر بٹھانے کے لئے آمادہ کرو“۔

یہ شرائط سکندر جاہ نے بلا علم و اطلاع نظام علی خان تسلیم کر لئے۔

فرانسیسی فوج کی برطرفی تحت معاہدہ ۱۷۹۸ء م ۱۲۱۳ھ

معاہدۂ مذکور کی تکمیل کے ڈیڑھ مہینہ بعد تک بھی فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی عمل میں نہیں آئی جب انگریزی رزیڈنٹ نے اپنی سابقہ فوج میں اضافہ کے لئے مزید انگریزی فوج طلب کر لی تو نظام علی خان کو یہ دھمکی دی کہ اگر فرانسیسی[2] عہدہ داروں کے برطرف کرنے میں اب بھی کوئی پس و پیش ہو تو وہ خود اپنی فوج کو حکم دیدینگے کہ

---

[1] ڈسپاچیس آف ویلزلی مرتبہ آر ایم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۳۵ مراسلہ نمبر (۴۱) مورخہ ۱۲ نومبر ۱۷۹۹ء

[2] اور رمت مل الالی دی نظام صفحہ ۲۲۹

فرانسیسی فوج کی چھاؤنی پر حملہ کردے اور اس کے ساتھ اپنی انگریزی فوج کو اس چھاؤنی سے قریب تر جا ٹھیرنے کا حکم بھی دیدیا۔ جس کے بعد بندگانعالی نے فرانسیسی عہدہ داروں کو برطرف کر کے اہالیان کمپنی کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔ لے، کرک پیاٹرک حکم برطرفی کے حصول کیلئے جس وقت نظام علی خان کے پاس گئے ان کے ساتھ ان کے مددگار مسٹر مالکم اور ڈاکٹر بوبھی تھے حضور نے احکام برطرفی کے ساتھ رزیڈنٹ کو ایک ایک جیغہ سرپیچ اور کنٹھی مروارید سے اور ایک ایک جوڑ دست بند اور بھجبند سے سرفراز کیا اور ان کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک جیغہ اور سرپیچ عنایت ہوا۔

سرکار عالی کی فرانسیسی فوج میں صرف ایک سو چوبیس فرانسیسی عہدہ دار تھے جن کی برطرفی کے بعد ان کے تحت کی فوج نئے عہدہ داروں کے سپرد کر دی گئی اس برطرفی کے لئے جو اہتمام انگریزی کمپنی کے ذریعے ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ برطرف ہونے والے عہدہ دار اگر چاہتے تو اپنی ماتحت فوج کے ذریعے ریاست کی افواج پر حملہ کر دیتے بہر حال احکام برطرفی کی تعمیل کی غرض سے کرنل جارج رابرٹس کے تحت چار ہزار تین سو پچاس سپاہیوں کی فوج بجواڑے سے حیدر آباد آئی جو یہاں کی سابقہ فوج (متعلقہ بنگالا) سے ملحق ہوگئی۔ اس فوج کے حیدر آباد آجانے کے بعد ہی رزیڈنٹ بہادر نے حملہ کی دھمکی دیکر فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی کے احکام حاصل کئے جس کے بعد اس فوج نے فرانسیسی فوج کی چھاونی کا محاصرہ کر لیا اور اس کے سپاہیوں کی دلجوئی کر کے ان سے وعدہ کیا گیا کہ

لے اس وقت حضور بدولت قلعہ محمد نگر میں رونق افروز تھے۔

ان کی پوری پوری تنخواہیں (جو واجب الطلب تھیں) ادا کردیجائیں گی۔ اس توقع میں سپاہیوں نے فرانسیسی عہدہ داروں سے انحراف کرلیا جس کے بعد ان میں کا ہر ایک عہدہ دار ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہوگیا۔ اس طرح انگریزی فوج نے ان کو اپنی حراست میں لیکر کمپنی کے علاقہ میں روانہ کردیا

عہد نامۂ مذکور کی تکمیل و تعمیل کے دوران میں گورنر جنرل کو یہ اطلاع کہ شاہ فرانس (نپولین اعظم) نے مصر پر حملہ کردیا ہے جس کے فتح ہو چکنے کی صورت میں اس کا ہندوستان پر حملہ آور ہو جانا قرین عقل بھی تھا اور آسان تر بھی اس لئے لارڈ مارننگٹن نے ادہر مدراس کی فوج کو حکم دیا کہ میسور کے حدود کی طرف بڑہے اور اُدہر بمبئی کی فوج کو احکام بھیجے کہ سرینگ پٹن کی طرف بڑھ آئے تاکہ مدراس کی انگریزی فوج کی کمک کرسکے اور ایک طرف سے سرکار عالی کی انگریزی افواج بھی طلب کی گئیں۔ عہدنامۂ مذکورۃ الصدر میں کوئی ایسی شرط صراحتہً موجود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے مقابلے پر اس فوج سے کام لیا جائے گا یا سرکار نظام کی اور فوج سے مدد حاصل کی جائیگی اور اس مدد کے معاوضہ میں مال غنیمت یا حصۂ ملک جو کچھ بدست ہو اس کی تقسیم باہمی کس تناسب سے ہوگی البتہ اس کے فقرہ پنجم میں بالاجمال یہ مذکور ہے کہ

"یہ امدادی فوج ہر وقت اہم خدمات کے لئے آمادہ رہیگی مثلاً حفاظت ذات بندگانعالی یا ان کے ورثا اور قایم مقاموں کے لئے باغیوں کی اور ریاست میں فتنہ و فساد مچانے والوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے لیکن اس کو چھوٹے چھوٹے معمولی امور پر یا حصول محاصل کے لئے مثل فوج سہندی مامور نہ کیا جائے گا"[1]

---

[1] دی ٹری ٹیز مرتبہ سی یو ایچی سن جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۵۰۔

سابقہ جنگ میسور (۱۷۹۲ء م ۱۲۰۶ھ) کے قبل ایک معاہدہ ۱۷۹۰ء (م ۱۲۰۴ھ) میں ہوا تھا جس میں فوجی امداد اور اس کے معاوضہ میں باہمی تقسیم کا ذکر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس عہد نامہ میں تین فریق (نظام علی خان پیشوا اور انگریزی کمپنی) تھے اور اس کی دوسری شرط[1] میں ہر سہ فریق سے نقض معاہدہ کی وجہ سے ٹیپو سلطان پر فوج کشی کرنے کی قرارداد تھی۔ اس عہد نامہ کا اثر اس جنگ (۱۷۹۲ء) کی صلح کے ساتھ ہی باقی نہیں رہا کہ اس نوبت پر اس سے استفادہ کیا جاتا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ٹیپو سلطان کے کچھ اثرات ریاست آصفیہ میں قایم ہوگئے تھے کہ نظام علی خان کے بھانجے امتیاز الدولہ ممتاز الامرا کے ذریعے ٹیپو سلطان ریشہ دوانی کر رہے تھے اور ان کے ایک سفیر موسوم بہ مدینہ صاحب ان کی طرف سے حیدرآباد آتے جاتے تھے اور غالباً یہاں کے امرا میں سے بعض ان کی حمایت میں بھی تھے اس لئے انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس عہد نامہ میں اس آنے والی جنگ میسور کا کوئی ذکر صراحتہً کیا جائے یا اس کے متعلق کوئی شرط مرقوم ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ اس عہد نامہ سے سخت مخالفت کی جاتی۔ صرف فوجی اضافہ کی غرض ظاہر کر کے اور فرانسیسی عہدہ داروں کے برطرف کر دینے کی قرارداد پر عہد نامہ ۱۷۹۸ء (م ۱۲۱۳ھ) طے کیا گیا۔ ممکن ہے کہ ارسطو جاہ سے رزیڈنٹ نے بالمشافہ میسور پر فوج کشی کی نسبت کوئی اقرار کیا ہو یا خفیہ طور پر کوئی اور معاہدہ ہوا ہو جس کا کوئی شایع شدہ داخلہ ہمارے حیطۂ علم میں نہیں ہے۔

اس موقع پر طلبی فوج کے ساتھ اس فوج کی سپہ سالاری کی نسبت مارکوِیس ویلزلی نے

---

[1] دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۴۴۔

رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کو لکھا۔

"کوشش کی جائے کہ اس مہم میں اعظم الامرا (ارسطو جاہ) افواج نظام کے سپہ سالار رہیں اور اگر کسی خاص وجہ سے وہ نظام کے ساتھ رہ جائیں یا یہ کہ ان کو افواج کے ہمراہ مہم پر چلنے کے لئے آمادہ نہ کیا جاسکے تو کسی اور شخص کو سپہ سالاری کے لئے انتخاب کرنے میں احتیاط کو کام میں لایا جائے (خیال رہے کہ) سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیئے جو معتبر اور امیر ہونے کے علاوہ غرض واحد میں دلچسپی رکھنے والا بھی ہو افواج نظام کی سپہ سالاری کے لئے ایسا شخص ہو جو ان امور کے علاوہ فوجی معلومات اور جنگی تجربہ بھی رکھتا ہو اور حیدرآباد کے دربار میں ایسے صفات کا آدمی ملنا مشکل ہے۔"[۵]

اس سے ظاہر ہے کہ انگریزوں کو اپنی تائید کی نسبت ارسطو جاہ پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کے ساتھ ویلزلی کو یہ بھی خیال تھا کہ چونکہ نظام علی خان ان دنوں صحیح المزاج نہیں تھے اس لئے ارسطو جاہ کا ان کی قربت سے دور رہنا نہ تو دان کے مفاد کے مدنظر قرین عقل تھا اور نہ خود کمپنی کے مقاصد کے لحاظ سے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اس فوج کے سپہ سالار ارسطو جاہ نہوں تو کوئی ایسا شخص ہو جو ان کا ہم خیال ہو اور ریاست کے امرا میں سے نہ امیر پائیگاہ ہی انگریزی کمپنی کے طرفدار تھے اور نہ راجہ شام راج و ممتاز الامرا۔ ویلزلی کے جملہ آخر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ چونکہ دربار میں ان صفات کا آدمی ملنا مشکل تھا جن کا انہوں نے

---

[۵] سائیں آف آیم مارش جلد اول صفحہ ۳۳۳ مراسلہ مورخہ ۸ نومبر ۱۷۹۸ء۔

ذکر کیا ہے اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ منجانب ریاست کوئی انگریزی سردار ہی اس خدمت کے لئے نامزد کر دیا جائے لیکن اس کو پسند نہ کیا گیا آخر کار نظام علی خان کی منظوری سے ارسطو جاہ نے میر عالم کو سپہ سالاری پر مامور کر دیا اور ان کے ہمراہ ہادی الدولہ بہرام جنگ حیدر نواز جنگ اور ابو تراب خان کو مہم پر جانے کا حکم ہوا۔ یہ فوج دریائے کرشنا کے کنارے پہنچ کر رک گئی اس کے متعلق ویلزلی نے اپنے ایک مراسلہ کے ذریعے جے اے کرک پیاٹرک کو یہ اطلاع دی کہ

"مجھے کپتان وایٹ کا ایک خط ملا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ نظام[1] کی انفنٹری نے (چھ ہزار کی تعداد میں) دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہے اور آگے بڑھنے سے منحرف ہو گئی ہے میر عالم اس فوج کو آگے بڑھنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے ہیں"۔

اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو فوج کو ٹیپو سلطان پر حملہ کی غرض سے نکلنے کی اطلاع اس مقام پر ملی اس لئے اس نے ان کے مقابلہ سے انحراف کر دیا یا یہ کہ دریائے کرشنا کی طغیانی کی وجہ سے اس نے اس کے پار ہونے سے انکار کر دیا بہر حال اس کو آمادہ کیا گیا اور یہ فوج جب دریائے کرشنا پار ہو چکی تو فروری ۱۷۹۹ء (رمضان ۱۲۱۳ھ) میں کرنل آرتھر ویلزلی کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ اور میر عالم کی نگرانی فوج بے قاعدہ پر قائم رہی حملہ یا پیش قدمی میں ان کے احکام یا مشورے کو کوئی دخل نہ رہا۔

---

[1] ڈسپاچیس آف آف ویلزلی مرتبہ آرم مارٹن جلد اول صفحہ ۴۱۵ مراسلہ نشان (۱۳۷) مورخہ ۲۱ فروری ۱۷۹۹ء

وجہ تحریک اور اعلان جنگ | انگریزی افواج کی پیش قدمی کے بعد غالباً وجہ تحریک جنگ پیدا کرنے کے لئے مارکوئیس ویلزلی نے ٹیپو سلطان کو مطالبات ذیل میں متواتر چند خطوط لکھے۔[1]

(۱) نووارد فرانسیسیوں کو انگریزی کمپنی کے حوالہ کر دیا جائے۔

(۲) انگریزی کمپنی کا وکیل (رزیڈنٹ) دارالریاست سرینگا پٹن میں رکھا جائے

(۳) بنادر مقبوضہ (مثلاً گوڑیال بندر، منگلور وغیرہ) بغرض تجارت انگریزی کمپنی کے تفویض کر دیئے جائیں۔

یہاں ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ مطالبات کس حد تک بجا تھے بہرحال ان کا جواب ٹیپو سلطان نے گورنر جنرل کے حسب دلخواہ نہ دیا اسی بناء پر میسور پر فوج کشی کا اعلان کر دیا گیا۔

حالات جنگ اور شہادت ٹیپو سلطان | صاحب نشان حیدری کے بیان کے موافق اس موقع پر ٹیپو سلطان کے ملک میں کچھ ایسی سازشیں ہو گئی تھیں کہ بعض ملازم عہدہ دار و امراء در پردہ خود ان کے مخالف ہو گئے اور احکام کی عدم تعمیل اور ٹال مٹول سے غنیم کو اپنے حسب منشاء حملہ آور ہونے میں کامیابی کا موقع دیتے تھے چنانچہ ان کا دیوان میر صادق، سپہ سالار قمرالدین خان وغیرہ اسی زمرہ میں تھے اور ٹیپو سلطان کو ان کے حقیقی خیر خواہوں سے بدظن کرا کے ان سے دور کر رہے تھے تاکہ وہ ان کا ساتھ نہ دے سکیں۔

مدراس کی انگریزی فوج جب جنرل ہارپس کے تحت میسور کی طرف بڑھی تو ٹیپو سلطان نے

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۳۸۳

پورنیا[1] کو ان کی مدافعت کے لئے مامور کیا۔ جو اپنی فوج کو انگریزوں کی مدافعت سے باز رکھ کر اس کے آگے پیچھے لگا رہا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ قابو کی تلاش میں ہے اور اس کی فوج نے کسی مقام پر کہیں حملہ بھی کر دیا تو حملہ آوروں پر زجر و توبیخ کر دی جس سے پھر اس کی فوج نے حملہ کا قصد ہی نہ کیا۔ جب ٹیپو سلطان کو انگریزی فوج کے بڑھے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بذات خود چین پٹن تک آگئے لیکن عین اسی موقع پر انگریزی جنرل اپنا رخ پھیر کر دوسری سمت چل نکلا۔ ٹیپو سلطان نے یہ خبر پاکر وہی رخ اختیار کیا آخر مڑولی (عرف گلشن آباد) میں غنیم کو جالیا۔ اس مقابلہ میں قمرالدین خان نمکحرامی کر کے اپنی ہی فوج پر ٹوٹ پڑا جس سے ٹیپو سلطان کی فوج کو شکست ہو گئی۔ اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ کورگ کے راستہ سے بمبئی کی انگریزی فوج سرینگ پٹن کی طرف آرہی ہے اس اطلاع کے ساتھ ہی ٹیپو سلطان کچھ فوج جنرل ہاریس کی مدافعت پر چھوڑ کر آپ کورگ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں ٹیپو سلطان کے بعض سرداروں نے میجر اسٹوارٹ کا مقابلہ کر کے اس کو راستہ سے ہٹا دیا جس کے بعد وہ کالی کوٹ کی طرف نکل گیا اور ٹیپو سلطان سرینگ پٹن لوٹے اس اثنا میں جنرل ہاریس سرینگ پٹن کے قریب آگئے تھے ایک سمت خود اُن کی فوج تھی دوسری طرف سرکار نظام کی امدادی باقاعدہ انگریزی فوج اور بے قاعدہ ریاست کی فوج[2] اور تیسری جانب بمبئی کی فوج ان ہر سہ افواج نے سرینگ پٹن کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی ٹیپو سلطان کے بعض نمک حرام عہدہ داروں کی وجہ انگریزی افواج ایک شکستہ فصیل کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۳۸۳ [2] صاحب نشان حیدری نے ریاست حیدرآباد کی فوج کی تفصیل یہ بتائی ہے کرنل رابرٹ کے تحت چار ہزار سپاہ مدراس و دو ہزار سپاہ بنگالہ، میر عالم کے تحت آٹھ ہزار سوار، روشن رائے کے تحت چھ ہزار جوان پیادہ

راہ سے قلعہ میں در آئیں اور دروازوں پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ٹیپو سلطان بذات خود نکل آئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے ۴ مئی ۱۷۹۹ء (م ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ) کو شہید ہو گئے۔ سرنگ پٹن پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

یہاں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ واقعات سے کوئی امر ایسا نہیں پایا جاتا جس سے یہ یقین کیا جا سکے کہ انگریزی کمپنی یا ان کے حلیف نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ کا یہ خیال یا یہ منصوبہ تھا کہ ٹیپو سلطان کو شہید کر دیں اور اس کے بعد تمام ملک میسور کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ خود ٹیپو سلطان کے نمک حرام عہدہ دار یہ چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے سلطنت منتزع ہو جائے اور وہ اس جنگ میں کام آجائیں چنانچہ قلعہ سرنگ پٹن پر قبضہ ہونے تک بھی ان کو صحیح خبریں نہیں پہنچائی جاتی رہیں اور مقابلے سے پہلو تہی کرتے رہے اور نہ اس عالم پریشانی میں ٹیپو سلطان کے صلاح کاروں نے کوئی صحیح مشورہ ان کو دیا۔ جب محاصرہ کی صورت دگرگوں ہوتی نظر آئی تو ٹیپو سلطان نے اپنے فرانسیسی سردار موسی اسیپو کو طلب کر کے مشورہ کیا جس پر اس نے رائے دی کہ شب میں ایک حصہ فوج کے ساتھ معہ خزانہ وہ قلعہ سے نکل کر چیتل درگ چلے جائیں اور قلعہ سرنگ پٹن خود (موسی سیپو) اس کے سپرد کر دیں۔ یہ ممکن تھا کہ ٹیپو سلطان اس مشورے پر عمل کر کے قلعہ چیتل درگ میں پناہ گزیں ہو جاتے یا ان شرائط کو (گو وہ کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں) قبول کر لیتے جو انگریزوں نے ان کی تحریک صلح پر پیش کئے تھے لیکن انہوں نے نہ ان شرائط کو قبول کیا اور نہ موسی اسیپو کے مشورے پر کاربند ہوئے بلکہ پھر اپنے دیوان میر صادق اور پورنیا سے مشورہ کیا جنہوں نے اس

فرانسیسی سردار کی رائے کا تخطیہ اس طرح کیا کہ

"فرانسیسی[1] اور انگریز دونوں ایک ہیں سگ زرد برادر شغال حضرت
یقین فرمالیں کہ جیسے ہی حضرت نے قلعہ ان کے سپرد کیا یہ انگریزوں
کے تفویض کردیں گے۔"

اس کے بعد بدر الزماں نے اس پر اور مستزاد کیا کہ

"قبلہ[2] عالم! جیسے ہی حضرت کا مع خواتین و خزانہ و شہزادگان
قلعہ چھوڑ کر باہر تشریف لیجانا معلوم ہوگا سب جانثاروں کی ہمتیں ٹوٹ
جائیں گی اور شیرازہ جمعیت قائم نہ رہے گا۔"

جس پر ٹیپو سلطان فسخ عزیمت کر کے خزانہ و جواہرات کے صندوق وغیرہ جیسے کے
ویسے رکھا دیئے اور راضی برضائے مولیٰ ہو بیٹھے۔

---

[1] سلطنت خداداد صفحہ ۲۴۹ [2] سلطنت خداداد صفحہ ۲۵۰۔
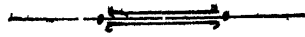
تقسیم ملکِ میسور

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد ملک میسور اور ٹیپو سلطان کی مال و دولت پر انگریزوں
نے قبضہ کرلیا جس کے بعد اس کی تقسیم کا مسئلہ درپیش ہوا۔ اس نوبت پر فریقین معاہدہ
صرف دو (نظام علی خان اور انگریزی کمپنی) تھے جن میں اس تمام ملک و مال کی تقسیم ہونی چاہئے
تھی لیکن ویلزلی یہ چاہتے تھے کہ اس کی تقسیم میں اپنی آئندہ صلاح فلاح کو پیش نظر رکھ کر اس کو
اس قسم سے تقسیم کریں کہ نظام علی خان کا رقبہ حکومت بھی بہت زیادہ ہونے نہ پائے اور
اس جنگ میں ٹیپو سلطان کے جس عہدہ دار (میر قمرالدین خان) نے انگریزوں کی طرفداری
کی ہے اس کو بھی کوئی حصہ دیا جائے۔ اور مرہٹوں کو بھی اس میں شریک کیا جائے اگرچہ وہ
اس جنگ میں کوئی عملی حصہ نہیں لئے تھے جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اس قوم کو بھی اس طرح
اپنا ممنون احسان کر کے ہموار کرلیا جائے اور سابق راجہ میسور کی بیوہ کے لڑکے کو تخت
سلطنت پر متمکن کر دیا جائے تاکہ ایک تو اس طرح نیا بنایا ہوا راجہ ان کا شریک و حلیف
رہے اور دوسرے یہ کہ اس نئے راجہ کو متمکن کرنے کی صورت میں بیوہ رانی سے اس معاہدہ
کی تعمیل میں معقول جلب منفعت ہو جو انگریزی کمپنی نے ذریعہ ترمل راؤ (نایب رانی میسور) ۲۷ ستمبر
۱۷۸۲ء (م ۱۹ شوال ۱۱۹۶ھ) کو بمقام تنجاور کیا تھا۔ یہ سب امور ایسے تھے کہ لارڈ صاحب مذکور

فرد فرید اس کو طے کرتے تو اس کا امکان تھا کہ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ کے دل میں سوء ظنی اور مخالفت پیدا ہو جاتی۔ اسی بنا پر انہوں نے تقسیم ملک و مال کے لئے ایک کمیٹی مرتب کی جس کے ارکان جنرل ہاریس، کرنل آرتھر ویلزلی، ہنری ویلزلی (لارڈ کولی) لفٹنٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک، لفٹنٹ کرنل باری کلوز، کپتان ملکم، اور ممبر مقرر ہوئے۔ اور ریاست آصفیہ کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے ارسطو جاہ سے یہ منظوری حاصل کر لی کہ لفٹنٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک نمایندۂ ریاست رہیں۔ اس کمیٹی کے مامور ہونے کے بعد مختلف اجلاس ہوئے جس میں تقسیم ملک و مال کے مسایل پیش ہوتے رہے اور جس کی اطلاع وقتاً فوقتاً میر عالم اور جے اے کرک پیاٹرک (رزیڈنٹ) کے ذریعے ارسطو جاہ و نظام علی خان کو ہوتی رہی۔

تقسیم میں ملک کے علاوہ مال غنیمت بھی تھا جس میں نقد و جواہر کے علاوہ اجناس و جانور بھی تھے۔ مسایل تقسیم پر ارسطو جاہ نے منجانب نظام علی خان جو اختلاف کیا ہے ان کے خط موسومۂ میر عالم سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے ضمیمہ ۹ میں بجنسہ درج کیا ہے۔

تقسیم مال کی نسبت ارسطو جاہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ غنیمت میں صرف ایک لاکھ ہون کا مال سپاہ سرکار کے حصہ میں آتا ہے جس پر وہ تعجب ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

لے یہ ہارکورس ویلزلی کے دوسرے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ ولنگٹن سے مخاطب ہوئے۔

لے یہ ہارکورس ویلزلی کے سب سے چھوٹے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ کولی سے مخاطب ہوئے۔

" گورنر جنرل بہادر نے تو یہ لکھا تھا کہ توشک خانہ و آلات حرب و ضرب کے علاوہ کروڑہا روپیہ کا مال تھا جس میں ہندگا نعالی مساوی کے شریک ہیں اگر یہ کہا جائے کہ سرکار عالی کی جمعیت کم ہے اور کمپنی کی زیادہ' اسی تناسب سے تقسیم ہوگی تو کہا جائے کہ اس صورت میں شراکت مساویانہ باقی نہیں رہیگی جس کی قرارداد ہوی ہے اور اس سے کمپنی کی بدنامی ہوگی ہرگز اس حصہ کو قبول نہ کیا جائے اور اہل کمپنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا قاعدہ ہے کہ غنیمت سپاہیوں کا حق ہے تو ان سے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ٹیپو سلطان کے متعلقین و فرزندان نصف ملک اور خزانہ کے طلبگار ہیں تو ان کو کیوں دیا جاتا ہے اس واسطے کہ قلعہ یورش کے ذریعے فتح ہوا ہے اور فرانسیسیوں کے مثل وہ بھی اسیروں میں داخل ہیں انہیں صرف بقدر پرورش قوت لایموت دینا مناسب اور واجب ہے بقیہ حصہ مساوی ہو اور سرکار عالی او رکمپنی انگریزی اپنے اپنے حصہ میں مختار رہے چاہے اپنے سپاہیوں کو دے یا نہ دے۔"

ملک کی تقسیم میں پہلے یہ قرارداد ہوی کہ اس کے تین حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ٹیپو سلطان کے پسماندوں اور فرزندوں پر تقسیم ہوگا اور باقی دو شرکاء تقسیم کرلیں گے لیکن چونکہ کمیٹی کے مطمح نظر یہ تھا کہ انگریزی کمپنی نظام علی خان، پیشوا اور ٹیپو سلطان کے وہ عہدہ دار جو اس جنگ میں انگریزی کمپنی کے طرفدار رہے ہوں اس سے مستفید ہوں اور ان کے علاوہ ریاست میسور پر سابق راجہ کی اولاد سے کسی کو متمکن کرکے اس سے بھی تحت معاہدہ جلب منفعت کرے اس لئے وہ قرارداد کالعدم کرگئی اور

جب ان مسایل کو پیش کر کے ارسطو جاہ کو یہ اطلاع دیگئی کہ اس طرح ملک تقسیم ہو جائے تو سات لاکھ ہون سالانہ محاصل کا علاقہ سرکار عالی کے حصہ میں آئیگا جس میں سے دو لاکھ ہون سالانہ کا علاقہ ٹیپو سلطان کے سپہ سالار میر قمر الدین خان کی جاگیر میں دیا جائے تو ان کے حصہ میں صرف پانچ لاکھ ہون کا علاقہ بچ رہے گا اس علم کے بعد ارسطو جاہ نے میر عالم کو لکھا کہ

"حالیہ جنگ کے دوران میں ٹیپو سلطان نے جب مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی تو ان کے پاس جنرل ہاریس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ دو کرور روپیہ نقد اور نصف ملک دیدیا جائے اگر اسی پر صلح ہو جاتی تو یقیناً بندگانعالی اس میں سے نصف حصہ پاتے جب ان شرایط پر صلح نہیں ہوی اور ملک حسب مراد بالکلیہ فتح اور شرکا کے قبضہ میں آگیا ہے تو اس کی تقسیم میں جو کچھ شرکا کو ملے وہ اس حصہ سے زیادہ ہی ملنا چاہیئے جو ان شرایط کے تحت مل سکتا تھا نہ کہ اس سے کم۔"

کمیٹی نے ارسطو جاہ کی اس حجت پر کوئی لحاظ نہ کیا اور انہیں امور کے تحت تقسیم کی قرارداد کرلی جو ان کے پیش نظر تھے۔ اس کے بعد تفویض و تعین مواضعات کا مسئلہ تھا جس میں منجملہ دیگر مواضع کے ارسطو جاہ یہ چاہتے تھے کہ قلعہ چیتل درگ نظام علی خان کے حصہ میں آئے لیکن مارکوییس ویلزلی کو اس سے بھی اختلاف ہوا اور قرار دیا کہ وہ کمپنی کے کسی ساختہ پرداختہ شخص کے تابع رہے چنانچہ انہوں نے مراسلہ مورخہ ۵ر جون ۱۷۹۹ء کے ذریعہ لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک (رکن کمیٹی تقسیم) کو لکھا کہ

"چیتل[1] درگ اور بید نور وغیرہ راجہ میسور کے قبضہ میں دیئے جائیں گے اور بلحاظ اس کے کہ اس راجہ کے ساتھ ہم نے معاہدہ کیا ہے مجھے اعتماد ہے کہ وہ کافی طور پر ہمارے زیر حکم رہیں گے لیکن میں اس امر پر متفق نہیں ہو سکتا کہ چیتل درگ نظام کے قبضہ میں دیا جائے یہ ہر طرح ایک غیر مطمئن انتظام ہوگا اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ایسا خیال میر عالم[2] کا ہو تو ان کے دل سے نکال دو"

چیتل درگ کا قلعہ نہایت مستحکم اور شاندار تھا اور حدود ممالک سرکار عالی سے قریب ہونے کے باعث ارسطو جاہ اس کو ممالک محروسہ میں داخل کرنا چاہتے تھے اگر وہ سرکار عالی کے تفویض کیا جاتا تو ممالک محروسہ اور نئے راجہ میسور کے حدود باہم ملجاتے جس کو انگریزی کمپنی مناسب تصور نہیں کرتی تھی اور سوائے اس کے کمپنی کا مقصد غالباً یہ بھی تھا کہ اس موقع پر اس معاہدہ سے بھی فایدہ اٹھایا جائے جو رانی میسور کے ساتھ ۱۷ ستمبر ۱۸۲ء کو نسبت تخت نشینی راجہ اس کے نایب کے ذریعے ہوا تھا اور جس کا آخری فقرہ یہ تھا۔

"نظام[3] اور مرہٹوں کو اس حصہ ملک کے سوائے جو وراثتہً ان کے قبضے میں رہا ہو اور کوئی خطہ نہ دیا جائے"۔

اسی لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مزید قطعہ نظام علی خان کے قبض و تصرف میں جائے اگر ایسا ہو جاتا تو کمپنی کو اس معاہدے کے تحت کسی مطالبہ کا قانونی حق

---

[1] ڈسپاچیس آف ولزلی مرتبہ آریم مارٹن جلد ۲ صفحہ ۲۵ [2] میر عالم اس معاملہ میں صرف ایک سفیر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ [3] دی ٹریٹیز سی یو ایچی سن طبع ۱۹۲۹ء جلد نہم صفحہ ۲۲۸

باقی نہیں رہتا۔ ان امور متنازعہ پر حسب منشاء ارسطو جاہ میر عالم نے کمیٹی تقسیم میں اور مستقیم الدولہ[ا] نے رزیڈنٹ (جے اے کرک پیاٹرک) سے استمداد کیا جس کی اطلاع پر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۳۰ جون ۱۷۹۹ء لکھا کہ

"باوجود برٹش گورنمنٹ اور میرے حسن سلوک کے میر عالم نے ہم دونوں (یعنے ویلزلی اور کرک پیاٹرک) کے خلاف بے چینی پیدا کرنے کے لئے اپنی بے بنیاد شکایات کے ذریعے (جو انھوں نے اعظم الامرا کو سرنگاپٹم سے لکھے ہیں) ہر ایک کوشش کو عمل میں لایا ہے مجھے معتبر اطلاع ملی ہے کہ میر عالم کی اس روش کی سوائے اس کے کوئی اور وجہ نہیں کہ وہ سرنگاپٹم کی تقسیم غنیمت میں کوئی ذاتی حصہ پانے سے محروم رہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عاقبت اندیشی سے اپنے آپ کو جنرل ہاریس کے حصہ کے مساوی کا مستحق قرار دیتے ہیں ان کے اس ناواجبی ادّعا سے انحراف کئے جانے پر یہ بے چینی واقع ہوئی یہ طرز عمل ان کی شان سے بعید اور ان کے اقرار کے مغایر ہے اور برٹش گورنمنٹ کے جو عنایات ان پر رہے ہیں اس کے خلاف ہے اور آیندہ سے میرے خیال میں وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے۔"

اس سے یہ ظاہر ہے کہ لارڈ صاحب نے میر عالم کو ریاست میں اور خود رئیس کے پاس بدنام کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ مال غنیمت سے اپنے لئے کسی حصہ کے طلبگار تھے جس کے نہ ملنے پر وہ یہ اعتراضات پیدا کر رہے ہیں۔ ارسطو جاہ کا محوّلہ خط دیکھا جائے تو

[ا] میر عالم جب مہم میسور پر روانہ ہوئے تو ان کی جگہ مستقیم الدولہ ارسطو جاہ اور رزیڈنٹ کے مابین وکیل مقرر ہوئے تھے

معلوم ہوگا کہ ان اعتراضات میں میر عالم کی ذاتی رائے کو بہت کم دخل تھا جو کچھ انہوں نے عمل کیا صرف امتثال امر میں بموجب ہدایت کیا ہے۔

اس کے بعد اسی خط میں ویلزلی نے نظام علیخان اور ارسطوجاہ کے اعمال پر بھی تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اس میں ان فوائد و برکات کا ذکر کیا ہے جو نظام علی خان اور ان کی ریاست کو انگریزی اتحاد سے حاصل ہوئے تھے تاکہ ان سب کے اظہار کے ساتھ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطوجاہ تقسیم کے مسئلہ پر زیادہ گہری نظر ڈالکر کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں یا مخالف نہ ہوجائیں چنانچہ مارکویس ویلزلی لکھتے ہیں۔

"نظام اور اعظم الامرا کے اعمال بھی اسی قبیل سے ہیں ہیں اس سے زیادہ سبک اور خارج از عقل کوئی امر نہیں پایا جو انہوں نے ہماری اور نظام کی فوج سے اس کی بہادری اور محنت کے صلے اور انعام کے حقوق چھین لینے کے لئے کیا ہے نظام کی فوج کیا بہ اعتبار تعداد اور کیا بلحاظ قابلیت اتنی ناقص اور کم تھی کہ کمپنی کے مماثل نظام کا حصہ قرار دینے میں بڑی ناانصافی ہوگی اس صورت میں ہماری فوج خاطر خواہ محنت اٹھانے کے باوجود اپنے موجبہ استفادہ سے محروم رہیگی۔ نظام کے رسالے کو (جو بے قاعدہ ہونے کی وجہ سے انتظام کے قابل نہیں) چھوڑکر باقی فوج ہماری افواج کے ساتھ ساتھ انعام پائے اس کے سوائے اور کوئی اصول اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ نظام کے رسالے کی بابت میر عالم کے ساتھ ایک تصفیہ ہوا تھا آیا میر عالم نے نظام کی پیدل فوج کو ان کے رقمی انعامی حصص سے محروم رکھا اور نظام کے ذاتی استعمال کے لئے اس کو محفوظ کردیا یہ ایسا سوال ہے جس کے

دریافت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں ایک ایسے معاملہ میں دخل دیکر برٹش گورنمنٹ کے
اعمال کو دھبہ لگانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس امر میں میرے انکار سے ہز ہائنس کے ساتھ کے
اتحاد کو نقصان پہنچیگا میں اپنے اس خط کو نظام اور اعظم الامرا اور مستقیم الدولہ کے رویّہ اور
زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی حالیہ گفتگو کی اطلاع میں
ایک ایسی ہوا پاتا ہوں جو ہمارے اور ریاست حیدرآباد کے تعلقات کی مضبوطی کے لئے
نہایت خطرناک ہے۔ مستقیم الدولہ کی زبان سخت ناپسندیدہ ہے اور چونکہ وہ میر عالم کے
قریبی رشتہ دار ہیں[۱ے] اس لئے ان کے مربّی اور قرابت دار کی (مطالبۂ انعام میں) ناکامیابی
ان کی اس گستاخی اور جراءت کا درپردہ باعث ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مستقیم الدولہ نے
جو زبان استعمال کی ہے اس کی نسبت قبل از قبل اعظم الامراء سے مشورہ ہو چکا تھا یہ صورت
قابل زجر و توبیخ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مستقیم الدولہ سے میرے ان اقتدارات کا اظہار
کرو گے جو نظام نے مجھ کو قبل ازیں دئے ہیں یہ فرد اقتدار جو میرے ہاتھوں میں دیگئی
برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے نظر کرتے بالکل مہمل اور فضول ہے۔

سرینگ پٹن کے قلع قمع کے بعد سے نظام نے دو دفعہ یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ میرے
ان مکمل اقتدارات میں ذرا بھی مداخلت نہ کرینگے جو انہوں نے فتح میسور میں اپنے فواید کی
نسبت استعمال میں لانے کے لئے میرے سپرد کئے تھے میری خواہش ہے کہ تم بہت جلد مستقیم الدولہ
کو ان کی شوخ کلامی پر جو انہوں نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت کی ہے مبیّنہ طریقہ پر تنبیہ کریں

۱ے میر عالم کی علاتی بہن مستقیم الدولہ سے منسوب تھیں۔

اور اگر مزید سختی کی ضرورت ہو تو اُن کو ان کے پنشن[1] (الونس) سے محروم کر دیں اور ساتھ ہی تم دیوان کو اسی تفصیل کے ساتھ جس سے مجھے واقف کیا گیا ہے یہ ظاہر کریں کہ آیا انہوں نے اپنے نوکروں کو ایسی ناجایز گستاخی اور بدکلامی کی اجازت دے رکھی ہے اس موقع پر اعظم الامرا کو ان فواید و برکات سے آگاہ کرانا نامناسب نہ ہوگا جو نظام گورنمنٹ نے گزشتہ سال برٹش طاقت سے اتحاد کی بدولت حاصل کئے ہیں چنانچہ تھوڑے سے ہی عرصہ میں نظام کو اس مسلح اور باقاعدہ جماعت (فرانسیسی) کی بغاوت سے خلاصی دلائی گئی جو ان کی ریاست کے مرکز میں اس کی آزادی پر اثر ڈال رہی تھی۔ اُن کے دشمن، مرہٹوں کی مداخلت انگریزی قوت سے روکی گئی جس سے ان کی قوت کی تباہی ہو جاتی۔ ان کا نہایت ناممکن التسخیر دشمن (ٹیپو سلطان) ان کے خزانہ پر کوئی مزید صرفہ عاید کئے بغیر تباہ و تاراج کر دیا گیا اور اُس دشمن کے عوض ایک ایسی قوت (یعنے نیا راجہ میسور) قایم کی گئی جو ان کے ساتھ متحد ہے اور جس سے ان کی ریاست کو بالکلیہ اطمینان ہے (اس کے علاوہ انہوں (نظام) نے ملک کا ایک بڑا حصہ اور اس کا محاصل اور فتح و شہرت اپنی فوج کے ذریعے حاصل کی ہے جس نے برٹش آفیسروں کے تحت جنگ میں اپنی خدمات بجا لائے فی الجملہ انہوں (نظام) نے ایک پست حالت سے اپنے ملک میں اور بیرونجات میں حقیقی قوت اور عزت اور نام حاصل کیا اور ہندوستان کے اور بادشاہوں میں ایک ذی وقعت مرتبہ پایا یہ سب برٹش طاقت کے ساتھ اتحاد کے نتایج ہیں جو بلا کسی کوشش اور محنت کے انہوں نے

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ انگریزی سے مستقیم الدولہ کو بھی کوئی الاونس ماہوار مقرر تھا۔

حاصل کئے یہ بھی کوئی عاقبت اندیشی ہے کہ مال غنیمت پر ہز ہائی نس کی عدم دست رسی (جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر جایز رکھی گئی تھی کہ مال غنیمت سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کیجائے جنہوں نے اس جنگ کے موقع پر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا) سے ہے باوجود اتحاد سے اپنے فواید حاصل کرنے کے اپنے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے کے درپے ہو

یہ خط اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ کمپنی نے اپنے حسب منشا تقسیم ملک و مال کر کے اسی کے تحت طے نامہ مورخہ ۲۲؍ جون ۱۷۹۹ء (م ۷؍ محرم ۱۲۱۴ھ) کی تکمیل کرلی جس کی رو سے (ان تمام متہائیوں کے بعد جن کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے) پانچ لاکھ سینتیس ہزار تین سو تینتیس پگوڈا پونے دو قسم کا علاقہ نظام علی خان کے حصہ میں آیا۔ اور اس علاقہ میں سے بھی دو ثلث حصہ نظام کو ملا جو پیشوا کے لئے رکھا گیا تھا اس لئے کہ انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

تقسیم ملک و مال کی جو کمیٹی قایم ہوئی تھی اس کی برخواست کے بعد میر عالم مدراس ہیں مدعو کئے گئے جہاں ۸؍ ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ (م ۹؍ ستمبر ۱۷۹۹ء) کو بڑا بھاری جشن فتح منایا گیا اس کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو کر ۲؍ جمادی الاول ۱۲۱۴ھ (م ۲؍ اکتوبر ۱۷۹۹ء) کو معہ افواج امدادی حیدر آباد پہنچے۔ اس فوج کی چھاؤنی کے لئے بلدہ حیدر آباد کی شمالی سمت ہیں حسین ساگر کے پرے ایک مقام تجویز کیا گیا یہی مقام بعہد سکندر جاہ اچھی طرح آباد ہو گیا تو انہیں کے نام پر اس کا نام سکندر آباد رکھا گیا۔

اسی زمانہ میں سکندر جاہ کی شادی ارسطو جاہ کی پوتی جہاں پرور بیگم سے بمقام

بیدا ہوئی۔ اس تقریب سے فراغت پانے کے بعد نظام علی خان انتظام ممالک مفتوحہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میر عالم کو اس کے بندوبست اور حصول عمل دخل کے لئے روانہ فرمایا۔ ان کے تحت مہاراجہ چندولال وغیرہ بھی مامور کئے گئے۔

اسی تنظیم کے دوران میں نظام علی خان نے اس حصہ ملک کو اپنے صاحبزادے سلیماں جاہ اور ارسطوجاہ کی جاگیر میں دیکر اس کی اطّلاع لارڈ صاحب کو کردی لیکن اسی زمانے میں انگریزی کمپنی کے مدنظر ایک ایسے طے نامہ کی تکمیل تھی جس کی رو سے سرکار نظام کی انگریزی امدادی فوج میں دو پلٹن اور ایک رجمنٹ کا اضافہ کیا جائے اور اس کی تنخواہ میں حالیہ مفتوحہ ملک اور سابقہ حاصل کردہ علاقہ (جو ۱۷۹۲ء م ۱۲۰۵ھ کی جنگ میسور میں بحصہ نظام آیا تھا) حاصل کرلیا جائے۔ اور جب اس تجویز کی بموجب انگریزی رزیڈنٹ جے۔ اے۔ کرک پیاٹرک نے نظام علی خان سے طے نامۂ امدادی بابتہ ۱۸۰۰ء، ۲۲ جمادی الاول ۱۲۱۵ھ (م ۱۲ اکٹوبر ۱۸۰۰ء) کو تکمیل کرالیا تو لارڈ صاحب نے ذریعۂ مراسلہ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۰۰ء (م ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ) لکھا۔

"چونکہ اس خط میں[1] سرفرازی جاگیر کی اطلاع دیگئی ہے اس سے حدود مواضع و نام مقامات کا تعین نہیں ہوتا ہے اس لئے ان کی صراحت فرمائی جائے"۔ جس سے یہی پایا جاتا ہے کہ اس کے جواب میں جن جن مواضع کا نام لکھا جاتا ان کی نسبت یہی عذر کیا جاتا کہ وہ اس طے نامہ کی رو سے افواج امدادی کی تنخواہ میں دواماً تفویض کردئے گئے ہیں

---

[1] اصل خط اور اس کی منسلکہ فرد کی نقل یہ ہے۔ "آیندہ ملک و تعلقات در مہم ٹیپو سلطان حصہ سرکار دولتمدار آید

اسی سنہ میں اعتقاد الدولہ شمشیر جنگ محمد وفادار خان کا باغ انگریزی رزیڈنٹ کی سکونت
کے لئے مختص کر کے اس میں ایک محل تعمیر کرایا گیا جس کا صرفہ سرکار عالی پر عاید ہوا صاحب
حدیقۃ العالم نے اس کا خرچ جملہ دو لاکھ روپے بتایا ہے اب تک بھی اس کے ضروری
مصارف وغیرہ کی پابجائی تا حد علم حکومت سرکار عالی سے ہوتی ہے ۔

میر عالم کی خدمت وکالت سے علحدگی اور اس کے اسباب اور خدمت وکالت کا انضمام دیوانی میں

اس بندوبست اور عمل دخل کے اختتام پر
مارکویس ویلزلی کے اس مراسلہ[1] کا اثر ظاہر ہوا
جو انہوں نے رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کے نام لکھا تھا اور جس میں انہوں نے میر عالم کی نسبت
خیال ظاہر کیا تھا کہ " وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے "[2] چنانچہ وہ نظر بند
کر دیئے گئے اور ان کی خدمت وکالت ارسطو جاہ نے اپنی خدمت دیوانی میں ضم کر دی۔

خدمت وکالت کے انضمام کے بعد سے رزیڈنٹ اور مدارالمہام کے مابین
کوئی توسل قایم نہ رہا جو کچھ مراسلت یا حکم احکام ہوتے بالراست طے پاتے ۔
عہدنامۂ امدادی کی تکمیل سے قطع نظر بھی کر لیجائے تو سکندر جاہ کی تخت نشینی میں
لارڈ صاحب سے استمداد کی تحریک پہلی اور انضمام وکالت دوسری غلطی تھی جس سے
ارسطو جاہ نے ریاست کی خود مختاری کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تفصیل ذیل عنایت فرمودہ شد ۔
برخوردار سعادت آثار اقبال یار و کامگار امدار رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر — دو حصہ
در مدار جمیع سعادت و اقبال نشان ... مختار دولت آصفیہ وکیل مطلق ارسطو جاہ بہادر — یک حصہ

[1] مراسلہ نشان ۲۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۷۹۹ء
[2] تفصیل مطلوب ہو تو ملاحظہ ہو " مہر عالم "

انتقالِ نظام علی خانؑ

نظام علی خاں کا انتقال اور ان کا مدفن

میسور کی جنگ کے اختتام کے بعد انگریزی کمپنی کی توجہ مرہٹہ ریاستوں پر منعطف ہوئی اور اس کوشش میں رہی کہ ان کو بھی اپنے زیر اثر کر لے چنانچہ ۱۸۰۱ئہ (م ۱۲۱۵ھ) کے بعد سے ۱۸۰۳ئہ (م ۱۲۱۸ھ) تک وہ اسی تک و دو میں لگی رہی اور چونکہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود مرہٹہ ریاستوں کے حدود سے متصل تھے اس لئے مرہٹوں کے مقابل کی جنگ میں نظام علی خان کی امداد ضروری تھی اور اس کے علاوہ عہدنامہ جات کی رو سے بھی بصورت جنگ کمپنی کی مدد کرنا ان پر لازم تھا لیکن اس وقت تک ان کے ایام حیات ختم ہو گئے اور انھوں نے سابقہ مرض (فالج) کے سلسلہ میں ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ (م ۶ اگسٹ ۱۸۰۳ئہ) کی صبح عالم جاودانی کی بہیر فرمائی اور ریاست کو اپنے صاحبزادے سکندر جاہ اور مدار المہام ارسطوجاہ کے ید قدرت میں چھوڑا ۔

انزہاق روح کے ساتھ ہی ارسطوجاہ کی تحریک پر رزیڈنٹ نے حضوری ڈیوڑھی پر اور ہر ایک صاحبزادے کے محل پر ایک ایک سرکردہ ولایتی معہ دو دو سو جوانان بار کے متعین کر دیا جس سے تخت نشینی میں کوئی فتنہ و فساد ہونے نہ پایا ۔

نظام علی خاں کی نعش صحن مکہ مسجد میں ان کی والدہ کی بائیں جانب سپرد خاک کی گئی۔ ان کے اور ان کے بعد کے انتقال کئے ہوئے رؤسا کی قبروں پر ایک معمولی سائبان تھا چند سال قبل ہمارے اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہٗ نے ان تمام قبور پر ایک سنگ بست عمارت تعمیر کروائی ہے جس کے دیکھنے سے گذشتہ بادشاہوں کی عظمت و وقار کا تصور ذہن میں آجاتا ہے قبر پر شاہ تجلی کے مشہور شاگرد شیر محمد خاں ایمان کا یہ قطعہ کندہ کر کے لگایا گیا ہے۔

بر روح پاک میر نظام علی مدام — خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ

زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان — مستوجب بہشت۔ با خلاص فاتحہ

۱۲۱۸ھ ۱۲۱۸ھ

ازواج و اولاد نظام علی خاں صاحب نگارستان آصفی نظام علی خاں کے صرف چار محلات کا نام بتا کر یہ کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سی ازواج تھیں صاحب گلزار آصفیہ و توزک آصفیہ و شجرۂ آصفیہ نے ایک ایک مزید نام بتایا ہے ان مورخین کے اعتبار سے جملہ سات محلات معلوم ہوتے ہیں لیکن ہماری تلاش میں فی الجملہ ۹ محلات دریافت ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) زیب النسا بیگم (۲) بخشی بیگم (۳) تہنیت النسا بیگم (۴) عنایت النسا بیگم
(۵) فضل النسا بیگم (۶) سلطانی بیگم (۷) جانی بیگم (۸) کریم النسا خانم۔
(۹) بہرور بانو بیگم۔ بقول صاحب شجرۂ آصفیہ زیب النسا بیگم معروف بہ برہان پوری بیگم کے بطن سے جہاندار جاہ تھے دوسری بیوی بخشی بیگم کے بطن سے میر احمد علی خاں عالیجاہ تھے

جو خروج کرنے کے بعد ۱۲۱۰ھ (م ۱۷۹۵ء) میں انتقال کر گئے تیسری بیوی تہنیت النسا بیگم سے دو صاحبزادے تولد ہوئے ایک میر اکبر علی خان سکندر جاہ دوسرے میر تیمور علی خان اکبر جاہ چوتھی بیوی عنایت النسا بیگم سے دو فرزند (میر سبحان علی خان فریدوں جاہ و میر جمشید علی خان[1] جمشید جاہ) اور دو لڑکیاں (بشیر النسا بیگم و ریاض النسا بیگم) ہوئے تھے بہرور بانو بیگم سے میر جہانگیر علی خان سلیمان جاہ اور روشن آرا خانم کے بطن سے میر جہاندار علی خان کیوان جاہ تھے ان کے علاوہ جو صاحبزادیاں تھیں ان کے متعلق یہ متعین نہیں ہو سکتا کہ کس کس کے بطن سے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں :-

دیگر صاحبزادیاں :- (۱) فخر النسا بیگم (۲) جہاں آرا بیگم (۳) ساجدہ بیگم (۴) امیر النسا بیگم (۵) سلیمہ بانو بیگم (۶) نقشبندی بیگم (۷) قمر النسا بیگم۔ (۸) کابلی بیگم (۹) جمدۃ النسا بیگم (۱۰) فرحت النسا بیگم (۱۱) نور جہاں بیگم (۱۲) امامی بیگم صاحب شجرۂ آصفیہ نے دو نام مزید بتائے ہیں ایک بدری بیگم دوسرے بہجت بیگم۔

عمارات | بلدۂ حیدر آباد کو پایۂ تخت قرار دینے کے بعد اپنی رہائش کی خاطر نظام علیخان نے کئی محل تعمیر کرائے۔ چہار بنگلہ (جو عرف عام میں چو محلہ کے نام سے مشہور ہے) گلشن محل مہابت محل۔ موخر الذکر ہر دو محل اب اس نام سے موسوم و معروف نہیں ہیں زمانۂ مابعد میں یا تو ان کے نام بدل دیئے گئے ہیں یا ان کو منہدم کر کے ان کی جگہ کسی اور نام کے محل تعمیر ہوئے

---

[1] صاحب نگارستان آصفی نے ان کا نام میر انتظام علی لکھا ہے اور صاحب گلزار آصفیہ نے میر جمشید علی۔

نوازش محل[1] نام کا بھی ایک محل تعمیر ہوا تھا جو نظام علی خان کے قدیم خانساماں نوازش علی کے زیر اہتمام تکمیل پا یا اور اسی مناسبت سے اس کا نام نوازش محل رکھا گیا انہیں نوازش علی کے زیر نگرانی بادشاہی عاشور خانہ کی ترمیم بھی ۱۲۰۱ھ میں ہوئی تھی

روشن بنگلہ اور پیچ محلہ بھی نظام علی خان ہی کی تعمیرات کردہ عمارات ہیں ہہ کہا جاتا ہے کہ یہ اُس چوبینہ سے تعمیر ہوئے ہیں جو زحل کے ابراہیم باغ کی عمارتوں کو منہدم کر کے حیدر آباد لایا گیا تھا۔ اس کے متعلق صاحب تذکرہ زحل کا بیان ہے کہ ابراہیم بیگ[2] خان دھونسہ کے فرزند احتشام جنگ جب ایلچپور پر مامور ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے ایک مکان کی تیاری شروع کی اس شہر میں ایک مکان موسوم بہ سبز بنگلہ تھا جس کو آصف جاہ اول نے تعمیر کرایا تھا احتشام جنگ نے اس محل کو منہدم کر کے اس کے ملبہ اور چوبینہ سے اپنا محل تیار کیا جب یہ اطلاع نظام علی خان کو ہوئی تو وہ بہت غضب آلود ہوئے۔ ارسطو جاہ نے ان کے رفع غضب کے لئے یہ صورت انتقام پیش کی کہ احتشام جنگ کے والد کی بنا کردہ عمارات جو ابراہیم باغ میں واقع ہیں منہدم کر کے ان کا چوبینہ بلدہ طلب کر لیا جائے اور اس سے یہاں مکانات و محل تیار کرائے جائیں چنانچہ حسبہ احکام جاری ہوئے اور تعمیل ہوئی۔ روشن بنگلہ اور محل غنی یار خان داروغہ عمارات کی زیر نگرانی تیار ہوئے تھے۔ اسی بنا پر سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ پیچ محلہ بھی انہیں کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔

تمت دورِ دوم

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۹۳ [2] تذکرہ زحل صفحہ ۹۰۔

ضمیمہ (الف)

شجرۂ نظام علیخان

میر قمر الدین خاں نظام الملک
آصف جاہ اول

- خیر النساء بیگم — ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ
- میر محمد پناہ امیر الامراء غازی الدین خاں فیروز جنگ
- میر احمد خاں نظام الدولہ ناصر جنگ شہید
- سید محمد خاں امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
- میر نظام علی خاں نظام الملک **آصف جاہ ثانی**
- میر شریف خاں شجاع الملک بسالت جنگ
- میر مغل علی خاں ناصر الملک ہمایوں جاہ

- میر احمد علی خاں ماہ جاہ
- میر اکبر علی خان سکندر جاہ **آصف جاہ ثالث**
- میر سبحان علی خاں فریدوں جاہ
- میر تیمور علی خان اکبر جاہ
- میر جمشید علی خان جمشید جاہ
- میر ذو الفقار علی خاں جہاندار جاہ
- میر جہانگیر علی خان سلیمان جاہ
- میر جہاندار علی خاں کیواں جاہ

- میر فرخندہ علی خاں ناصر الدولہ **آصف جاہ رابع**
- میر نصیر الدین علی خاں صمصام الدولہ
- میر گوہر علی خاں مبارز الدولہ
- میر تفضل علی خان سیف الملک میر بادشاہ
- میر منور علی خان منور الدولہ
- میر ریاض علی خان ذو الفقار الدولہ
- میر محمود علی خاں قطب الدولہ
- میر داور علی خان قمر الدولہ
- میر فتح علی خان مظفر الدولہ

- میر تہنیت علی خان افضل الدولہ **آصف جاہ خامس**
- میر جہانگیر علی خان روشن الدولہ

میر محبوب علی خاں
آصف جاہ سادس

- میر فاروق علی خاں
- نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و دولتہ **آصف جاہ سابع**
- میر احمد محی الدین خاں صلابت جاہ
- میر محمد محی الدین خان بسالت جاہ

- والاشان میر حمایت علی خاں بہادر **اعظم جاہ ولی عہد**
- والاشان میر شجاعت علی خاں معظم جاہ
- میر کاظم علی خان کاظم جاہ
- میر عابد علی خان عابد جاہ
- میر حشمت علی خاں حشمت جاہ
- میر ہاشم علی خان ہاشم جاہ
- میر تقی علی خاں تقی جاہ
- میر بشارت علی خاں بشارت جاہ
- میر رحمت علی خان رحمت جاہ
- میر سعادت علی خان سعادت جاہ

میر برکت علی خان مکرم جاہ محیدی

ضمیمہ (ب)

عہدنامہ ایت گیر ۱۱۹۸ھ

اول اینکہ تجویز طرفین آنچہ مصلحت قرار یافت بعد قرار یافتن آن مصلحت نفع و نقصان ندیدہ آن مصلحت را بہ انجام باید رسانید و بعد شروع شدن آن مصلحت اگر در دل راؤ پنڈت پردھان آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و در خاطر حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار نکردہ بانصرام باید رسانید لازم کہ پنڈت پردھان بلا اندیشہ متفق مشورہ بندگانعالی بودہ مصلحت مذکور را بانجام رسانند۔ علی ہذا القیاس ما بین مصلحت در دل حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و بدل راؤ پنڈت پردھان آید کہ دار مدار نکردہ این مصلحت بانصرام باید رسانید لازم کہ بندگانعالی بلا اندیشہ متفق مشورہ پنڈت پردھان بودہ مصلحت مذکور را بانجام باید رسانید و اگر بصلاح طرفین آید کہ این مصلحت را بدار مدار فیصل باید کرد آن وقت مضایقہ نیست بمشورہ طرفین ہر چہ قرار باید موافق آن دار مدار باید کرد۔

دویم آنکہ در خاطر بندگانعالی آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت راؤ پنڈت پردھان آن مصلحت نیامد و بندگانعالی بجد شدند کہ این مصلحت قرار می دہم باید کرد لازم کہ پنڈت پردھان قبول نمودہ در مصلحت قرار دادہ بندگانعالی شریک باشند علی ہذا القیاس در خاطر راؤ پنڈت پردھان آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت بندگانعالی آن مصلحت نیامد راؤ پنڈت پردھان

بجا رشند که مصلحت که قرار می‌ہم باید کرد لازم که بندگانعالی قبول فرموده در مصلحت قرارداده
راؤ پنڈت پردهان شریک باشند ۔

سیوم آنکه وقتے که باتفاق طرفین مہم کرناٹک قرار یافت آنچه ملک وقلاع وگڈھی ہا و
کھنڈنی مال وامتعه وغیره بدست آید از انجمله محالات پنجاه وسه لک وہشتاد وسه ہزار روپیه
جمع کامل بابت عمل مادھوراؤ متوفی که پیشکش آن پانزده لک روپیه حیدر علی خان قبول نموده
بود آن تعلقه بطرف راؤ پنڈت پردهان باشد در آن حصه سرکار بندگانعالی نیست و تعلقه
کڑپه وغیره بابت عبدالحلیم خان وغیره اقربا و از تعلقه کرنول وغیره جاگیر رنمست خان بہادر
وغیره پسر و اقرباء و آنچه در تعلقه ادونی وغیره از ۱۱۸۲ فصلی که در تصرف حیدر علی خان بود و درین ولا
فتح علی خان قابض و متصرف است در سرکار بندگانعالی باشد در آن حصه راؤ پنڈت پردهان
نیست سوائے این ہرچه بدست آید نصفا نصف حصه نمایند و یکے حصه ملک نوشته انداز دو
یکے بردارد و در حصه ملکے که در سرکار بندگانعالی خواهد آمد راؤ پنڈت پردهان را در آن از وجه
چوتھ وغیره بابت ہائے شراکت نیست مگر آنچه وجه چوتھ و مقطعه تعلقه ادھونی و کرنول در سرکار
راؤ پنڈت پردهان می رسید جاری باشد ۔

چہارم آنکه در دولت حضرت بندگانعالی یا بر دولت راؤ پنڈت پردهان اگر مخالفے
نظر بد کرده عزم کند چه بندگانعالی و چه راؤ پنڈت پردهان سود و زیان ندیده باجمعیت آمده
شریک یکدیگر شوند و بتنبیه مخالف سرگرم باشند ہرگاه باہم نوشته برسد بے درنگ ہمان وقت
یکے شریک دیگرے بر دولت ہرکه مخالفت نمودار شد موافق مصلحت آن شخص سردار دیگر

متفق باشد وار صواب دیداو مخالفت نورزد۔

پنجم آنکه اگر بر دولت بندگانعالی ورائو پنڈت پردهان یک دفعه مخالف ها عزم نمایند بمشورت بندگانعالی ورائو پنڈت پردهان دفعیه وتنبیه او باید کرد وبپاس دولت خود متحرک سلسله علحده علحده نباید شد وهر چه کردن باشد بتجویز طرفین باید کرد۔

دفعه ششم آنکه قرار مدار عملداری جزئیات مثل چوتهه وسردیسکهی وغیره فیما بین بعمل آمده است موافق آن کمایشداران رائو پنڈت پردهان وعمال وجاگیرداران سرکار بندگانعالی باهم قایم باشند احیاناً از کسے زیادتی سوائے اقرار بعمل آید فیما بین هر دو سرکار موافق قرار از نوشت وخواند تصفیه نماید بنابر جزئیات خلل در کلیات نباید وکلیات موافق قرار قایم باشد

هفتم اینکه در دولت حضرت بندگانعالی یا در دولت رائو پنڈت پردهان اگر کار کمک فوج روید هد از جانبین کمک بعمل می آمده باشد۔

هشتم آنکه از طرفین تدبیر برهمی دولت یکے دیگرے نکند واگر سررشته برهمی دولت یکے بدست دیگرے بیاید آن سررشته را برهم سازد وگفته کسے درین امر مسموع نباشد و وازین مراتب همدیگر اطلاع می شده باشد۔

نهم آنکه هر مشورت که مقرر کردن باشد بنابر آن بر نوشت وخواند خطوط است تفصیل آن از طرفین نوشته شود وحواله آن بر خطوط وکلا درمیان نباشد واگر حواله خط کسے باشد مسوده آن خط ایصا دو همدیگر پیش او باشد واصل آن بیتیں همدیگر نماید۔

دهم آنکه بتجویز طرفین مصلحتے قرار یافت واز طرفین متوجه آن مصلحت شدند اتفاقاً مخالفه یکجه

بر ملک حضرت بندگان عالی با راؤ پنڈت پردھان نمودار شود و بمشورت همدیگر ورزند و از مصلحتے که
بر و قایم شدند نموده تنبیه مخالفے که بر ملک یکے رو آورده باشد از طرفین باید کرد ۔

یازدهم اینکه از سرداران هر دو دولت راج کاران طرفین نباید داشت فقط دوستے
اگر نماید مضایقه ندارد ۔

دوازدهم آنکه بخاطر راؤ پنڈت پردھان رسید که فلان مصلحت باید کرد آن مصلحت بخاطر
بندگان عالی نرسیده دیگر مصلحت اگر بخاطر حضرت گوارا شد اگر ازین جهت کشش میان آمد از
طرفین همچنین کشش باهم نباشد و بر هر مصلحتے که نفع و نیک باشد آن مصلحت را باید کرد ۔

سیزدهم آنکه هفت لک روپیه بابت مقطعه راج مندری وغیره بابت سرکار بندگان عالی
بطرف انگریز است بندگان عالی بگیرند و پانزده لک روپیه پیشکش راؤ پنڈت پردھان که بطرف
فتح علی خان است راؤ پنڈت پردھان بگیرند تهه نامه بندگان عالی و راؤ پنڈت پردھان با انگریز
است احیاناً از طرف انگریز بر خلاف تهه نامه بعمل آید و هم بر آنها از طرفین کردن لازم شود سرکار
مصطفی انگر و ویلور و سیکاکل و راج مندری چهار سرکار بلا شراکت در سرکار بندگان عالی و
تعلقه تنجاور بلا شرکت بطرف راؤ پنڈت پردھان باشد تتمه آنچه مال ملک وغیره و قلاع
و گڈهی ها نصفا نصف باید گرفت ۔

دفعه چهاردهم آنکه از طرفین سوائے صلاح و امداد فوج هر کس که مکان یا ستوستان این طرف
تنگ بعد از حضرت بندگان عالی یا راؤ پنڈت پردھان هر کس که تسخیر نمایند اگر در تعلق بندگان عالی
باشد خود قابض و متصرف شوند و جهه چوتهه معه تابینی و ساهوتره و سردیسمکهی موافق معمول

واجبی بالمقطعه هرچه جاری باشد بر اوُنپڈت پردهان می داده باشند و اگر دیتعلق راوُنپڈت پردهان باشد در قبضه خود دارند و وجه پیشکش سرکار بندگانعالی آنچه واجبی باشد راوُنپڈت بر دهان به بندگانعالی می داده باشند و اگر آن طرف دریائے تنگ بهدر ابے امداد فوج یا از فوج یک کس یا هردو فوج بهرطورے که تسخیر شود و یا بدست آید حصهٔ آن باهم نصفا نصف می گرفته باشند و راوُنپڈت پردهان بعد گرفتن نصف حصه برائے چوتهه وغیره مزاحمت نرسانند ۔

پانزدهم اینکه برادران و اقربا وغیره چه از سرکار بندگانعالی یا راوُنپڈت پردهان بطرف هرکس که خواهد آمد آنهارا جا نباید داد و بلکه دستگیر نموده می فرستاده باشند درین ماده قصور از طرفین نشود ۔

شانزدهم آن که از طرفین هریک مصلحت که قرار یابد بعد شروع آن اگر از هردو دولت بر دولت یکے مخالف دیگر وارد شود مصلحت اول را بهرطور دار مدار نموده تنبیه مخالف و از و باتفاق طرفین بعمل باید آورد و اگر درین مصلحت چیزے نقصان از نقدی یا از ملک شود هردو طرف بعنوان بالمناصفه ۔

هفدهم آنکه در عزم از انگریز و فتح علی خان آنچه ملک وغیره به تسخیر خواهد آمد قرار تقسیم آن در دفعه سیوم و سیزدهم نوشته شده مگر هرچه از راج کاری دولت و رعیت یا بعنوان دیگر ملک مال وغیره بدست طرفین آید موافق قرار دفعه سیوم و سیزدهم نصفا نصف بلاتفاوت باهم می گرفته باشند ۔

ضمیمہ (ج)

عہد نامۂ مہاڑ از بالاجی پنڈت

یادداشت قرارنامہ بالاجی جناردھن باسرکار حضرت بندگان عالی نظام علی خان بہادر در
بہ استصواب اعظم الامراء بہادر سنہ سبع تسعین[1] ماۃ الف سنہ ۱۲۰۶ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۱ھ در دولت
سری منت پنڈت پردھان تحلل کمال رو نمود من (نانا پھڑنویس بالاجی پنڈت).
یکوکن و مہاررقم انجام دولت بہتر نیست بہ تجویز حضرت (نظام علی خان) اینکہ در آنچہ
دولت محفوظ ماند آن نمایند این چنین در دل آمدہ معرفت اعظم الامرا بہادر قرار یافت اگر از
دولت خواہ فہمیدہ غیر فہمیدہ قصورے شدہ باشد آن از دل حضرت فراموش شود
و از طرفین تا امروز آنچہ شد شد آیندہ از دل صاف عمل خواہد نمود و اعظم الامراء بہادر
مدار المہام سرکار حضرت اند و من دولت خواہ کارپرداز سرکار سری منت ہر دو باہم
از یک مصلحت و یک تجویز عمل نمایند و در چیزے کہ ہر دو دولت را رونق و بہتری باشد
آن موجب تجویز و مصلحت ہمدیگر از طرفین بعمل آمدہ و درین تفاوتے ہرگز نیاید در آنچہ محافظت
دولت سری منت و در حق خیرخواہ بہتر باشد از طرف حضرت و اعظم الامراء بعمل آید و آنچہ

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس سنہ (سنہ ۱۱۹۷ھ) کے عربی الفاظ مرہٹہ سرداروں کے ذہن نشین ہو گئے تھے اور وہ تقریباً
ہر ایک سنہ کے بیان کرنے سے پہلے انہیں الفاظ کو دہراتے تھے یہ ممکن ہے کہ وہ ان الفاظ کو سنہ کا مرادف سمجھتے ہوں

برائے دولت حضرت نیک وبحق اعظم الامرا بہتر باشد آن از طرف سری منت وخیر خواہ بعمل خواہد آمد درین تفاوت کنندہ را قسم وسوگند دین وایمان خود است ۔

سند[۲] ہفتم سردار معتبر سرکار سری منت است وکاروباری مشارٌالیہ بالاجی اننت وغیرہ غیر رویہ نمودہ پرسرام را مجندر را در مصلحت خود گرفتہ سری منت باجی راؤ صاحب را مقید داشتہ اند بنا برآن فوج وبارو غیرہ جنگی سرانجام سرکار حضرت وحضرات وغیرہ فوج سرکار سری منت وسینا صاحب صوبہ رگھوجی بھونسلہ باہم متفق شدہ باجی راؤ صاحب وچماجی اپا صاحب را یکجا نمایند بنا برین ہرچہ محنت ومشقت خواہد افتاد جمعیت سرکار حضرت نماید واعظم الامرا بہادر از جمعیت پانزدہ ہزار سوار وپانزدہ ہزار بار واتواپ وغیرہ سرانجام جنگی با خیر خواہ شریک باشند ۔ کمپنی انگریز بہادر شریک مصلحت نیز خواہ خواہند شد ۔ واگر شریک نشدند تاہم ایشان برخلاف مصلحت این جانب نخواہند شد دوست دارے مضبوطی این مراتب نمودہ است ۔

ملک[۳] وغیرہ معہ قلعہ دولت آباد جملہ عوض از سرکار حضرت کہ بر مقام کھرڈہ (کھرڈلہ) قرار وادن آن شدہ بود آن جملہ ملک وقلعہ ودست آویز عوض نقد والپس دادہ خواہد شد وسابق در مقام پادگیر (ایت گیر) کہ تہہ نامہ فیما بین سرکارین شدہ بود آن بحال و برقرار است ملک گذاشت کردہ آنچہ باقی برآن محالات است تقاضائے آن ہم نخواہد شد دوانی بیر وغیرہ چہارم توقفہ صوبہ بیدر وغیرہ جملہ عوض سوراج در قرار کھرڈہ آمدہ آن دستاویزہا والپس دادن قرار یافت آن والپس دادہ خواہد شد تا سنہ ۱۲۰۴ف

عوض سوراج معه دوانی بیر وغیره بموجب معمول حضرت بدہند۔

فیمابین سرکار حضرت و رگھوجی بھونسله سینا صاحب صوبه ته نامه است بدآن موجب برطبق تجویز حضرت و اینجانب بعد بندوبست دولت سری منت بندوبست و فیصلهٔ آں کرده خواہد شد۔

در دہلی و اشتنا وغیره محال قدیم نواب بودند دین ولا محال مذکور معرفت جهندجی سندهیه گذاشت شدند و نیز چنین قرار بوده که یک محال آینده گذاشته آید برطبق آن راو سندهیه راگفته محالات حضرت بطرف حضرت اجرا خواہد کنانید۔

ہردو سرکار تا امروز از سوال وجواب جزئیات سنواتی آنچه خواہد بود از آن ہردو سرکار دست بردار شوند از آینده عمل سوراج در تمام می داده باشند در محالات و وتهانه جات وغیره بموجب معمول باشد۔

بقایا بابت عمل که اجراست آن وتهانه معمولی باید داد۔ سوال وجواب سنواتی را از طرفین درخواست نمایند و آینده موافق ته نامه براه راست باشند از ابتدا مرضی حضرت چنین است که سوراج صوبه بیدر واگذاشت کنند چون بر ہر دولت مدنظر حضرت مساوی است و باجی راؤ صاحب خاوند اند خیر خواه بقسمیه قرار می کند که این مقدمه وطنی است باجی راؤ صاحب راہموار نموده گذاشت کنانیده خواہم داد۔

قرار صدر مخصوص بذات مبارک حضرت و بدین موجب بھونسله جلد بیاید و شریک شود و صاحب و این جانب آن را نوشته بطلبند بدین موجب صاحب می گویند

برائے خرچ مبادلہ بنسبت لک روپیہ بدہ ہندہ لک روپیہ خواہیم داد۔ بروقت خواہد رسید و اگر نرسید ہر ور نگیر ندد ستگر دان دادہ خواہد شد۔

[سنہ ۹] فوج ٹیپو نمود نشود بندوبست این از انگریز و از آن طرف باید کرد۔ فوج نمودار نخواہد شد و اگر شود پس صاحب و این جانب و کمپنی انگریز بہادر باہم موجب قرار یٹن بندوبست خواہیم نمود

[سنہ ۱۰] عوض مردم فتوریان و مفتریان سرکار حضرت اگر در تعلقہ سرکار سری منت باشد مدعائے خود را ثابت باید نمود اگر مدعا بہ اثبات رسد بنا بر دادن عوض بمردمان نسبت سرکار خود تاکید کردہ خواہد شد۔

[سنہ ۱۱] آنچہ صدر مرقوم گشتہ بر آن دستخط سری منت کنانیدہ دادہ خواہد شد۔

[سنہ ۱۲] نواب و این جانب ہر دو دولت باہم بحساب دامن و چولی اند اگر طرفین را کسے ہر چند لقمہا ید در دل نباید آورد و اگر بیاید بیہان وقت تصفیۂ آن می کردہ باشند و اگر مخالفتے بر دولتے از این دولت ہا بر پا شود پس ہر دو متفق شدہ دفعیہ مخالف نمایند و اظہار تکلیف خود نکنند۔

[سنہ ۱۳] بر طبق قلم بند شدن بصفائے دلی طرفین عمل نمایند و از طرفین غرض خود را دخل ندہند

[سنہ ۱۴] بموجب صدر طرفین رویہ اختیار کنند۔

جملہ قلم در شمار چہاردہ بدین موجب پنجم ماہ ربیع الآخر السوین ماست سنہ[۱] سبعہ تسعین

---

[۱] یہ الفاظ ستہ بھی بے معنی سے ہیں۔

ضمیمہ (د)

عہد نامۂ سندھیہ

یادداشت قرارنامہ با نواب اعظم الامرا بہادر نسبت سرکار نواب آصف جاہ
نظام علی خان بہادر از طرف مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ عالیجاہ بہادر بہ استصواب
رایاجی پٹیل و کشناجی سیتھی حضرہ سابع تسعین مایۃ الف سنہ ۱۲۰۶ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۱ ہجری
سناک یک ہزار و ہفت صد و ہجدہ ترنام سنونت سرقلم بندی تفصیل وار۔

از کنولاس بابتی مہاراجہ مادھو راؤ سندھیہ و آن صاحب دوستی و برادری
و قرار مدار آنہا بود ہمان از طرف ما از آن صاحب بحال و برقرار۔ سرکار این جانب
و سرکار نواب صاحب واحد امورات ہر دو سرکار متحد دانستہ در آنچہ کہ نیک است
از طرفین بعمل خواہد آمد در ہیچ بارہ جدائی نماندہ است ہر یک امور بصلاح و مصلحت طرفین
می شدہ باشد۔

شری منت راجیسری باجی راؤ رگھناتھ صاحب را بر دولت قایم کنند و بالاجی
پنڈت مانا پھڑنویس را بطور سابق بر کار و بار قایم سازند بدین نمط فیما بین این جانب
و صاحب تذکرہ بمیان آمدہ قرار شد بر طبق آن صاحب و این جانب یک دل شدہ

آن را در عمل آرند در آن تفاوت نشود و باجی راؤ صاحب و اپا صاحب و امرت راؤ صاحبان
را یک جا کرده باید داد و مردم کوته اندیشان را بنا بر خلش رخنه نمایند بدین سان صاحب
و این جانب نمایند ۔

بالاجی پنڈت نانا پھڑنویس از سرکار نواب آصف جاه بهادر قرار کرده باشند
بدین موجب از طرف مشارٌالیه بعمل خواهد آمد احیاناً اگر وقتے در آن بظهور رسد این جانب
شریک صاحب گردیده بموجب قرار عمل کنانیده خواهد داد و از سرکار این جانب هم بالاجی
پنڈت پھڑنویس قرار کرده باشند بدان موجب از جانب نامبرده بعمل خواهد آمد احیاناً اگر
دقّتے در آن رو دهد صاحب شریک با ماشده بموجب قرار از نامبرده عمل کنانند ذمه دار
این مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود ۔

راجه بهیری بالاجی جناردهن پھڑنویس را از طرف پرسرام رامچندر وغیره و بالاجی
اننت پاگاه نویس وغیره اندیشه هست در نوعے که اندیشه مشارٌالیه از نامبرده ها رفع
شود همین از طرف صاحب و این جانب بعمل آید و در چیزے که از بالاجی پنڈت ترقی
دوستی و اتحاد شود از طرف صاحب و این جانب بظهور رسد و از طرف مشارٌالیه نیز
هم چنان بعمل خواهد آمد ۔

سری منت باجی راؤ رگهناته صاحب و بالاجی جناردهن این هارا آورده
قایم نمایند و خود بحیدرآباد روند و این جانب بجام گاؤن برود پس برائے طلبیدن
مشارٌالیهما جلدی شود بالاجی پنڈت را خاطر جمع نموده بنا بر طلب مشارٌالیه ازین جانب

وصاحب روانگی معتبران لشتابی مع خطوط دل جمعی شود۔

بموجب مرقومۃ الصدر قرار پیچ قلم این جانب بذات از سرکار نواب وازآن صاحب نموده است آن مدام بحال خواهد ماند درین از گفتۂ کسے کاروبارے یعنے در قرار مذبور قصور شدنی نیست۔

ترقی و زیادتی دوستی روز بروز شود اگر کسے از قلم ہذی صدر تفاوت نماید درمیانگی آن دین وایمان خود یعنے قرآن ونان وبیل وبھنڈار است۔

بتاریخ دویم جمادی الاول کاتک سدہ مقام مانجری نزدیک پونا بدین موجب قرار۔

ضمیمہ (ھ)

عہدنامۂ امدادی

۱۷۹۸ء
۱۲۱۳ ہجری

ازانجاکہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر نے بہ اعتبار اس اتحاد کے جو ان کے اور انگریزی کمپنی کے مابین قایم ہے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کی ملازمت میں ایک دستہ فوج انگریزی کمپنی کا اضافہ کیا جائے ارل آف مارنگٹن گورنر جنرل بہادر نے اس کا لحاظ کر کے اور حالیہ معاملات اور ٹیپو سلطان کے مخالفانہ طرزعمل کے اعتبار سے (جو انہوں نے جزیرۂ فرانس کو اپنے ایلچی روانہ کر کے اور ایک باہمی معاہدہ اس گورنمنٹ سے بمقابلہ انگریزی قوم طے کرنے کی تجویز کے ساتھ ایک دستہ فرانسیسی فوج کا اس سے حاصل کر کے کیا ہے) یہ ضروری خیال کیا ہے کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جو متحدین کے مقبوضات کی حفاظت کے لئے ضروری ہو اور اسی بناء پر بمقابلہ ٹیپو سلطان مدافعانہ شرکت واتحاد قرار پایا اور اس غرض کے لئے گورنر جنرل مذکور نے کیپٹن جیمس اچلیس کرک پیاٹرک متصرم رزیڈنٹ دربار نظام کو یہ اختیار دیا ہے کہ منجانب آنربل یونائٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی بہ رہائی اس کی خدمات کے لئے انہیں کے اخراجات سے آنربل کمپنی کی طرف سے ایک دستہ فوج کے مستقل اضافہ کی نسبت نظام الملک آصفجاہ بہادر سے

شرائط ذیل معاہدہ طے کریں جو اس وقت صورت عمل میں آوے گا جب کہ یہ معاہدہ گورنر جنرل کی دستخط ہو کر واپس آجائے ۔

دفعہ ۱ ارل کورنوالس کے خط مورخہ ، ہر جولائی ۱۷۸۹ء کو موسومہ ہز ہائی نس دی نظام کا مضمون مماثل عہد نامہ تا بجد معاہدہ نسبت قیام فوج بسر کار نظام علی احالہ واجب العمل و برقرار رہے گا ۔ یعنے نئی امدادی فوج کے احکام انہیں شرائط کے تابع رہیں گے جو موجودہ فوج سے متعلق ہیں تا وقتیکہ پیشوا ان میں کسی تبدیلی پر رضا مند ہوں اور ہز ہائی نس اس کو پسند کریں ۔

دفعہ ۲ حسب قواعد مجریہ کمپنی نئی امدادی فوج بالکلیہ یا جزاً کمپنی کی گورنمنٹ کے ضروریات کے تحت برخواست ہو سکے گی بشرطیکہ اس کی اس تعداد میں کمی نہ ہو جس کا ہز ہائی نس کے پاس رہنا مشروط ہے ۔

دفعہ ۳ نئی امدادی فوج کی تنخواہ اس روز سے ریاست کے ذمہ ہوگی جس روز کہ وہ ان کے حدود میں داخل ہو جائے یہ جملہ فوج چھ ہزار سپاہی معہ بندوق پر مشتمل ہوگی ۔ اور ان کے ساتھ متناسب تعداد توپوں کی ہوگی جو یوروپیوں کے تحت ہوگی اور جن کی مجموعی تنخواہ دو لاکھ ایک ہزار چار سو پچیس روپے ماہانہ ہوگی اور جس کی ماہ بماہ باقاعدہ ادائی کے لئے اطمینان بخش طریقہ اختیار کیا جائے گا ۔ اس امدادی فوج کے اخراجات معہ ضروریات لازمہ کے سالانہ چوبیس لاکھ سترہ ہزار ایک سو روپے ہوں گے اور یہ رقم سالانہ چار مساوی قسطوں میں ادا ہوگی یعنے انگریزی ہر تین مہینوں کے ختم پر

چھ لاکھ چار ہزار دو سو پچہتر روپے نقد خزانۂ ہز ہائی نس سے بلا ردّ و کد ادا کئے جائیں گے۔
اگر یہ اقساط زیر باقی رہ جائیں تو اس کی رقم اس پیشکش میں مجرا ہوگی جو منجانب
کمپنی ہز ہائی نس کو بابت سرکاران شمالی واجب الادا ہوا حیاناً ان اقساط کی ادائی
میں تعویق ہو تو اس صورت میں ایسے ضلاع کی تفویض عمل میں آئے گی جن کا حقیقی محاصل
رقم مذکور کے برابر ہو۔

۵۸ فوج امدادی کی جملہ اشیاء مایحتاج و غلہ کا محصول سائر اسی طرح ادا ہوگا
جس طرح کہ سابقہ دستۂ فوج کا ہوتا رہا۔ اسی طرح ایک خاص مقام اس فوج کے قیام
کے لئے مختص کیا جائے گا جہاں وہ اس وقت تک رہیگی جب تک کہ اس کے عملی خدمات
درکار رہوں اور جب ریاست کی کسی مہم پر اس کو مامور کیا جائے تو اس کے ساتھ ایک
معتبر ملازم ریاست مقرر ہوا کرے گا اور اس فوج کے کمانڈار اور دیگر عہدہ داروں
کے ساتھ ایسا سلوک مرعی رکھا جائے گا جو ہر دو ریاستوں کے اعزاز و مرتبہ کے
لحاظ سے مناسب ہو۔

۵۹ مذکورہ فوج امدادی ہر وقت اہم امور میں ادائے خدمات کے لئے تیار
رہیگی۔ ایسے اہم امور مثلاً یہ ہوں گے۔ ہز ہائی نس کی ذات یا نسلاً بعد نسلٍ ان کے وُرثا
یا قایم مقاموں کی حفاظت، اور باغیوں اور برپا کنندگان فتنہ و فساد کی تنبیہ لیکن
اس کو معمولی امور میں مثل سہ بندی مامور نہ کیا جائے گا اور نہ اس کو وصول محاصل
میں لگایا جائے گا۔

۶ امدادی فوج کے حیدرآباد پہنچتے ہی فرانسیسی ملازمین و عہدہ دار ہزہائی نس کی ملازمت سے برطرف کر دئے جائیں گے اور وہ فوج بھی (جو اُن فرانسیسی عہدہ داروں کے تحت ملازم ہے) برطرف کر دی جائیگی تاکہ اس سابقہ فرانسیسی فوج کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور ہزہائی نس بذات خود اور اپنے ورثا، اور قایم مقاموں کی جانب سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ پھر کسی فرانسیسی کو اپنی یا اپنے کسی سردار یا تابع کی ملازمت میں نہ رکھیں گے اور نہ رکھنے دیں گے اور نہ کسی فرانسیسی کو اپنے ممالک محروسہ میں رہنے دیں گے اور نہ کسی یوروپین کو اپنی ملازمت میں رکھیں گے اور نہ بلا علم و رضامندی کمپنی اپنے ملک میں رہنے دیں گے۔

۷ تمام فرانسیسی اور وہ سپاہی جو کمپنی کی ملازمت سے نکل کر اس فرانسیسی فوج میں ریاست کی کسی اور فوج میں شریک ہو گئے ہوں گرفتار کر کے برٹش رزیڈنٹ کے تفویض کر دئے جائیں گے اور مذکورہ قسم کے کسی شخص کو آیندہ ہزہائی نس کے ممالک میں پناہ گزیں ہونے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ ہر ایسا شخص بلا تعویق گرفتار اور حوالۂ رزیڈنٹ کر دیا جائے گا اور اسی طرح کمپنی کے علاقہ میں بھی کسی کو پناہ نہیں دیجائیگی اور ہزہائی نس کی ملازمت سے نکل بھاگے ہوئے سپاہی بھی بلا تعویق گرفتار اور سپرد کر دئے جائیں گے۔

۸ از آنجا کہ حسب فقرہ (۶) ہزہائی نس نے حزم و احتیاط اور بعض برائیوں کے ارتفاع کے لحاظ سے فرانسیسیوں کو اور نیز ان کی مرتب کردہ فوج کو اپنی ملازمت سے

علیحدہ کرنے کا اور ان کی جگہ بشرایط وقیود متذکرہ خط ارل کورنوالس موسومہ نہرہائی نس

دی نظام آنربل کمپنی کی فوج کے قایم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اس لئے یہ قرار پایا کہ

بنظر باہمی فواید پیشوا و نہرہائی نس اور بہ اعتبار رفاہ رعایائے ہر ایک کمپنی کی گورنمنٹ

برضامندی ومنظوری ہر دو (نظام و پیشوا) اپنی مساعی جمیلہ اس امر کی نسبت عمل میں

لائیگی کہ اس نئے معاہدے میں ایک ایسا فقرہ داخل کیا جائے جو ہر ایک کو دوسرے سے

مطمئن کردے اگر پیشوا ایسے نیک مشورے سے جو دونوں ریاستوں کے حق میں مفید ہو

متفق نہ ہوں اور اختلافات ان دونوں ریاستوں یعنے ریاستہائے آصف جاہ بہادر و

راؤ پنڈت پردھان میں پیدا ہوں تو انگریزی گورنمنٹ اقرار کرتی ہے کہ خود مداخلت

کرکے حق و صداقت و انصاف کے ساتھ آپس میں صفائی و اتحاد کرادیگی نواب آصف جاہ

بہادر یہ اقرار کرتے ہیں کہ راؤ پنڈت پردھان کی سرکار کے خلاف کوئی زیادتی نہ کریں گے

اور یہ کہ بصورت اختلافات انگریزی گورنمنٹ کی صلاح اور ان کے حق و صداقت و انصاف

کو بلا ردو کد تسلیم کرلیں گے۔

۹ سابقہ معاہدات مابین انگریز و ریاست نواب آصف جاہ اور پیشوا برقرار رہیں گے اگر

اس کے بعد راؤ پنڈت پردھان اسی قسم کے معاہدۂ امدادی میں کمپنی کے ساتھ شریک

ہونے کی خواہش ظاہر کریں تو آصف جاہ بطیب خاطر اظہار رضامندی کریں گے۔

۱۰ یہ اضافۂ امداد کا معاہدہ جو دس شرائط پر مشتمل ہے آج کے دن کیپٹن کرک پیاٹرک

اور نواب آصف جاہ بہادر کے مابین طے پاکر کیپٹن کرک پیاٹرک نے اس کی ایک انگریزی

اور فارسی کی کاپی اپنی دستخط و مہر سے نواب صاحب کو دی جنہوں نے اپنی طرف سے بھی ایک ایسی ہی کاپی باقاعدہ تکمیل کرکے کپتان کرک پیاٹرک کو دی کپتان کرک پیاٹرک اقرار کرتے ہیں کہ اس معاہدے کی گورنر جنرل کی مصدقہ کاپی پچاس روز کی مدت میں حاصل کرکے ہز ہائی نس کو دیں گے جس کے بعد کپتان کرک پیاٹرک کی دی ہوئی کاپی واپس کردی جائیگی ۔ اس اثناء میں مجوزہ فوج کو طلب کرنے کے لئے لکھنے میں تاخیر نہ کیجائیگی

حیدرآباد میں بتاریخ یکم ستمبر ۱۷۹۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ ہجری دستخط و مہر ہوئی ۔

جے ۔ اے کرک پیاٹرک

منصرم رزیڈنٹ
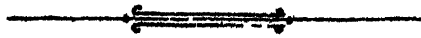
ضمیمہ (۹)

رقعۂ ارسطوجاہ موسومۂ میر عالم

میر صاحب جلیل المناقب عظیم الاوصاف سلامت

دو قطعہ مکتوب بہجت اسلوب یکے مرقوم شب بست وپنجم ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ ہجری متضمن
کیفیت جنگ کہ سواران سرکار دولت مدار محنت و تردد ہا بعمل آوردند و تردد است
صبح و شام و آوردن مفخر الدولہ و برادر لارڈ بہادر میر دوران بہادر را ہمراہ خود از چین پٹن
بسرینگ پٹن و بہ اصرار نگاہداشتن بہادران معزز بہ میر دوران بہادر کہ بعد ملاقات
لارڈ بہادر روانہ خواہد شد و نوشتن آن جلیل المناقب بہ راجہ روشن رائے بہادر متبادرہ
جنرل ہاریس بہادر وغیرہ کہ پنج ہزار سوار جاگیر دار و پائگاہ وغیرہ خود نگاہداشتہ تتمہ
سواران را رخصت حضور پرنور نمایند و باجمعیت پلاٹن و سواران کوچ نمودہ از راہ
گورم کنڈہ روانہ قلعۂ گتی شود و اینکہ این لارڈ نہ مثل لارڈ سابق است و نہ این فوج
انگریزی مثل فوج سابق پیشتر کہ ہمیشہ با حیدر علی خان مقابلہ می شد گاہے از پنج یا
ہفت پلٹن زیادہ نبود و الحال شصت پلٹن معہ سیزدہ پلٹن سرکار درین مہم حاضر بود و
علاوہ این فوج و ساز و سرانجام عزم بلند لارڈ بہادر بتحریر نمی گنجد کیفیت آن مفصل تو

ملاقات ظاہر خواہند نمود و بعمل آمدن این تہ نامۂ جدید در عجب وقت و دولت راؤ بے اندیشہ کہ تاثی ٹھبنن ٹیپو سلطان توان گفت یقیناً دولت خود را برباد می دہد و دولت باجی راؤ اگر درین صدمہ بشرط حسن تدبیر بالاجی پنڈت و سخن شنوی این جانب کہ از حالات بنیاد آن گذاشتن شرط است بالمرہ برباد نشود البتہ ضعیف و بے رونق کالمعدوم خواہد شد و سوالے کہ از راجہ رگھوجی بھونسلہ بعمل آمدہ البتہ حشمت جنگ بہادر ظاہر نمودہ باشند یعنے شراکت و یکدلی راجہ مذکور با سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر اگر راجۂ مذکور بصاف دلی اقبال این معنی نماید و آیندہ برجادۂ دولت خواہی ثابت قدم بماند محفوظ خواہد ماند و اگر مثل سابق برروئیہ خاندان خود قایوطلبی کند نتیجہ خوب نخواہد دید و درین باب این جانب ہم آنچہ مناسب باشد براجۂ مذکور خواہند نوشت کہ فی الحقیقت این سوال مبنی برسلسلہ جنبانی این جانب است کہ پیشتر مکرر درین باب گفتہ بودند باید کہ رگھوجی ممنون و مرہون این جانب باشد و روبراہ نمودن جواب و سوال تقسیم غنیمت کہ ہر روز تکرار ہا می شود و اگر درین مادہ چیزے از حشمت جنگ بہادر ہم نوسیاہندہ شود بہتر است معہ نقل خط منشی امر قومہ بستم شہر شوال و ثانی محررۂ شب پنجم محرم الحرام ۱۲۱۴ھ مشعر برا این کہ بعد پنج شش روز باز ناسخ و منسوخ بعمل آمدہ یعنے دریافت موقوفی آمدن لارڈ بہادر بموجب ممانعت ڈاکٹران و شروع شدن سوال جواب ہا با مفخر الدولہ بہادر و بیان آوردن مذکور گورم کندہ و رسانیدن بہادر معز روز دویم خریطۂ لارڈ بہادر معہ نقل عنایت نامہ موسومۂ بہادر موصوف و گفتن اینکہ الحال این مقدمہ

بعرض حضور رسید و درجہ پذیرائی یافت دیر و درنگ درین کار مناسب نیست
و نوشتن روز دویم دو مرتبہ شقہ با نقول آن لہند البطوری کہ تعلقہ مذکور بجاگیر خان مسطور
مقرر نمودہ شدہ از نقل سند موضوح می گردد و اینکہ لارڈ بہادر را نظر بر درستی کلیات
و آن عظیم الاوصاف را مطمح نظر کفایت سرکار دولتمدار و میر قمرالدین خان بہادر سردار
نامی و برخلاف اہل تپن معاملہ فہم و داشتن حلقہ بندگی حضور در گوش و غاشیہ اطاعت
بردوش و پیام نمودن آن عظیم الاوصاف بفخرالدولہ بہادر بتاریخ غرۂ محرم کہ اگر انفصال
معاملات درین جا می تواند شد پس وجہ توقف چہ خواہد بود اگر درین جا نمی تواند شد
روانگی مناسب تا کئے بہ انتظار می توان نشست و جواب دادن بہادر معزکہ در دو
روز جواب این معنی منقح گفتہ می شود یعنے نقشۂ معاملات ہمین جا قرار دادہ خواہد شد
یا ملاقات با لارڈ ضرور خواہد گردید و رسیدن خطوط لارڈ بہادر با قرار داد نقشہ بنام بہادر
معزو خلاصہ اینکہ جنرل ہاریس بہادر و کرنل کلوس بہادر خود و مفخرالدولہ و کپتان مالکم بہادر
را مختار معاملات ساختہ و نقشۂ معاملات قرار دادہ فرستادہ اند انشاء اللہ تعالی
از امروز کہ از تاریخ چہارم شہر محرم است شروع سوال جواب خواہد شد و راجہ
روشن رائے بہادر بعد رسیدن خط آن جلیل المناقب کہ برائے روانگی پنج شش ہزار سوار
بہ حضور پرنور نوشتہ بودند در جواب نوشتند کہ مردم سپاہ برائے روانگی حضور یک ماہہ
پیشگی می خواہند و زر در خزانہ نیست کہ بہ آنہا دادہ روانہ نمودہ شود و در جواب نوشتن
آن عظیم الاوصاف کہ بار بردار باید فرستاد تا بہ لشکر رسیدہ بندوبست روانگی افواج نمودہ

بازبہ پتن معاودت کردہ آید راجہ معز بعد رسیدن این خطہ دو سہ کوچ متواتر نمودند انشاء اللہ
تعالی عنقریب از راہ گورم کنڈہ بتعلقہ گتی می رسند. روانہ نمودن چہار صد جوان بار تعلقہ
میر دوران بہادر بایک کپتان برائے تھانہ قلعہ گورم کنڈہ و مقرر نمودن قلعہ داری قلعہ مذکور
بطریق ضبطی بنام سعید حسین خان و برائے تعلقداری آنجا کہ براجہ روشن رائے بہادر نوشتہ
بودند و راجہ معز محمد امین خان بہادر عرب را مقرر کردند الحال کہ تعلقہ مذکور بنام میر قمر الدین خان
قرار یافتہ احتیاج تجویز تعلقدار نماند مگر تجویز تعلقدار گتی ضرور در صورت اجازت بنام ناگن گوڑا
کہ بہ نسبت دیگران مالگذار و کفایت شعار است مقرر خواہند نمود و اطلاع نقشہ تقسیم ملک آنچہ
مسموع شدہ باید دید کہ این نقشہ ہم قایم می ماند یا تغییر و تبدیل می شود و گفتن آن عظیم الاوصاف
در مذکورات بہ اہل کونسل کہ اگر بہ سر ٹیپو رابرپا نمودن متضمن مصلحت دولت ہا و نیک نامی ہر دو
سرکار است و خواہ مخواہ بعمل می آید درین صورت بقرار نوکری در ہر دو سرکار کہ اگر در سرکار
دولت مدار مہم عمدہ رو دہد با تمام جمعیت ہمراہ رکاب با ہمراہ جمعیت سرکار حاضر باید شد
و در تقدیم نوکری و جانفشانی دقیقہ نباید گذاشت و اگر کار جزوی از قبیل تنبیہ زمینداران مفسد
روبکار گردد و جمعیت بر طبق حکم فرستادہ ہمراہ تعلقداران سرکار بہ تنبیہ اشرار پردازند و در سرکار
کمپنی نیز ہمین دستور چنانچہ معز الدولہ بہادر و مشیران دیگر جواب دادند کہ بندوبست این معنی
بعمل خواہد آمد و کیفیت گرفتن قریب شش لک روپیہ بطریق دستگردان از جنرل ہاریس بہادر
بدوازدہم ذی حجہ و رسانیدن براجہ روشن رائے بہادر و تتمہ چہار لک روپیہ بعد رسیدن
خزانہ کہ قریب رائے کوٹہ رسیدہ است و بہ بدرقہ دو پلٹن متعاقب می رسد براجہ مسطور

رسانیده می شود و کوچ کردن جنرل هاریس بهادر بسمت پتیل درگ مع نقل سند و اقرار نامه
میر قمر الدین خان بتاریخ شانزدهم محرم یکجا وصول آورده مسرور خیریت ها و مطلع مضامین مندرجه
ساخت و هم از خطوط موسومه مستقیم الدوله بهادر کیفیت مرقومه مشروحاً بوضوح انجامید چون
قابل ملاحظه و عرض حضور پرنور نبود لهذا شمه از آن معروض داشته نشد اگرچه کیفیت تقسیم ملک و غنیمت
هنوز ناسخ و منسوخ و چیزی قرار نگرفته و بدون گرفتن قرار چه قسم این معنی را الیقینی تصور باید نمود بر همه
یک لمحه گو که موجب نوشته سامی چیزی از این قرین صدق توان نمود لیس هیچ نیست چرا که
آن عظیم الاوصاف فواید نامه جدید مطمح نظر دارند و نوشته اند به این نقشه درین معامله، و بکار بر عکس
تصور می نماید و مراد صاحب را چه قسم سرخروئی ارحدا و ند نعمت خود خواهد گشت و هم در پشیمان که
ناتوان بین اند و در بهر خریطه موسومه گورنر جنرل بهادر همین مندرج است که به استصلاح و استطلاع
و اتفاق بهوا بدآن عظیم الاوصاف که از نقیر و قطمیر مکنونات و مرکوزات واز سراسر از خفی و جلی
حضور پرنور واقف و آگاه اند بعمل آید و گورنر جنرل بهادر مکرر قلمی نموده اند که سرسبزی و بهتری سود
و بهبود و رونق سرکار دولت مدار را بعینه بمنزله سود و بهبود سرکار کمپنی بهادر منصور دارند چو اینش
مکرر همین درج گردیده که بمشاوره و استصلاح و استحسان آن جلیل المناقب موافق ارقام خود
بعمل خواهند آورد چنانچه نقول خرایط و در جواب آن بامترشدات مکنونات و مرکوزات سرکار
سابق بر این به آن عظیم الاوصاف و هم حسب الاستدعا به حشمت جنگ بهادر اطلاع داده شده
که ذهن نشین گورنر جنرل بهادر نماید و حالا باز مکرر قلمی می گردد اگرچه صاحبان کونسل پیش خود
بموجب مرکوزات و مکنونات حضور که قانون رؤسای ماسلف و صلاح دولتین باشد

بعمل آرند یعنی ضابطه روسائے عمده در روداد چنین امورات همین است که پسمانده ها را
طورے بفراغ معیشت لیکن نوعے که آینده قابوئے فتنه پیرائی نماند می دارند چنانچه در معاملۀ
روبکار هم منظور والا همین است که خویش و اقربائے مخصوصه ٹیپو سلطان مرحوم را در ذیل
دو کس که عمدۀ آن ها باشد داشته یکے را در سرکار دولت مدار و یکے را در سرکار کمپنی انگریز
بهادر جائے بفراغ معیشت نگاهدارند و به تجربه و دریافت اوضاع و اطوار آینده اگر قابل
ترقی باشند ترقی خواهند یافت و منظور ازین همین که آینده زمانۀ حادثت مثل وزیر علی خان
و غلام محمد خان روهیله طاقت فتنه پیرائی باقی نماند بهتر و الا آن جلیل المناقب دست از استحسان
و مترشدات حضور پرنور نداشته جواب صاف به اهل کونسل و فخر الدوله بهادر بدهند که صاحبان
افضل آلهی دانا اند و حکم سرکار به استصلاح و استطلاع و استحسان و صوابدید و اتفاق و اشتراک
و در آنچه سود و بهبود و سرسبزی و بهتری و رونق و صلاح دولت باشد بعمل آید صادر گردیده
است درین تحریف نمی تواند شد و در احکام همین معنی بر می آید اگر اهل کونسل بگویند که گورنر
جنرل بهادر درین معامله مختار اند جواب شافی همین باید داد که نظر بر اتحاد مخبری گورنر جنرل بهادر
آن هم به اتفاق و اشتراک و صوابدید و استصلاح این جانب که در آن مفید حال و آینده سرکار
باشد نه که برخلاف آن تجویز شود چه قسم بعمل می توان آورد و ملاقات من با لارڈ بهادر هر جا که
باشد ضرور و روانه پیش لارڈ بهادر باید شد و این همه مراتبات را ذهن نشین باید نمود در
صورت اصلاح و استحسان خود نظم و نسق و حصۀ مساوات چه در غنیمت و چه در ملک مع حصه
سپاه خود که موافق قانون خود کار پرداز ان سرکار دولتمدار مختار اند بعمل باید آورد و اگر در آن هم

این معنی اصلاح وصورت پذیر نگردد ہمین باید گفت کہ تا این مدت نیک نامی کمپنی مشہور آفاق
در تمامی رؤسائے ہند بود تا آنکہ خرایط چنین مضمونات حاضر وموجود برعکس آن تصور می شود
پس صاحب ہرچہ خواستہ باشند بکنند وآن عظیم الاوصاف رخصت شدہ باید آمد وبیقین
خاطر است کہ مواخذۂ این معنی البتہ اہل ولایت بازپرس خواہند نمود بلکہ در اظہار ہم این معنی
بعمل آید اولی است چنانچہ ہمین مراتبات بہ حشمت جنگ بہادر ہم از طرف خود گفتہ فرستادہ
شدہ کہ زبان زد خاص وعام چنین است وہم روز دویم بہ منشی جی زیادہ از آن گفتہ شد کہ
ہمین مراتبات برآن عظیم الاوصاف نوشتہ می رود کہ اگر پیش از اطلاع مراتب پوست
کندہ احیاناً بخیال مختاری خود برعکس نوشتہ جات واظہارات چشم پوشی نمودہ کہ دور از قیاس
وفہمیدگی کونسلان است بعمل آرند مناط اعتبار نخواہد بود چنانچہ مراتب مذکور را حشمت جنگ
بہادر بہ گورنر جنرل بہادر ومعز الدولہ بہادر زیادہ ازین مفصل نوشتہ اند وگفتہ فرستادند کہ
انشاء اللہ تعالی موافق مرکوز ومکنون خاطر اقدس گورنر جنرل بہادر تا مقدور بعمل خواہند آورد
ونیز در مقدمہ گورم کنڈہ کہ از مکنونات سرکار چیزے کم وزیادہ شدہ است تعجب می نماید
چراکہ گورنر جنرل بہادر در خریطہ حضور پرنور واین جانب صاف نوشتہ اند کہ موافق مرکوزات
ومکنونات سرکار بعمل می آید چنانچہ گورنر جنرل بہادر در خریطۂ حضور پرنور نوشتہ اند کہ بلحاظ مراتب
مجوزۂ سرکار بعمل خواہد آمد ومن صاف ترقیم نمودہ اند بلکہ بقید رسم ہائے تعلقات کہ مرکوز داشتن
سرکار بود نوشتہ اند ازین معنی بسیار تعجب رو نمود چراکہ خریطۂ جنرل بہادر در حضور پرنور ارسال
داشتہ اند دران مندرج است کہ خود بمیر صاحب وجنرل ہاریس بہادر ارقام نمودہ اند کہ

مقدمه جاگیر خان مشارالیه را بلحاظ مراتب مجوزه و مرقوم آن والا قدر و را سرع ازمنه انفصال
داده‌اند و خریطه آن عطیه الله معاف که نقل آن برائے ملاحظه ... داشته‌اند در آن مرقوم
است که به نحو بهترین نقشه انفصال آن بذریعه تصفیه درخواست میر قمر الدین خان را در اسرع
ازمنه پردازند چنانچه البته در مضمون هر دو خریطه مدوطور متصور می‌شود چنانچه همین قسم به
حشمت جنگ بهادر گفته فرستاده شد بهادر موصوف هم متحیر و متعجب اند که باوجود اطلاع
دادن من مرکوزات سرکار و رسیدن جواب از نبیتش گورنر جنرل بهادر به تفصیل تعلقات یعنی
قلعه قصبه و سه تعلقه یعنی کمار کالوه ورانجوتی حسب الاستدعاء در سرکار مانده تتمه بجاگیر
میر قمر الدین خان قرار می‌یابد که چنین بظهور رسیده پس قصور صاحبان سرینگ پٹن می‌نماید
این معنی هم نوشته می‌رود و یقین خاطر این جانب است که پسران و پسماندگان
ٹیپو سلطان را تا مقدور موافق مکنونات سرکار دولت مدار و اظهار میر صاحب خواهند کرد
و نصف ملک هرگز بر آن‌ها نخواهند داشت اغلب که پتن هم سابق بر این در کونسل مذکور می
شده بود که تمامی ملک را سه حصه نموده یک حصه بر آن‌ها می‌دارند حالا آن هم نمانده است
پس وقتیکه نظم و نسق درست نشود تا قرار چنین شهرت که بخیال هر کس هر آنچه می‌رسد بگوید مناط
اعتبار نمی‌توان فرمود و یقین تصور دارند که گورنر جنرل بهادر بصوابدید و رضامندی میر صاحب
چنان بعمل خواهند آورد که سرخروئی این جانب و میر صاحب در حضور پرنور زیاده از منقوش
خاطر خواهد گردید بیقین تصور داشته هیچ تاملے درین باب بخاطر راه یاب نفرمایند۔
از دریافت ارقام شریف که ملک هفت لک هون بحصه سرکار آید در آن دو لک هون

یا بتہ گورم کنڈہ جاگیر میر قمر الدین خان منہا رفتہ باقی ماند پنج لک ہون اگر ملکے کہ در آن وقت اظہار زیادہ محاصل زبان زد بوده باشد قریب ده لک ہون خواہد بود بنظر غور تامل نمایند کہ بعد اخراجات قلعجات و عمالان و متصدیان و سہ بندی محال وغیره چہ قدر در سرکار باقی خواہد ماند کہ در آن توقع نگاہداشتن این پلاٹن ہا و این رجمنٹ ترپ سواران نموده آید از وقتیکہ این خبر دریافت گردید در تاملات عمیق متحیر چہ قسم عہده برائی اخراجات وکدام رو بصاحب و این جانب در حضور خواہد ماند ملحوظ این مراتب زیاده ازین جانب بہ آن عظیم الاوصاف مطمح نظر است باز ہم برائے اطلاع شمہ از آن قلمی گردید چرا کہ پیش از مفتوح شدن قلعہ جنرل ہاریس بہادر نسبت فرستادن پیام بہ ٹیپو سلطان زبانی کپتان مالکم بہادر برین معنی کہ در صورت دادن دو کرور روپیہ و نصف ملک صلح نموده آید از آن عظیم الاوصاف مشاوره نموده بودند و آن جلیل المناقب نظر بر فواید دولتین تجویز یورش و مورچال جواب دادند بفضل الٰہی حسب دلخواه قلعہ مفتوح گردید باید کہ زیاده از آن فواید حاصل شود نہ اینکہ بر عکس آن اظہار از آن طرف گردد دیگر اینکہ آنچہ آنہا می خواہند کہ بجدود کد تمام لک ہون ہو پے از مال غنیمت بحصۂ سپاه سرکار مع آن عظیم الاوصاف و میر دوران بہادر وغیره تجویز می کنند در آن ارادۂ آن جلیل المناقب این است کہ نصف راجواہر کہ بکفایت بدست می آید و نصف نقد بگیرند تعجب ہزار تعجب رو نمود غنایم معہ خزانہ وغیره کہ بکمر گورنر جنرل بہادر کرور ہا سیوائے توشکخانہ و آلات حرب و ضرب محفوظ است نوشتہ اند پس در ہمہ چیز حصہ مساوی باشد موافق قرار و مدار و اگر بگویند کہ جمعیت ما

زیاده است و جمعیت سرکار کم بقدر آں می دہیم ہیں باید گفت کہ پس شراکت مساوی کجا ماند
و خلاف نوشت و خواند بعمل می آید پس چہ قدر بدنامی طرف کمپنی عاید حال تواند شد زینہار
زینہار اقبال گرفتن مبلغ مذکور نخواہند نمود قطع نظر ازین دوستی ہا شماتت دیگراں تصور باید
کرد و دیگر اینکہ اہل کمپنی می گویند کہ روئیہ سپاہ ما این است کہ غنیمت حق سپاہ است پس
پسران ٹیپو سلطان و وابستگان آنہا را کہ نصف ملک و خزانہ وغیرہ می خواہند کہ برآن ہا تجویز
بحالی دارند چرا نمی گویند کہ این حق ماست از یورش قلعہ را مفتوح کردیم و آنہا داخل اسیران کہ
حکم فرانسیسان دارند مگر بقدر قوت لایموت آنہا بقدر مناسب تجویز باید نمود و تتمہ در ہمہ چیز
حصہ مساوی شود در آن در حصہ سپاہ خود اہل کمپنی مختار اند و بدستور در حصۂ سپاہ سرکار کارپردازان
سرکار دولتمدار موافق قانون خود مختار اند چنانچہ این مراتب ہم بہ منشی جی و حشمت جنگ بہادر اطلاع
دادہ شد آنہا ذمہ گرفتہ اند کہ ہمیں مراتب بہ گورنر جنرل بہادر نوشتہ شدہ است ازین معنی
مطمئن خاطر باشند کہ ہمیں قسم بعمل خواہد آمد و این مراتب را ذمہ خود گرفتہ اند کہ حصۂ سپاہ سرکار
حوالہ آن عظیم الاوصاف خواہد گردید آیندہ کارپردازان سرکار مختار اند و از تعداد خزانہ و جواہر و
اثاثہ و آلات حرب و ضرب وغیرہ نقد و جنس گوہر کاہے باشد خود واقف گشتند و بسرکار
اطلاع ندادند این کدام نیک طینتی و نیک نامی و حق پرستی است در عالم شراکت کہ حصۂ
مساوی در ہمہ چیز باید آمد شریک نہ کردن غیر از نفسانیت امر دیگر در نظر دوربینان متصور نمی گردد
و اینکہ معز الدولہ بہادر اظہار می کنند کہ امر جزوی و کلی این ہمہ سپرد و لارڈ بہادر است جواب
باید داد کہ تاہم بودن آن ہم بہ استصلاح و صوابدید آن عظیم الاوصاف و نظر بر عالم یگانگت و

دریافت مضمون خرایط گورنر جنرل بہادر ما زہم از سرکار بدین مضمون در ہمہ خرایط درج گردیدہ
کہ در ہمہ چیز بصوابدید و استحسان آن عظیم الاوصاف بعمل آمد چنانچہ حشمت جنگ بہادر قابل این
معنی اند مفخر الدولہ را ہم ہمین مراتب پوست کندہ جواب باید داد کہ در آن جا زیادہ ازین
مراتب بہ حشمت جنگ بہادر ابلاغ شدہ البتہ آگاہی دادہ باشند و نیز بہ این جانب حکم رسیدہ
لہذا اظہار نمودہ می شود و در صورتیکہ در ہمہ باب استحسان خاطر آن جلیل المناقب باشد
اولی و الاہیچ وجہ من الوجوہ قبول نباید کرد۔

آنچہ در مقدمہ سخن شنوی این جانب بالاجی پنڈت مرقوم خامہ وداد بود دریافت
گردید ترقیم این معنی کہ از قبیل الہام متصور گشت پیش ازین بہ بالاجی پنڈت نویسانیدہ شدہ بود
کہ قیام و استقلال خود باعث رونق دولت باجی راؤ از چشم داشت بندگانعالی و دوستی این
جانب متصور دارند پس سرکار بندگانعالی نظر بصلاح و فلاح دوستی بہ اہل کمپنی نوشت و خواند
فرمودہ اند بدون اطلاع کمپنی انگریز بہادر در ہیچ باب بکشادہ پیشانی چیزے نمی تواں نمود و
این قسم تا کے پس بہتر آنست کہ مفید دولت و البتہ موافقت بہ اہل کمپنی نمودہ بندوبست
مقدمات خانگی وغیرہ خود بعمل آوردن اولی است کہ باعث آسایش و رفاہ خلایق و اتحاد
سرکارین گردد چنانچہ درین روزہا بالاجی پنڈت از تیتیشا دری پنڈت نویسانیدند نظر بر صلاح
سرکار دولتمدار از چندے چنین مراتب ذہن نشین باجی راؤ می نمودند چنانچہ چیزے رو براہ
آوردہ ام و چیزے می آرم درین روزہا کہ کرنیل پالمر بہادر را باجی راؤ بہ تقریب شادی چمنا
اپا برادر خود باریافت نمودند وقت برخاست گفتند کہ بعضے مراتب بہ بالاجی پنڈت

گفته شده است خواهند دریافت چنانچه بوبے اظهار ریذیڈنت مذکور ازین بر می آید به حشمت جنگ ازین معنی آگهی داده شده بود منشی جی هم اظهار کردند که از اخبار ما هم چنین بدریافت می رسد که رو به راه و ته نامه جدید مطابق سرکار شاید بعمل خواهند آورد و سوالے که اهل کمپنی از رگهوجی بهونسله نموده انداز اظهار حشمت جنگ بهادر مجملی معلوم گردید آنچه قرار گیرد به استرضائے حضور پرنور خواهد شد چنانچه از سابق سلسله جنبانی این معنی به اهل کمپنی بود و درین ماده به رگهوجی نوشته شده بود حالا باز حشمت جنگ بهادر درخواست دارند که یک احکام بنام رگهوجی متضمن استرضائے حضور می خواهند نوشته داده اطلاع آن عظیم الاوصاف نموده خواهد شد پیش از دو سه روز خط پسر راجچندر ریذیڈنت متوفی رسیده خلص مضمون اینکه بعد عشره محرم الحرام آنچه سوال جواب کمپنی قرار می گیرد دریافته حاضر حضور می شوم - چون مستقیم الدوله بهادر از قبیل ذکر از طرف خود به حشمت جنگ بهادر و منشی جی بمیان آورده بودند روز دوم که برادر منشی جی میر امان الله بیشن بهادر مذکور آمده اظهار کردند و روبروے ایشان قلمبند شده است نقل آن با نقل خریطه گورنر جنرل بهادر بازباحتیاطاً ترسیل داشته شد موضوح می گردد غرض آنچه سوال جواب خاطر خواه باشد زیاده از اطلاع اینجا در همه باب بعمل خواهند آورد -

درباب تجویز تعلقداری گتی بنام ناگن گوڈا که مناسب ترقیم نموده اند به راجه روشن رائے نوشته سپرد مشار الیه باید نمود بعد ازین بعرض حضور پرنور رسانیده خواهد شد -

تجویز جاگیر میر قمر الدین خان مناسب وقت و مضمون سند و محلکه بسیار مستحسن از مکتوبات معلی

ومرکوزات حضور که دو سه تعلقه متعلقه گورم کنڈه بود تفویض خان مذکور گردیده کیفیت تکرار آن از نوشته حشمت جنگ بهادر از مفخر الدوله خواهند دریافت که قصبه کمارو کالوه در انچه تحویل در سرکار می باید۔

همواره از ترقیم خیریت مسرور می نموده باشند زیاده چه بقلم آید والسلام بمیر دوران بهادر سلام۔

اشاریہ

نظام علی خان

حصہ اول

الف

ص

ن

اِشاریّہ

نظام علی خاں

حصّۂ دوّم

الف

پ

خ

د

ڈ

ذ

ر

ن

و

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۹	خرم وہوشیاری	خرم وہوشیاری
۱۰۸	۸	مُرکا	روکا
۱۰۹	۲	رکن الد	رکن الدولہ
۱۱۰	۱۰	قابل	قابل
۱۱۴	۱۶	رکن الدولہ کے	رکن الدولہ کی
۱۱۸	۱۳	تذویر	تزویر
۱۲۷	۱۲	اُسی کی	اِسی
۱۳۰	۱۶	سردگی	سرگردگی
۱۳۳	۷	قوج مخالف	فوج مخالف
۱۳۴	۱	اس منزل پرسے	اس منزل سے
۱۳۴	۱۸	سدی طعرس	سدی ظہر الماس
۱۳۷	۲	بمقابلہ چپیال	بمقام چپیال
۱۴۳	۳	مصالحت وصول چوتھ	مصالحت اور وصول چوتھ
۱۴۷	۷	بقر	سقیر
۱۶۲	۱	بورم	بورلم
۱۷۰	۱۶	تیریاں	بتیریاں
۱۷۹	۵	یورندیہ	پرینڈہ
۱۸۲	۲	ساتھ	سات
۱۸	۷	پورندیہ	پرینڈہ
۱۹۴	۱۱	گانگن	کانکن
۱۹۵	۳	مویہ	موید
۲۴۳	۱۱	مخالفتے	مخالفے
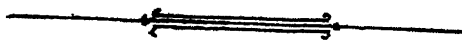
غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۵	رُخ کیا	رُخ لیا
۶	۱۴	رُخ کیا	رُخ لیا
۱۳	۱۷	ہیادیوراؤ	مادھوراؤ
۱۵	۱۱	لودر	لیور
۲۲	۸	دیں	دیگے
۲۶	۹	صلابت [illegible] کے	صلابت جنگ کی
۳۳	۱۱	صادر کردی	صادکردی
۴۳	۳	جنگ میسور	جنگ میسور سنہ ۱۰۶۷ء ۱۱۸۱ھ
۵۱	۶	رکن الدولہ	رکن الدولہ کو
۵۳	۱۳	صلح نامہ روسے	صلح نامہ کی روسے۔
۵۵	۱۳	نظر لینا	نظیر لینا۔
۷۰	۴	مبرے سپاہیوں	میرے سپاہیوں میں۔
۷۴	۲	اس نے بھی	اس نے یہ بھی
۷۹	۱۵	ورثاء کو اور اس	ورثاء کو اس
۸۲	۶	سرپیچ کرات بوقت	سرپیچ کرن
۸۸	۸	خواصی ٹھیلاکر	د[illegible]صی میں بٹھلاکر
۸۹	۱	راجچند	راجچندر
۹۰	۶	کوماجی	گوماجی
۹۱	۳	بہالیگئی	بہالے گیا
۱۰۱	۱۲	دوازدہ ملک روپیہ	دوازدہ لک روپیہ

انگریزی سردار کی ناقابلیت کی وجہ سے چھ مہینے تک جاری رہا آخر ۸ اپریل ۱۷۹۱ء (م ۴ شعبان ۱۲۰۵ھ) کو اس قلعہ کا قبضہ ملا اس وقت میجر ہیو منگا میری سرکار نظام کی امدادی فوج کی کمان سے علیحدہ اور ان کی جگہ کپتان انڈر وریڈان کے قایم مقام ہوئے تھے یہ فتح اسی افسر کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔ وہاں سے یہ فوج کڈپہ روانہ ہوی اور ۱۵ ستمبر ۱۷۹۱ء (م ۱۶ محرم ۱۲۰۶ھ) کو گورم کنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کا قلعہ نہایت مستحکم اور بلند پہاڑی پر واقع تھا جب اوایل نومبر (اوایل ربیع الاول) میں لارڈ کورنوالس [۱] نے نندی ورگ سے قلعہ شکن توپیں روانہ کیں تو کپتان ریڈ نے ان سے حملہ کرکے ۶ نومبر (م ۹ ربیع الاول) کو قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ دیا اور اس کے بعد اس قلعہ پر قبضہ کرکے سرکار عالی کی افواج کے سپرد کردیا۔ لفٹنٹ کرنل ولسن ہسٹری آف مدراس آرمی کے مولف کا بیان ہے کہ [۲] ۲۰ نومبر (م ۲۳ ربیع الاول) کو ٹیپو سلطان کے سرداروں نے اس قلعہ پر مکرر قبضہ کرلیا اور جس وقت انہوں نے قبضہ کیا ہے انگریزی امدادی فوج سرکار عالی کی فوج کے ساتھ نہیں تھی لیکن ہم کو اس انگریزی فوج کے غیاب کا یقین نہیں ہے اس واسطے کہ سرکار عالی کی فوج اور اس کی امدادی انگریزی فوج لازم وملزوم تھیں کپتان ریڈ یا اس کی فوج کے خدمات اس دوران میں کہیں اور

---

[۱] مدراس گورنمنٹ کی افواج انگریزی میجر جنرل میڈوز (گورنر مدراس) کے کمان میں والاجاہ آباد پہنچی تھیں کہ ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ میں خود حصہ لینے کے لئے ارل کورنوالس کلکتہ سے مدراس آئے اور میجر جنرل میڈوز کو طلب کرکے ان سے فوج کا جائزہ حاصل کرلیا جس کے بعد آئندہ وہی پیش قدمی اور حملے ارل کورنوالس ہی کی صوابدید پر منحصر رکھے گئے۔

[۲] ہسٹری آف مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔